مَن يُرِدِ اللهُ بِهٖ خَيرًا يُفَقِّههُ فِي الدِّين

فتاویٰ دارالعلوم وقف دیوبند

حسبِ ہدایت

حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

زیرِ نگرانی

مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب

نائب مہتمم و ڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی دارالعلوم وقف دیوبند

ترتیب

لجنۃ ترتیب الفتاویٰ

(جلد ہشتم)

کتاب الصلاۃ

باب الجمعۃ، باب العیدین، باب الجنائز

ناشر

حجۃ الاسلام اکیڈمی

دارالعلوم وقف دیوبند

فتاویٰ دارالعلوم وقف دیوبند

جلد (۸)

فتاویٰ دارالعلوم وقف دیوبند

جلد(۸)

ترتیب : لجنۃ ترتیب الفتاویٰ

طبع اولیٰ: ۱۴۴۶ھ- ۲۰۲۵ء

باھتمام: حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند، سہارنپور، یوپی، الہند

Composed By: Noor Graphics, Deoband

Hujjat al-Islam Academy
Al Jamia Al-Islamia Darul Uloom Waqf Deoband
Eidgah Road, P.O.247554 Deoband
Distt. Saharanpur U.P. INDIA
Tel: +91-1336-222752. Mob: +91-9897076726
Email: hujjatulislamacademy2013@gmail.com
hujjatulislamacademy@dud.edu.in
Website: www.dud.edu.in
Printed at: Markazi Publishers, Delhi

ISBN: 978-93-84775-18-6

مَن يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

فتاویٰ دار العلوم وقف دیوبند

حسبِ ہدایت

حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

زیرِ نگرانی

مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب

نائب مہتمم و ڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی دار العلوم وقف دیوبند

ترتیب

لجنۃ ترتیب الفتاویٰ

(جلد ہشتم)

کتاب الصلاۃ

باب الجمعۃ، باب العیدین، باب الجنائز

ناشر

حجۃ الاسلام اکیڈمی

دار العلوم وقف دیوبند

تفصیلات

نام کتاب	:	فتاویٰ دار العلوم وقف دیوبند (جلد ہشتم)
حسبِ ہدایت	:	حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم
زیر نگرانی	:	مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب
ترتیب	:	لجنۃ ترتیب الفتاویٰ:
		جناب مولانا مفتی محمد احسان صاحب قاسمی
		جناب مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب
		جناب مولانا مفتی محمد امانت علی صاحب قاسمی
		جناب مولانا مفتی محمد عارف صاحب قاسمی
		جناب مولانا مفتی محمد عمران صاحب گنگوہی
		جناب مولانا مفتی محمد اسعد صاحب قاسمی
		جناب مولانا مفتی محمد حسنین ارشد صاحب قاسمی
صفحات	:	۴۰۸
تعداد	:	۱۰۰۰
طباعت	:	۱۴۴۶ھ - ۲۰۲۵ء
ناشر	:	حجۃ الاسلام اکیڈمی، دار العلوم وقف دیوبند

اجمالی فہرست

کتاب الصلاۃ

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الجمعة

فصل اول: وجوب جمعہ کا بیان

فصل ثانی: صحت جمعہ کی شرائط کا بیان

فصل ثالث: متعدد جگہ جمعہ پڑھنے کا بیان

فصل رابع: جمعہ کے خطبہ کا بیان

فصل خامس: جمعہ کی اذان کا بیان

فصل سادس: جمعہ کے دن کے مسنون اعمال کا بیان

فصل سابع: جمعہ کے متفرق مسائل کا بیان

فصل اول:

وجوبِ جمعہ کا بیان

نماز جمعہ فرض ہے یا واجب؟

(۱) **سوال:** نماز جمعہ کی نیت واجب کہہ کر باندھی جائے یا فرض کہہ کر باندھی جائے، ایک صاحب اس کو واجب کہتے ہیں صحیح کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: مولانا نعیم الدین، دہلوی

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جمعہ فرض ہے اور اس کی فرضیت قرآن کریم سے اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے۔

"(هي فرض) عين (يكفر جاحدها) لثبوتها بالدليل القطعي قوله: (بالدليل القطعي) وهو قوله تعالى: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ أَمَنُوْٓا إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ (الجمعة:۹) وبالسنة والإجماع، قوله: (كما حققه الكمال) وقال بعد ذلك: وإنما أكثرنا فيه نوعاً من الإكثار لما نسمع عن بعض الجهلة أنهم ينسبون إلى مذهب الحنفية عدم افتراضها الخ"[۱]

لہٰذا اگر امام جمعہ واجب کی نیت باندھے اور اسے واجب ہی سمجھ کر نماز پڑھائے تو یہ شرعاً درست نہیں ہے۔ اور دوسرے یہ کہ نہ اس کی فرضیت جمعہ ساقط ہوئی نہ اس کی اقتداء کرنے والے لوگوں کی، اب سب پر ظہر کا اعادہ لازم ہے صرف مقتدی کی نیت معتبر نہیں ہے۔[۲] البتہ اگر جمعہ کی

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج ۳، ص: ۴، مکتبہ زکریا، دیوبند۔

(۲) قوله: (أنه وتر) أشار إلى أنه لاينوي فيه أنه واجب للاختلاف فيه، زيلعي أي لايلزمه تعيين الوجوب، وليس المراد منعه من أن ينوي وجوبه؛ لأنه إن كان حنفيا ينبغي أن ينويه ليطابق اعتقاده، وإن كان غيره لاتضره. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، مطلب: في حضور القلب والخشوع": ج ۲، ص: ۹۷)

نماز کوفرض ہی سمجھتا ہو اور واجب کا صرف لفظ بولا ہے، تو نماز جمعہ سب کی درست ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۷/۱۴۱۹ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مسافر پر نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

(۲) **سوال:** مسافر پر نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالستار، کانپور

الجواب وباللہ التوفیق: مسافر پر نماز جمعہ لازم نہیں اور اگر مسافر حاضر جمعہ ہوکر نماز جمعہ پڑھ لے، تو پھر ظہر اس پر لازم نہ رہے گی اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۳/۱۲/۱۴۱۹ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کے بعد احتیاط ظہر ادا کرنا

(۳) **سوال:** ہمارے دیہاتوں میں جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر ضرور پڑھتے ہیں اور جمعہ تو اکثر

---

(۱) قوله: (قرنه باليوم أو بالوقت أولا)...... وهو أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي يحسم مادة هذه المقالات وغيره؛ فإن العهدة عليه لحصول التمييز به، وهو المقصود. (أيضاً: ج۲، ص:۹۶)

(۲) ولا تجب الجمعة على مسافر ولا امرأة ولا مريض ولا عبد ولا أعمى، ...... فإن حضروا فصلوا مع الناس أجزأهم عن فرض الوقت. (المرغيناني، الهداية، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة'' دارالکتاب، دیوبند: ج۱، ص:۱۶۹،)

والجمعة فرض أكد من الظهر (على) كل (من اجتمع فيه سبعة شرائط) وهي (الذكورة) خرج به النساء (والحريّة) خرج به الأرقاء (والإقامة) خرج به المسافر...... لقوله عليه السلام: الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة؛ إلا أربعة مملوك أو امراة أو صبي أو مريض وفي البخاري: إلا على صبي أو مملوك أو مسافر. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'' دارالکتاب، دیوبند: ص:۵۰۳، ۵۰۴)

گاؤں میں ہونے لگا ہے، تو لوگ کہتے ہیں جمعہ نہ ہوا ہو تو ظہر ہی ادا ہو جائے گی یہ درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: سلیم اللہ خاں، نیپال

الجواب وباللہ التوفیق: جس گاؤں میں جمعہ واجب ہو صرف اُسی میں جمعہ پڑھنا ضروری ہے اور جس گاؤں میں جمعہ واجب نہ ہو اس میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں صرف ظہر با جماعت پڑھنی چاہئے، اگر جمعہ درست ہوا ہے تو احتیاطاً ظہر بے معنی ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۲۸/۶/۱۴۱۴ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کمپنی میں جمعہ کی اجازت نہ ملنے پر ملازم کیا کرے؟

(۴) **سوال:** ہم ایک کمپنی میں کام کرتے ہیں جس میں کچھ کام کرنے والے مسلمان ہیں اور کچھ ہندو بھی ہیں اور کچھ مسلمان بھائی نماز نہیں پڑھتے جو بھائی نماز پڑھتے ہیں ان کو کمپنی مالک نماز پڑھنے سے منع نہیں کرتا لیکن جمعہ پڑھنے کے لیے کمپنی سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ وہ کمپنی کا ڈیوٹی ٹائم ہے پھر ہم کو جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز ہی کمپنی میں پڑھنی پڑتی ہے؛ اس لیے آپ سے مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؛ کیوں کہ وہ نماز پڑھنے سے تو منع نہیں کرتے اور جمعہ پڑھنے کے لیے کمپنی سے باہر نہیں جانے دیتے اور نہ ہی کمپنی میں جمعہ کی نماز

(۱) ومن لازم جواز التعدد سقوط اعتبار السبق، وعلى القول الضعيف المانع من جواز التعدد قيل: بصلاة أربع بعدها بنية آخر ظهر عليه وليس الاحتياط في فعلها؛ لأن الاحتياط هو العمل بأقوى الدليلين وأقواهما إطلاق جواز تعدد الجمعة ويفعل الأربع مفسدة اعتقاد الجهلة عدم فرض الجمعة أو تعدد المفروض في وقتها ولا يفتى بالأربع إلا للخواص ويكون فعلهم إياها في منازلهم. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'' ص: ۵۰۶، ۵۰۷)

وفي البحر وقد أفتيت مراراً بعدم صلاة الأربع بعدها بنية آخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضية الجمعة، وهو الاحتياط في زماننا. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'' ج ۳، ص: ۵)

ہوتی ہے اور ہم دو چار آدمی ہی نماز پڑھتے ہیں، تو دریافت طلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد حنیف، بیہڑا، سہارنپور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئول عنہا میں اگر واقعی جمعہ کے لیے کمپنی والے باہر جانے کی اجازت نہ دیں تو ایسی صورت میں وہاں کے ملازم اپنی نماز ظہر تنہا تنہا ادا کریں اور جماعت سے ادا کرنا مکروہ ہے، جو مسلمان نماز نہیں پڑھتے ان کو نماز پڑھنے کی ترغیب دیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۲/۳/۲۴ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

کچھ لوگوں کا جمعہ کے بجائے ظہر پڑھنا

(۵) **سوال:** ایک گاؤں میں دو مسجدیں ہیں ایک میں جمعہ ہوتا ہے، دوسری میں نہیں۔ کچھ لوگ جمعہ چھوڑ کر دوسری مسجد میں ظہر پڑھتے ہیں تو ان کی ظہر کی نماز جمعہ ترک کر کے ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسجد، کھتولی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ بستی میں واقعۃً جمعہ درست ہے تو سب کو جمعہ ہی پڑھنا چاہئے جمعہ چھوڑ کر ظہر پڑھنا درست نہیں، جمعہ کی درستگی سے مراد یہ ہے کہ کسی ماہر مفتی نے تحقیق کے بعد جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو کسی ماہر مفتی سے بستی کا معائنہ کرالیا جائے

---

(۱) وكذلك أهل المصر إذا فاتتهم الجمعة وأهل السجن والمرض ويكره لهم الجماعة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة“ مکتبہ فیصل، دیوبند، ج ۱، ص: ۲۰۵)
وكره للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة في المصر يومها. (حسن بن علي، نور الإيضاح، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: مکتبۃ الاسعدی، سہارنپور، ص: ۱۱۸)

اور اس کے فتویٰ پر عمل کیا جائے جو نمازیں پڑھی گئیں ان کا اعادہ بہر صورت لازم نہیں ہے۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۲/۳/۲۳ھ)

مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

بریلوی امام کی وجہ سے جمعہ کی بجائے ظہر پڑھنا

(۶) **سوال:** ایک گاؤں میں دو مسجدیں ہیں ایک دیوبندی، دوسری بریلوی مسجد ہے۔ بریلوی مسجد میں باضابطہ جمعہ ہوتا ہے لیکن دیوبندی حضرات اس مسجد میں جمعہ پڑھنے نہیں جاتے اور اپنے امام کو ظہر کی جماعت کرنے کو کہتے ہیں، کیا جمعہ چھوڑ کر ظہر کی جماعت درست ہے یا کوئی اور صورت ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد سلیم، سیتاپوری

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ بستی میں اگر جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں تو دیوبندی حضرات دوسری مسجد میں جمعہ قائم کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی مجبوری ہے تو بریلوی امام کے عقائد اگر شرکیہ نہ ہوں جیسے قبروں کو سجدہ کرنا وغیرہ تو ایسے امام کے پیچھے جمعہ اداء کرنا ضروری ہے۔ جمعہ کے بجائے ظہر کی جماعت کرنا درست نہیں ہے۔

''ویکرہ إمامة عبد...... (ومبتدع) أي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف

---

(۱) ثم في كل موضع وقع الشك في جواز الجمعة لوقوع الشك في المصر، أو غيره، وأقام أهله الجمعة ينبغي أن يصلوا بعد الجمعة أربع ركعات وينووا بها الظهر، حتى لو لم تقع الجمعة موقعها يخرج عن عهدة فرض الوقت بيقين. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة''، ج۱، ص:۲۰۶)

وكره للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة في المصر يومها، قوله: (أداء الظهر بجماعة)، سواء كان قبل الجمعة أو بعدها، وإنما قيد بالمعذور ليعلم حكم غيره بالأولى ووجه الكراهة أنها تفضي إلى تقليل جماعة الجمعة لأنه ربما تطرق غير المعذور للاقتداء بالمعذور ولأن فيه صورة المعارضة بإقامة غيرها. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة''، ص:۵۲۲)

عن الرسول......لایکفربها......وإن کفربها......فلایصح الاقتداءبه أصلاً"[۱]

"وفي النهر عن المحيط:صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة...... قوله:(نال فضل الجماعة) أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الإنفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع، لحديث ...... من صلى خلف عالم تقي فكأنما صلى خلف نبي......أخرج الحاكم في مستدركه مرفوعاً:إن سركم أن يقبل الله صلاتكم فليؤمكم خياركم، فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم"[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۱۴۳۸/۲/۱۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کی فرضیت کے منکر کا حکم

(۷)**سوال**: زید کہتا ہے کہ آیت جمعہ ظنی ہے، اس لیے نماز جمعہ فرض نہیں ہے؟ ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالستار، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور آیت فرضیت جمعہ قطعی ہے اور ظنیت شرائط جمعہ میں ہے نہ کہ اصل نماز جمعہ میں۔

---

(۱)الحصكفي،الدر المختار مع رد المحتار،"كتاب الصلاة:باب الإمامة:مطلب: البدعة خمسة أقسام":ج۲، ص:۲۹۸تا۳۰۱.

(۲)أيضاً:"كتاب الصلاة:باب الإمامة":ج۲،ص:۳۰۱.

وتؤدّي الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة. (جماعة من علماء الهند،الفتاویٰ الهندية،"كتاب الصلاة: الباب السادس عشر:في صلاة الجمعة":ج۱،ص:۲۰۵)

إقامة الجمعة في مصر واحد في موضعين الأصح أنه يجوز. (سراج الدين، الفتاویٰ السراجية،"كتاب الصلاة:باب الجمعة": مکتبہ زکریا دیوبند، ج۱،ص:۱۷۰)

’’(هي فرض عين يكفر جاحدها)لثبوتها بالدليل القطعي كما حققه الكمال وهي فرض مستقل آكد من الظهر ...... قوله:(بالدليل القطعي) وهو قوله تعالىٰ: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ أٰمَنُوْآ إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا﴾ (سورة الجمعة: ۹)وبالسنة والإجماع ...... قوله:(آكد من الظهر) ...... قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من ترك الجمعة ثلاث مرات من غير ضرورة طبع اللّٰه على قلبه رواه أحمد والحاكم وصححه‘‘(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۰/۱۱/۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

بڑی بستی کے قریب چھوٹی بستی میں جمعہ وعیدین کا حکم

(۸)**سوال:** ہمارا چھوٹا سا گاؤں یا چھوٹی بستی ہے جس کے قریب بڑی بستی ہے جہاں جمعہ وعیدین کی نمازیں ہوتی ہیں، تو کیا قرب کی وجہ سے ہماری بستی کے لوگوں پر بھی جمعہ وعیدین واجب ہیں؟ بڑی بستی کسے کہتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: ابوالکلام، میرٹھ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چھوٹی بستیوں کے باشندوں پر جمعہ وعیدین واجب نہیں ہیں خواہ بڑی بستی جہاں جمعہ واجب ہوتا ہے کسی چھوٹی بستی سے قریب ہو یا دور ہو جمعہ وعیدین ایسی

---

(۱)الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة:باب الجمعه‘‘:ج۳،ص:۴،۳.

(صلاة الجمعة فرض عين) بالكتاب والسنة والإجماع ونوع من المعنى يكفر جاحدها لذلك وقال عليه السلام في حديث: واعلموا أن اللّٰه تعالىٰ فرض عليكم الجمعة في يومي هذا، في شهري هذا، في مقامي هذا، فمن تركها تهاونا بها واستخفافاً بحقها وله إمام عادل أو جائر فلا جمع اللّٰه شمله ولا بارك له في أمره، ألا فلا صلاة له، ألا فلا زكاة له، ألا فلا صوم له إلا أن يتوب، فمن تاب تاب اللّٰه عليه. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ’’كتاب الصلاة:باب الجمعة‘‘ص:۵۰۲،۵۰۳)

بڑی بستی میں درست ہے جس کی آبادی تقریباً تین چار ہزار ہو اور وہاں کے رہنے والے اپنی عام ضروریات کا سامان وہاں سے حاصل کرتے ہوں، کفن کے لئے کپڑا ملتا ہو اور دکانیں وغیرہ اس طرح ہوں کہ وہ بستی دیکھنے میں قصبہ کے مانند معلوم ہو آبادی میں مسلم وغیر مسلم، عورتوں، مردوں سب ہی کا اعتبار ہے تمام کو شمار کرلیا جاتا ہے بستی کا معائنہ کسی ماہر مفتی سے کرادینا زیادہ بہتر ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۰/۶/۱۴۲۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جو زمین وقف نہ ہو وہاں جمعہ کی نماز درست ہے؟

(۹) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک شخص نے مسلمانوں کی ضرورت وسہولت کی غرض سے ایک جگہ بنائی جہاں پر الحمد للہ پانچوں وقت کی اذان اور باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے اور باقاعدہ ایک حافظ قرآن امامت کے لیے متعین ہیں، لیکن اس نے وہ جگہ مسجد کے لیے وقف نہیں کی ہے اب دوسوال مطلوب ہیں:

(۱) اس کو مسجد شرعی کہا جائے گا یا نہیں؟

(۲) کیا ایسی جگہ جمعہ قائم ہوسکتا ہے؟ جب کہ وہاں سے تقریباً آدھا کیلو میٹر کی دوری پر مستقل مسجد شرعی موجود ہے اور تمام شہر میں اور بھی بہت سی مساجد موجود ہیں؛ لیکن ضرورت وسہولت کی غرض سے اس جگہ پر نماز جمعہ ادا کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا آپ حضور والا سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل و مدلل حوالہ کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں کہ آیا وہاں جمعہ

---

(۱)(ویشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: المصر، الثاني:......(السلطان) والثالث: وقت الظهر، والرابع: الخطبة فيه، والخامس: (كونها قبلها)، والسادس: (الجماعة)، والسابع: (الإذن العام) (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج۳،ص:۵،تا۲۵)

عن علي رضي الله عنه قال: لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع وكان بعد الأمصار: البصرة والكوفة المدينة والبحرين. (المصنف لعبد الرزاق، ”كتاب الصلاة، كتاب الجمعة: باب القرى الصغار“، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ج۳،ص:۱۶۸، رقم: ۵۱۷۷)

درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد آصف، مظفر نگری

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) صورت مسؤلہ میں وہ جگہ مسجد شرعی نہیں ہے؛ اس لیے کہ مسجد شرعی کے لیے وقف تام اور مکمل طور پر انخلاء اور مسجد کے نام قبضہ ضروری ہے جو یہاں نہیں پایا جاتا ہے اس لیے اس کو جماعت خانہ سے تعبیر کیا جائے گا مسجد شرعی سے نہیں۔

’’(لو جعل وسط داره مسجدا وأذن للصلاة فيه) حيث لا يكون مسجدا‘‘(۱)

’’في القهستاني ولا بدمن افرازه: أي تمييزه عن ملكه من جميع الوجوه فلو كان العلو مسجدا و السفل جوانيت أو بالعكس لا يزول ملكه لتعلق حق العبد به كما في الكافي‘‘(۲)

(۲) اس جگہ اگر ضرورت ہو تو جمعہ کی نماز قائم کی جاسکتی ہے اس لیے کہ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد شرعی ہونا ضروری نہیں ہے، کھلے میدان میں بھی جمعہ کی نماز ہوسکتی ہے، اور ایک شہر میں اگر ضرورت ہو تو متعدد جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔

’’وتؤدي الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة و هو قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله وهو الأصح‘‘(۳)

’’(وتؤدي في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا، قوله:(مطلقا)......و سواء كان التعدد في مسجدين أو أكثر‘‘(۴)

’’و لابأس بالجمعة في موضعين أو ثلاثة في مصر واحد...... الصحيح عند

---

(۱) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ’’كتاب الوقف، مطلب: في أحكام المساجد‘‘: ج۶، ص: ۵۴۷.
(۲) أيضاً: ج۶، ص: ۵۴۵.
(۳) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة‘‘: ج۱، ص: ۲۰۵.
(۴) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘: ج۳، ص: ۱۵.

أبي حنيفة ومحمد يجوز"(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۱/۱۲/۲ھ)

جمعہ کی شرعی حیثیت:

(۱۰) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

میں ایک کمپنی میں بحیثیت منیجر کام کر رہا ہوں، میرے ساتھ اور بھی مسلم بھائی یہاں پر کام کرتے ہیں جمعہ کے دن ہماری باضابطہ نماز کے لیے چھٹی نہیں ہوتی ہے، لیکن ہم میں سے بعض افراد تو چھٹی لے کر نماز جمعہ پڑھنے چلے جاتے ہیں، لیکن کچھ مسلم افراد ایسے بھی ہیں جو نماز جمعہ بھی نہیں پڑھتے اس لیے میرا سوال یہ ہے کہ جمعہ کی فضیلت سے متعلق کچھ باتیں بتادیں تا کہ ان لوگوں کو پڑھ کر سنادوں اللہ سے امید ہے کہ وہ لوگ راہ راست پر آجائیں گے"ان شاء اللہ"

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ابراہیم بن یونس، گجرات

الجواب وبالله التوفيق: واضح رہے کہ جمعہ کا دن مومنوں کے لیے عید کی حیثیت رکھتا ہے، اس بابرکت اجتماع کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ اپنے دوست واحباب سے ملاقات وتعارف ہوتا ہے، نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز جمعہ کے وقت اپنے تمام کاروبار بند کر کے اپنی عبادت کے لیے حاضر ہونے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: کہ جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو، اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہتر

---

(۱) ابن العلاء الأنصاري، الفتاویٰ التاتارخانية، "كتاب الصلاة: الفصل الخامس والعشرون: في صلاة الجمعة، باب شرائط الجمعة": ج ۲، ص: ۵۵۰.

ہوگا اگر تم کچھ جانتے ہو۔ ایسے ہی حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر جمعہ کے لیے آئے اور خاموش رہے تو اس کے وہ تمام گناہ جو گزشتہ جمعہ سے اس جمعہ تک ہوئے معاف کردئے جاتے ہیں؛ بل کہ تین دن آگے تک کے گناہ بھی معاف کردئے جاتے ہیں مزید ایک روایت میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جمعہ کے دن دو رکعتیں ہیں اور یہ مستقل فرض ہیں، یہ ظہر کے بدلہ میں نہیں ہیں، لیکن جس شخص کی جمعہ کی نماز چھوٹ جائے تو اس پر ظہر کی چار رکعت فرض ہوں گی۔

خلاصہ: یہ ہے کہ اس دن کی خصوصیت قرآن وحدیث میں اہمیت کے ساتھ بیان ہوئی ہے اس لیے آپ کے دوستوں کو چاہئے کہ بلا عذر شرعی جمعہ کی نماز کو ترک نہ کریں، البتہ کسی شدید مجبوری سے نماز چھوٹ جائے تو اس پر ظہر کی چار رکعت پڑھنا فرض ہے۔

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۝﴾[۱]

”عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أدرك ركعة من الجمعة فليصل إليها أخرى ومن فاتته الركعتان فليصل أربعا“[۲]

”من توضا فأحسن الوضوء ثم أتى الجمعة فاستمع و انصت، غفر له ما بينه و بين الجمعة وزيادة ثلاثة أيام ومن مس الحصى فقد لغا“[۳]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۶/۱/۲۳ھ، ۲۰۲۴/۷/۳۰ء)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) سورۃ جمعہ: ۹، ۱۰۔

(۲) أخرجه الدار قطني في سننه، ”كتاب الجمعة: باب فيمن يدرك من الجمعة ركعة أو لم يدركها“: ج ۲، ص: ۱۱، رقم: ۱۵۸۳۔

(۳) أخرجه مسلم، في صحيحه، ”كتاب الجمعة: فصل من اغتسل أو توضأ أو أتى الجمعة الخ“: ج ۱، ص: ۲۸۳، رقم: ۸۵۷.

عذر شرعی کے بغیر نماز جمعہ چھوڑنے کا حکم:

(۱۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
زید مسلسل جمعہ کی نماز چھوڑتا ہے اسے میں خود اور ہماری جماعت کے کئی ساتھی سمجھا چکے کہ نماز بالکل نہ چھوڑو، لیکن وہ جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتا ہے اس لیے پوچھنا ہے کہ اگر کوئی شخص مسلسل جمعہ کی نماز نہ پڑھے کیا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبدالقدوس، سمستی پور، بہار

الجواب وبالله التوفيق: جو شخص کسی عذر شرعی کے بغیر معمولی سمجھ کر تین جمعہ چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں اور بعض روایات میں ہے: اللہ تعالی اسے منافق لکھ دیتے ہیں؛ لیکن آدمی اسلام سے خارج نہیں ہوتا؛ لہٰذا زید اگر صدقِ دل سے توبہ کر لے اور چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کر لے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کو معاف کر دے گا۔ اور نہ پڑھنے کی وجہ سے ظہر کی قضاء اس پر لازم ہوگی۔

”عن أبي جعد الضمري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من ترك ثلاث جمع تهاوناً بها طبع الله على قلبه“ رواه أبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجة والدارمي ورواه مالك عن صفوان بن سليم وأحمد عن أبي قتادة“[1]

”(طبع الله) أي: ختم (على قلبه) بمنع إيصال الخير إليه، وقيل: كتبه منافقاً (رواه أبو داود والترمذي) قال ميرك: وحسنه (والنسائي) قال ابن الهمام: وحسنه (وابن ماجة والدارمي) قال ميرك: والحاكم وقال: صحيح على شرط مسلم وابن خزيمة وابن حبان في صحيحهما ولفظهما: من ترك الجمعة ثلاثاً من غير عذر فهو منافق“[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۴ھ، ۲۰۲۴/۷/۳۱ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) خطيب تبریزی، مشكاة المصابيح، ”كتاب الصلاة: باب وجوب الجمعة، الفصل الثاني“: ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

عورت کے جمعہ پڑھنے سے ظہر ساقط ہو جائے گی یا نہیں؟

(۱۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
جمعہ کی شرطوں میں ایک شرط مذکر ہونا ہے یعنی عورت کے اوپر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے اگر کوئی عورت گھر سے باہر ہو اور وہ کسی مسجد میں جہاں عورتوں کے لیے علاحدہ نظم تھا وہاں اس نے جمعہ کی نماز پڑھ لی تو ایسی صورت میں اس سے ظہر ساقط ہو گئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: نظام الدین، الور

الجواب وباللہ التوفیق: عورت کے اوپر جمعہ فرض نہیں ہے جمعہ کی شرطوں میں مذکر ہونا ہے لیکن اگر عورت، مرد امام کے پیچھے پردہ میں رہ کر جمعہ کی نماز پڑھ لے تو اس کا فریضہ ادا ہو جائے گا اور ظہر اس سے ساقط ہو جائے گی یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ مسافر پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے لیکن اگر مسافر جمعہ کی نماز پڑھ لے تو اس سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔

"(قوله وشرط وجوبها: الإقامة والذكورة والصحة والحرية وسلامة العينين والرجلين) فلا تجب على مسافر، ولا على امرأة، ولا مريض، ولا عبد ولا أعمى، ولا مقعد وله، ومن لا جمعة عليه إن أداها جاز عن فرض الوقت)؛ لأنهم تحملوه فصاروا كالمسافر إذا صام"(۱)

"ومن لا جمعة عليه كمريض ومسافر ورقيق وامرأة وأعمى ومقعد إن أداها جاز عن فرض الوقت لأن سقوط الجمعة عنه للتخفيف عليه فإذا تحمل ما لم يكلف به وهو الجمعة جاز عن ظهره كالمسافر إذا صام"(۲)

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......ص:۱۲۱، رقم:۱۳۷۱.
(۲) ملا علي قاری، قاة المفاتيح، "كتاب الصلاة: باب وجوب الجمعة، الفصل الثاني": ج۳، ص:۴۲۰، رقم:۱۳۷۱.
(۱) ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة": ج۲، ص:۲۶۴.
(۲) احمد بن المعين، حاشية الطحطاوي على المراقي، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۱، ص:۵۲۰.

"ومن لا جمعة عليه إن أداها جاز عن فرض الوقت، كذا في الكنز"(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی **کتبہ:** امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند (۱۴۴۶/۱/۱۷ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۵ء)

جو شخص صرف جمعہ کی نماز پڑھتا ہو:

(۱۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

جو شخص کوئی نماز نہیں پڑھتا ہے صرف جمعہ کی نماز پڑھتا ہے کیا اس کی جمعہ کی نماز قبول ہوگی یا نہیں؟ کیا ایسے شخص پر کسی خاص وعید کا تذکرہ ہے؟ فقط: والسلام

المستفتی: نظام الدین، الور

الجواب وباللہ التوفیق: ہر نماز کا حکم مستقل ہے، اس لیے اگر کوئی شخص صرف جمعہ کی نماز پڑھتا ہے اور ہفتہ بھر کوئی نماز نہیں پڑھتا تو اس کی جمعہ کی نماز درست ہو جائے گی لیکن ہفتہ بھر فرائض کو ترک کرنا کبیرہ گناہ اور سخت وبال کی چیز ہے ایک مسلمان کو نماز جیسے اہم فریضے سے اس درجہ غافل نہیں ہونا چاہیے اور حتی الامکان نماز ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے حدیث میں آتا ہے کہ ایمان کی علامت نماز ہے اور مومن اور کفر کے درمیان ترک نماز کا فاصلہ ہے اور حدیث میں ہے جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے یعنی کفر کے قریب پہونچ جاتا ہے۔

"إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة"(۲)

"العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة، فمن تركها فقد كفر"(۳)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی **کتبہ:** امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند (۱۴۴۶/۱/۱۷ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۵ء)

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السادس عشر...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

جمعہ کی فرضیت کب اور کہاں ہوئی؟

(۱۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
نماز جمعہ کی فرضیت کب اور کہاں ہوئی اور پہلے جمعہ میں کتنے آدمی شریک تھے؟

فقط: والسلام
المستفتی: سالم انور، کیرلا

الجواب وبالله التوفيق: جمعہ کی نماز مکہ مکرمہ میں فرض ہو چکی تھی، لیکن اس کی سب سے پہلے ادائیگی مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابی رسول اسعد بن زرارہ نے فرمائی اس موقع پر چالیس لوگ جمعہ میں شریک تھے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلا جمعہ محلّہ بنوسالم بنی عوف میں ادا فرمایا۔

”وهي أول جمعة في الإسلام وأما أول جمعة جمعها رسول الله صلى الله عليه وسلم فكانت في مسجد بني سالم بن عوف فخطب وصلى فيه قوله: ”بالكتاب“ هو قوله تعالى: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (سورة الجمعة: ۹)(۱)

”أن النبي صلى الله عليه وسلم جمع في أول جمعة حين قدم المدينة في مسجد بني سالم في مسجد عاتكة“(۲)

”كنت قائد أبي بعدما ذهب بصره، وكان لا يسمع الأذان بالجمعة إلا قال:

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... في صلاة الجمعة“: ج۱،ص:۲۰۵.
(۲) أخرجه مسلم، في صحيحه، ”كتاب الإيمان: باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة“: ج۱،ص: ۶۱، رقم: ۸۲.
(۳) أخرجه ابن ماجه، في سننه، ”كتاب الصلاة: باب ما جاء في من ترك الصلاة“: ج۱،ص: ۵۷، رقم: ۱۰۷۸.
(۱) أحمد بن اسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج۱،ص: ۵۰۲.
(۲) تاريخ المدينة، لابن شبية، ”ذكر المساجد والمواضع النبي صلى الله فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم“: ج۱،ص: ۶۸.

رحمة الله على أسعد بن زرارة، قال: قلت: يا أبت، إنه لتعجبني صلاتك على أبي أمامة كلما سمعت بالأذان بالجمعة، فقال: أي بني، كان أول من جمع الجمعة بالمدينة في حرة بني بياضة، في نقيع يقال له: الخضمات، قلت: وكم أنتم يومئذ؟ قال: أربعون رجلا‘‘[1]

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۷/۱/۱۴۴۶ھ، ۲۵/۷/۲۰۲۴ء)

❁❁❁

(۱) أخرجه ابن حبان في صحيحه، ”ذكر البيان بأن العد بن زرارة“: ج۱۵، رقم: ۴۷۷، رقم: ۷۰۱۳.

فصل ثانی:

صحت جمعہ کے شرائط کا بیان

جنگل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

(۱۵) **سوال:** ایک بستی ہے جس میں جمعہ ہو رہا ہے اور اسی بستی کا جنگل ہے جس میں دس گھر ہیں، وہاں پر بھی لوگ نماز جمعہ کر لیتے ہیں، تو کیا یہ جائز ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد طیب، میواتی

الجواب وباللہ التوفیق: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جس دوسری جگہ پر جنگل کی آبادی میں جمعہ ہو رہا ہے وہ اسی گاؤں کا جنگل اور اسی گاؤں کے تابع آبادی ہے جو بڑا گاؤں ہے۔ اور اس میں جمعہ ہوتا ہے اور جس گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے اس کے جنگل میں بھی جمعہ درست ہے۔ تاہم کسی معتمد مفتی کو بلا کر معائنہ کرا دیں اور اس کے فتویٰ پر عمل کریں تو بہتر ہوگا اس سے اختلافات دور ہو جائیں گے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۸/۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) وکما یجوز أداء الجمعة في المصر، یجوز أداؤها في فناء المصر: وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة“: ج۱،ص:۲۰۵)

(أو) الإقامة (فیما) أي في محل (هو داخل في حد الإقامة بها) أي بالمصر وهو المكان الذي من فارقه بنية، والسفر يصير مسافراً و من وصل إليه يصير مقيماً (في الأصح) كربض المصر وفنائه الذي لم ينفصل عنه بغلوة. (أحمد بن إسماعيل،حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح،”كتاب الصلاة:باب الجمعة“:ص:۵۰۴)

دس ہزار کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ

(۱۶) **سوال:** گاؤں کی آبادی تقریباً دس ہزار ہے اس میں مسلم آبادی صرف سو گھر ہیں اور یہاں شرعی حساب سے لوگوں کی ضروریات بھی پوری ہو جاتی ہیں، تو اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا درست ہے کہ یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: امام مسجد برداسنی

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ گاؤں کی آبادی دس ہزار سے زائد ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گاؤں بڑا گاؤں ہے، نیز صرف مسلم آبادی کا شمار نہیں ہوتا بلکہ ہندو مسلم آبادی کو ملا کر شمار کیا جاتا ہے اس لیے مذکورہ صورت میں اس گاؤں کے مسلمانوں پر جمعہ کی ادائیگی واجب ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۱/۳/۱۵ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

کھلی جگہ پر نماز جمعہ قائم کرنا

(۱۷) **سوال:** ایک کھلی جگہ ہے جس میں پہلے صرف رمضان المبارک میں تراویح پڑھی

(۱) وأن تكون الإقامة (بمصر) خرج به المقيم بقرية لقوله عليه السلام: الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة؛ إلا أربعة مملوك أو امرأة أو صبي أو مريض، وفي البخاري: إلا على صبي أو مملوك أو مسافر ولقوله عليه السلام: لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع أو مدينة عظيمة. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ص:۵۰۴)

(ويشترط لصحتها) سبعة أشياء؛ الأول: (المصر وهو مالا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها) وعليه فتوىٰ أكثر الفقهاء، مجتبى لظهور التواني في الأحكام. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳، ص:۵)

قوله: (وفي القهستاني الخ)......وعبارة القهستاني تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳، ص:۶)

جاتی تھی لیکن اس وقت اس جگہ پر عیدین و جمعہ کی نماز پڑھنا شروع کیا ہے حالاں کہ کچھ فاصلے پر مسجدیں ہیں جن میں نماز جمعہ ہوتی ہے اب اس جگہ پر نماز جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: علی موسیٰ، دربھنگہ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے، لہٰذا مسجد کے علاوہ ضرورۃً اگر کسی جگہ جمعہ کی تمام شرائط کے ساتھ جمعہ پڑھا جائے، تو شرعاً جمعہ درست ہے۔ درمختار میں ہے: ''(و تؤدي في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقاً على المذهب، وعليه الفتوىٰ''(۱) پس صورت مسئولہ میں اگر ضرورۃً ایسا کیا گیا ہے تو شرعاً نماز جمعہ کی ادائے گی ہو جاتی ہے۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۳/۲۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

قریہ کبیرہ میں نماز جمعہ بند کرانے والے کا حکم

(۱۸) **سوال:** ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً چار ہزار ہے، ضروریات کی سب ہی چیزیں مل جاتی ہیں، اسی برس سے جمعہ قائم ہے محمد یوسف کہتا ہے کہ گاؤں مذکورہ میں نماز جمعہ نہیں ہوگی تو کیا نماز جمعہ بند کرانے والے گنہگار نہیں ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یوسف قاسمی

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج۳، ص: ۱۵، ۱۶.

(۲) قوله: (على المذهب)، فقد ذكر الإمام السرخسي أن الصحيح من مذهب أبي حنيفة جواز إقامتها في مصر واحد في مسجدين و أكثر، وبه نأخذ. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في جواز استنابة الخطيب'': ج۳، ص: ۱۶)

وكما يجوز أداء الجمعة في المصر، يجوز أداؤها في فناء المصر، وهو الموضع المعدّ لمصالح المصر متصلاً بالمصر. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة'': ج۱، ص: ۲۰۵)

الجواب وباللہ التوفیق: تحریر کردہ حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ گاؤں قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) ہے نماز جمعہ وعیدین اس میں واجب ہیں اور جب کہ ایک عرصہ سے وہاں نماز جمعہ قائم ہے وہاں کے لوگوں پر ضروری ہے کہ جمعہ کی نماز میں شریک ہوں اور اتفاق کے ساتھ نماز جمعہ ادا کریں کہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے والا سخت گنہگار ہے، کیوں کہ اس کا یہ اقدام قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾[1] اس لیے نماز جمعہ وعیدین کو بدستور قائم رکھا جائے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۵/۵/۱۴۱۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مسجد کو چھوڑ کر عیدگاہ میں نماز جمعہ

(۱۹) **سوال:** کیا بستی کے لوگ مسجد کو چھوڑ کر کسی عذر کی وجہ سے ایک جگہ جمع ہو کر عیدگاہ وغیرہ میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: ابوالقاسم، کشمیری

الجواب وباللہ التوفیق: جس بستی میں شرعاً نماز جمعہ کی اجازت ہو اسی اجازت کے تحت نماز جمعہ مسجد میں پڑھی جارہی ہو پس ایسی بستی میں مسجد کو چھوڑ کر کسی عذر کی وجہ سے عیدگاہ

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۰۳۔

وفي القهستاني إذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق، (در مختار في حاشيته)، قوله: (وفي القهستاني الخ) تائيد للمتن، وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق انتهى. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج۳، ص:۶)

میں نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔[1]

الجواب صحیح:　　فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید　　**کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۲/۵/۳۰ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند　　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

دیوبند کے ایک محلّہ کی مسجد میں جمعہ کا قیام

(۲۰) **سوال:** دیوبند کا ایک محلّہ ہے جس میں پندرہ گھر ہیں، مارکیٹ بھی ہے، وہاں جمعہ کا قیام کیا جا سکتا ہے یا نہیں، لوگوں کو جمعہ پڑھنے کے لئے کچھ دور جانا پڑتا ہے اور راستہ خراب ہے اس محلّہ کی مسجد میں کم از کم چار صف نمازیوں کی ہو جائیں گی؟

فقط: والسلام

المستفتی: نور مسجد، مجنوں والا روڈ، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: دیوبند بڑا قصبہ ہے جمعہ وہاں پر درست ہے اس لیے مذکورہ فی السوال محلّہ کی مسجد میں حسب ضرورت جمعہ کا قیام درست ہے۔[2]

الجواب صحیح:　　فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ　　**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۴/۷/۹ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند　　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) وفي الفتاوىٰ الغياثية، وصلى الجمعة في قرية بغير مسجد جامع والقرى كبيرة لها قرى، وفيها والٍ وحاكم جازت الجمعة بنوا المسجد، أو لم يبنوا: وهو قول أبي قاسم الصفار وهذا أقرب الأقاويل إلى الصواب انتهىٰ، وهو ليس ببعيد مما قبله، والمسجد الجامع ليس بشرط، وهذا أجمعوا على جواز ها بالمصلى في فناء المصر وهو ما اتصل بالمصر معد المصالحة. (إبراهيم، الحلبي الكبيري، ''كتاب الصلاة: فصل: في الجمعة'': دارالکتاب دیوبند، ص: ۵۴۷)

أو المحل الذي يصلي فيه بأصحابه لم يجز، وإن أذن للناس بالدخول فيه صحت؛ ولكن لم يقض حق المسجد الجامع فيكره، ولم يذكر في الهداية هذا الشرط؛ لأنه غير مذكور في ظاهر الرواية. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'' ص: ۵۱۰)

(۲) وتصح إقامة الجمعة في مواضع كثيرة بالمصر وفناءه. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'' ص: ۵۰۶)

وتوذّى في مصر واحد بمواضع كثيرة. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج ۳، ص: ۱۵)

چار ہزار کی آبادی میں جمعہ

(۲۱) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ہمارے گاؤں کی آبادی تقریبا تین سے چار ہزار تک ہے اب تک گاؤں والے تقریباً چار کیلو میٹر چل کر نماز پڑھتے تھے اور کمزور لوگوں کو رمضان میں بے حد پریشانی ہوتی تھی۔

اب گاؤں والے گاؤں میں جو مسجد موجود ہے جو تقریبا پچاس ساٹھ سال پرانی ہے اس میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت چاہتے ہیں مسئلہ کی جو بھی صورت ہو اس کی روشنی میں اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ گاؤں والوں جن میں بوڑھے اور بیمار اور معذور لوگ بھی شامل ہیں ان کو سہولت ہو سکے۔ امید کہ اس درخواست پر ہمدردانہ غور فرما کر مسئلہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں گے، گاؤں کی صورت حال الگ کاغذ میں مذکور ہے۔

فقط: والسلام
المستفتی: گلفام، باغپت

الجواب وبالله التوفيق: اقامت جمعہ کے لیے بنیادی شرط بڑی آبادی کا ہونا ہے، ایک ایسی آبادی جہاں ضروریات کی تمام چیزیں ملتی ہوں، مثلاً: ڈاکخانہ، میڈیکل وغیرہ۔ حضرات اہل علم نے تین ہزار یا اس کے آس پاس کی آبادی کو بڑی آبادی شمار کیا ہے، اتنی بڑی آبادی میں جمعہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ سوال میں جو صورت حال بیان کی گئی ہے اگر وہ واقع کے مطابق ہے تو اس میں جمعہ قائم کیے جانے کی گنجائش ہے۔

’’(ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: المصر، الثاني: ...... (السلطان) والثالث: وقت الظهر، والرابع: الخطبة فيه، والخامس: (كونها قبلها)، والسادس: (الجماعة)، والسابع: (الإذن العام)‘‘[۱]

’’عن علي رضي الله عنه قال: لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع وكان يعد الأمصار: البصرة و الكوفة والمدينة والبحرين‘‘[۲]

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘: ج ۳، ص: ۵ تا ۲۵۔
(۲) المصنف لعبدالرزاق، ’’كتاب الصلاة، كتاب الجمعة: باب القرى الصغار‘‘: ج ۳، ص: ۱۶۸، رقم: ۵۱۷۷۔

”وفي التاتارخانية: ثم ظاهر رواية أصحابنا لا تجب إلا على من يسكن المصر أو ما يتصل به، فلا تجب على أهل السواد ولو قريباً وهذا أصح ما قيل فيه و به جزم في التجنيس“(۱)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۲/۱۰/۲۶ھ)

کیا مسافر شخص جمعہ کی امامت کرسکتا ہے؟

(۲۲)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
ایک شخص کا کہنا ہے کہ مسافر پر جمعہ کی نماز نہیں ہے، اگر وہ مسافر شخص نمازِ جمعہ کی امامت کرتا ہے، تو اس کی امامت میں ادا کی گئی جمعہ کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اگر درست ہوگی تو کیا اس کی کوئی دلیل شریعت مطہرہ میں موجود ہے؟ نیز کیا مسافر پر جمعہ کی نماز فرض ہے؟ امید ہے کہ مدلل جواب دینے کی زحمت گوارہ کریں گے۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ریحان، تمل ناڈو

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں لوگوں کا یہ کہنا کہ مسافر پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے اس لیے اس کی امامت بھی درست نہیں ہے، یہ صحیح نہیں ہے چوں کہ جمعہ کی نماز اگر چہ دفع حرج کی وجہ سے مسافر پر لازم اور ضروری نہیں ہے؛ تاہم اگر کوئی مسافر جمعہ کی نماز پڑھ لیتا ہے، تو اس نماز کا پڑھنا اس مسافر شخص کے لیے درست اور جائز ہے، جیسا کہ رمضان المبارک میں مسافر پر حالتِ سفر میں روزہ رکھنا فرض نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص سفر میں روزہ رکھ لے تو روزہ رکھنا

(۱) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة“: ج ۳، ص: ۲۷۔

صحیح ہے؛ اسی طرح اگر مسافر جمعہ ادا کر لے تو جمعہ ادا ہو جاتا ہے؛ بلکہ عزیمت پر عمل ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی مسافر جمعہ کی امامت کرتا ہے تو اس کی امامت درست ہے اور اس کی اقتداء میں جن لوگوں نے نمازِ جمعہ ادا کی ہے سب کی نماز بلا کراہت درست ہوگئی؛ اس لیے کہ امامتِ جمعہ کے لیے مقیم ہونا شرط نہیں ہے، جس طرح مقیم شخص کے لیے امامت کی شرائط موجود ہونے کی صورت میں نماز درست ہو جاتی ہے اسی طرح مسافر شخص کے لیے بھی درست ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

''قوله: (ومن لا جمعة عليه إن أداها جاز عن فرض الوقت)؛ لأنهم تحملوه فصاروا كالمسافر إذا صام''(۱)

أيضاً:

''قوله: (وللمسافر والعبد والمريض أن يؤم فيها) أي في الجمعة''(۲)

تبیین الحقائق میں مذکور ہے:

''قال رحمه الله: (ومن لا جمعة عليه إن أداها جاز عن فرض الوقت)؛ لأن السقوط لأجله تخفيفا فإذا تحمله جاز عن فرض الوقت كالمسافر إذا صام''(۳)

فتاویٰ ہندیہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے:

''ويجوز للمسافر والعبد والمريض أن يؤموا في الجمعة، كذا في القدوري''(۴)

قدوری کی شرح اللباب میں ہے:

''(ويجوز للمسافر والعبد والمريض ونحوهم) خلا إمرأة (أن يؤم في الجمعة)

---

(۱) ابن نجيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة'': دار الکتاب، دیوبند، ج ۲، ص: ۲۶۶

(۲) أيضاً:

(۳) تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشلبي، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': مکتبہ زکریا دیوبند، ج ۱، ص: ۵۳۳

(۴) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة'': ج ۱، ص: ۲۰۹.

لأن عدم وجوبها عليهم رخصة لهم دفعاً للحرج؛فإذا حضروا تقع فرضاً"(۱)

علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے:

"(ويصلح للإمامة فيها من صلح لغيرها، فجازت لمسافر وعبد ومريض، وتنعقد) الجمعة (بهم) أي بحضورهم"(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عارف قاسمی

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۲۲/۱۲/۱۴۴۲ھ)

قریہ صغیرہ میں جمعہ کا حکم

(۲۳)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

ایک بستی میں لگ بھگ ۲۵ر گھر ہیں جو کہ ہاؤرا ندی کے کنارے جنگل میں بسی ہے وہاں پر گدی اور گھوسی رہتے ہیں ان لوگوں نے اپنے گاؤں میں ایک مسجد تعمیر کی ہے جس میں نماز پڑھتے ہیں اور جمعہ کی نماز بھی ادا کرتے ہیں اس بستی سے دوسری بستی جہاں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے وہ لگ بھگ چھ کلومیٹر دور پڑتی ہے اس لئے مرد اپنے گاؤں ہی میں جمعہ کی نماز ادا کر لیتے ہیں کیا ان حضرات کی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: نبی احمد، لکھیم پور کھیری

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ ۲۵ر گھروں کا گاؤں بہت چھوٹا گاؤں ہے نماز جمعہ اس میں جائز نہیں ہے وہاں کے لوگوں کو چاہئے کہ نماز جمعہ کے بجائے نماز ظہر باجماعت ادا کریں ورنہ تو نماز ظہر ان کے ذمہ پر واجب رہے گی۔

---

(۱)عبدالغني الغنيمي، اللباب في شرح الكتاب، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة": ج۱،ص:۱۲۰،دارالعلم، دیوبند.

(۲)الحصكفي،الدر المختار مع رد المحتار،"كتاب الصلاة:باب الجمعة": ج۳،ص:۳۰.

"تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق"(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴/۱۰/۱۴۴۱ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

قریہ کبیرہ میں جمعہ وعیدین کا حکم

(۲۴)**سوال**: موضع مان ہیڑی کی کل آبادی ۳۵۰۰ ہے، ووٹ گیارہ سو ہیں، سرکاری اسکول ۳ ہیں، مسجدیں ۲، ایک مسجد تو اتنی بڑی ہے کہ ہزاروں نمازی آجاتے ہیں، مٹھائی، پرچون کی دکانیں ۱۵ عدد، ڈاکٹروں کی ۵ عدد، فون والیس ٹی ڈی کل ملا کر گاؤں میں ۲۵/ہیں، کپڑے کی دکانیں ۵/عدد ہیں، کولھو ایک، بجلی کے سامان کی دکان ۲/عدد ہیں، چائے کے ہوٹل دو، سنار کی ایک دکان، دینیات اور اسکول کی کتابوں کی دکان، پلاسٹک کے جوتے چپل کی دکانیں کئی ہیں، گاؤں میں اکثر سیل لگتی ہے، تمام گلیوں اور سڑکوں پر کھرنجہ لگا ہوا ہے پختہ روڈ بھی ہے جس پر سواریاں چلتی ہیں، جس کی سہولت ہر وقت ہے، ذمہ داران نے حضرت مولانا مفتی محمد عمران صاحب اور حضرت مولانا فرید الدین صاحب کو مدعو کیا ان حضرات نے معائنہ کے بعد نماز جمعہ وعیدین کی اجازت دی اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو بڑی مسجد میں نماز جمعہ پڑھائی، مذکورہ حضرات نے معائنہ کرکے نماز کی اجازت دی ہے آپ حضرات سے مزید تصدیق وتوثیق کی ضرورت ہے۔

خلاصۂ معائنہ: ہم لوگوں نے معائنہ کیا اور مذکورہ تمام باتوں کو صحیح اور درست پایا، ہماری نظر

---

(۱)ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳،ص:۶.

قوله: (وفي القهستاني الخ)......وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب، كما في المضمرات. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳،ص:۷)

عن علي رضي الله عنه قال: لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر. (ظفر أحمد العثماني التهانوي، إعلاء السنن، "كتاب الصلاة:باب الجمعة" مكتبہ اشرفیہ، دیوبند: ج۸،ص:۵۹)

میں مذکورہ موضع قریہ کبیرہ ہے، اس میں ہم نے بعد نماز جمعہ وعیدین کی اجازت دیکر نماز جمعہ ادا کرائی۔

فقط: والسلام

المستفتی: حاجی محمد احسان، مان ہیڑی، ضلع: سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال علماء کرام کے معائنہ کی روشنی میں مذکورہ بستی میں نماز جمعہ وعیدین کا قیام درست ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۶/۷/۱۴۲۶ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

بارہ ہزار آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

(۲۵) **سوال:** دیوبند ہی سے متصل ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً بارہ ہزار ہے ضروریات زندگی ہر دن ملتی ہیں حکیم، ڈاکٹر اور اسکول وغیرہ سب کچھ ہے اس جگہ جمعہ درست ہے یا نہیں؟ ہم لوگ مسجد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔ نماز جمعہ کس جگہ ادا کریں؟

فقط: والسلام

المستفتی: شمیم احمد، متصل: دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: حالات وکیفیات مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ گاؤں قریہ کبیرہ ہے جس کی آبادی بارہ ہزار ہے پس ایسے گاؤں میں نماز جمعہ واجب ہے گاؤں کے لوگوں کو چاہئے کہ مسجد بننے تک کسی خاص جگہ کا انتظام کر کے اپنی تمام نمازیں اور جمعہ ادا کرنے کا اہتمام کریں۔

"وتقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق" (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۵/۸/۱۴۰۶ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق. (ابن عابدين، ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

گاؤں کے لوگوں کا شہر میں جمعہ پڑھنا

(۲۶) **سوال**: ایک گاؤں میں نماز جمعہ نہیں ہوتی وہاں کے لوگوں پر شہر میں آکر جمعہ کی نماز وعیدین پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: منشی منیر الدین، دہرادون

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ گاؤں والوں پر شہر میں آکر نماز جمعہ پڑھنا ضروری نہیں ہے اور نہ آنے سے وہ گناہ گار نہیں ہوں گے۔ بلکہ وہ اپنے ہی گاؤں میں رہتے ہوئے نماز ظہر باجماعت ادا کریں البتہ اگر کسی کام سے شہر میں آجائیں اور نماز جمعہ پڑھ لیں تو بہتر ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۰/۹/۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......رد المحتار على الدر المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳،ص:۶)

عن علي رضي الله عنه قال: لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر. (ظفر أحمد العثماني التهانوي، إعلاء السنن، "كتاب الصلاة:باب الجمعة": ج۸،ص:۵۹)

(۲) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳،ص:۶.

وأن تكون الإقامة (بمصر) خرج به المقيم بقرية لقوله عليه السلام: الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة؛ إلا أربعة مملوك أو امرأة أو صبي أو مريض وفي البخاري: إلا على صبي أو مملوك أو مسافر ولقوله عليه السلام: لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا أضحى إلا في مصر جامع أو مدنية عظيمة. (أحمد بن إسماعيل،حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ص:۵۰۴)

عن علي رضي الله عنه قال: لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر. (ظفر أحمد العثماني التهانوي، إعلاء السنن، "كتاب الصلاة:باب الجمعة": ج۸،ص:۵۹)

قوله:(وفي القهستاني الخ)......وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب،كذا في المضمرات. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳،ص:۷)

(۱) قوله: (وفي القهستاني الخ)......وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

بستی کے لوگوں کا جمعہ کے بجائے ظہر پڑھنا

(۲۷)**سوال**: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں: اگر بستی کے لوگ جمعہ کی نماز واجب ہونے کے باوجود ظہر پڑھیں تو کیا وہ لوگ گنہگار ہوں گے؟

فقط: والسلام
المستفتی: سہیل احمد، لکھنؤ

الجواب وبالله التوفيق: شرائط پائی جائیں اور جمعہ واجب ہو تو جمعہ کی نماز بلا کسی عذر شرعی کے ترک کرنا گناہ ہے۔ البتہ اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھی تو ظہر کی نماز ادا ہو جائے گی، اور جمعہ ترک کرنے کا گناہ ہوگا۔

”قوله: (كما حققه الكمال)......ومن صلى الظهر يوم الجمعة في منزله ولا عذر له كره، وجازت صلاته وإنما أراد حرم عليه وصحت الظهر لما سيأتي قوله: (آكد من الظهر) أي لأنه ورد فيهامن التهديد مالم يرد في الظهر، من ذلك قوله صلى الله عليه وسلم:من ترك الجمعة ثلاث مرات من غير ضرورة طبع الله على قلبه رواه أحمد والحاكم وصححه، فيعاقب على تركها أشد من الظهر“[1]

”(وكره)تحريمًا(لمعذور ومسجون)ومسافر (أداء ظهر بجماعة في مصر) قبل الجمعة وبعدها لتقليل الجماعة وصورة المعارضة،وأفاد أن المساجد تغلق يوم الجمعة إلا الجامع،(وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة) فإنهم يصلون الظهر بغير

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

”كتاب الصلاة: باب الجمعة“:ج۳،ص:۷)

ومن لا تجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادي لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة بأذان وإقامة. (جماعة من علماء الهند،الفتاویٰ الهندية،”كتاب الصلاة:الباب السادس عشر:في صلاة الجمعة“: ج۱،ص:۲۰۵)

قوله: (في مصر) بخلاف القرى لأنه لا جمعة عليهم، ......وفي المعراج عن المجتبى:من لا تجب عليهم الجمعة لبعد الموضع صلوا الظهر بجماعة. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة“:ج۳،ص:۳۳،۳۲)

(۱)ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“:ج۳،ص:۴.

أذان ولا إقامة ولا جماعة"[1]

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۱/۲۱ھ)

شہر سے باہر جمعہ قائم کرنا

(۲۸) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
ایسا کالج جو شہر سے باہر ہے شہر کی حدود میں بھی نہیں ہے جہاں پر طلبہ پانچوں وقت کی نماز ایک خاص کمرے میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، کالج کی انتظامیہ کی طرف سے اذن عام بھی ہے تو کیا جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد صفوان، ہردوئی

الجواب وبالله التوفيق: شہر سے باہر ایسی جگہ جمعہ کی نماز قائم کرنا درست نہیں ہے۔ کالج کے طلبہ کے لیے اگر ممکن ہو تو شہر جا کر جمعہ کی نماز ادا کرلیں، اور اگر شہر جانا ممکن نہ ہو تو کالج کے اسی کمرہ میں جہاں پنج وقتہ نماز ہوتی ہے وہیں نمازِ ظہر ادا کرلیں؛ ایسے لوگوں پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔ نماز جمعہ کے لیے شہر، قصبہ یا بڑے گاؤں کا ہونا ضروری ہے، چھوٹے گاؤں یا جنگل میں جمعہ کی نماز قائم کرنا درست نہیں۔

"ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها) وعليه فتوى أكثر الفقهاء، مجتبى؛ لظهور التواني في الأحكام، وظاهر المذهب أنه كل موضع له أمير وقاض يقدر على إقامة الحدود كما حررناه فيما علقناه على الملتقى. وفي القهستاني: إذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق إذن بالجمعة

(۱) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة": ج۳، ص: ۳۲،۳۳.

اتفاقا على ما قاله السرخسي وإذا اتصل به الحكم صار مجمعاً عليه فليحفظ''(۱)

''وروي عن أبي حنيفة رحمه الله:أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق،وفيها والٍ يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه أو علم غيره،والناس يرجعون إليه في الحوادث، و هو الأصح''(۲)

''قوله: (وفي القهستاني الخ) تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق،......وفيما ذكرنا إشارة إلى أنها لاتجوز في الصغيرة''(۳)

''لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبر وخطيب،كمافي المضمرات''(۴)

''عن علي رضي الله عنه أنه قال:لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر''(۵)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۹/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحيح:
محمد احسان قاسمی، محمد امانت قاسمی
محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

شہر سے متصل گاؤں میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۲۹)**سوال:** شہر سے باہر کچھ گھر آباد ہیں لیکن شہر سے بالکل متصل ہیں، شہر کی بعض فیکٹریاں بھی وہاں پر ہیں اور ایک دو مارکیٹ بھی ہیں وہاں ہماری ایک مسجد ہے تو وہاں پر جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟ جب کہ کئی سال سے وہاں پر جمعہ ہو رہا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عرفان، پنجاب

---

(۱)الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'':ج۳،ص:۵،۶،۷.

(۲)الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ''كتاب الصلاة: فصل: في بيان شرائط الجمعة'': ج۱،ص:۵۸۵، دار الکتاب، دیوبند.

(۳)ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'':ج۳،ص:۶،۷.

(۴)أيضاً.

(۵)ظفر أحمد عثماني التهانوي،إعلاء السنن،''كتاب الصلاة:باب الجمعة'':ج۸،ص:۳۸.

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شہر کے حدود میں جمعہ پڑھیں تو صحیح ہے شہر کے متصل جو دیہات ہیں ان میں درست نہیں حدود شہر سے مراد فناء شہر ہے کہ فناء شہر جہاں پر شہر کے کاروبار وغیرہ ہوتے ہوں وہاں پر بھی جمعہ جائز ہے اس لیے کہ عرف میں اس کو شہر یا شہر کا ایک محلہ ہی تصور کیا جاتا ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۱۵/۱۲/۲۰ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

شہر میں آبادی کم ہونے کے بعد جمعہ کا حکم

(۳۰) سوال: جو جگہ پہلے شہر ہو اور اب آبادی کم ہو کر ڈیڑھ ہزار لوگ رہ گئے ہوں تو اب وہاں پر جمعہ پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں، جب کہ پہلے سے وہاں نماز جمعہ ہو رہی ہے اور بازار وغیرہ پہلے جیسے ہی ہیں صرف آبادی کی کمی ہوگئی ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ماسٹر شمیم احمد، جوالاپور

الجواب وباللہ التوفیق: قریہ کبیرہ جس میں بازار ہوں وہ مثل قصبہ کے ہے اور مصر کی شان اس میں پائی جاتی ہے۔ پس جو بستی پہلے بڑا شہر ہو اور اب اس میں دو ڈیڑھ ہزار لوگ ہی رہ گئے ہوں اور بازار کی حالت پہلے جیسی ہی ہو، تو اس بستی میں جمعہ واجب ہے وہ درحقیقت قصبہ ہے

---

(۱) (ويشترط لصحتها) سبعة أشياء الأول: (المصر)...... (أو فناءه) وهو ما حوله اتصل به) أولا كما حرره ابن الكمال وغيره (لأجل مصالحه)، كدفن الموتى ركض الخيل، والمحتار للفتوى تقديره بفرسخ، ذكره الولو الجي. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة''، ج۳، ص:۵ تا ۷)

(ويشترط لصحتها) أي صلاة الجمعة (ستة أشياء) الأول: (المصر أو فناءه) سواء مصلى العيد وغيره؛ لأنه بمنزلة المصر في حق حوائج أهله. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة''، ص:۵۰۶)

نماز جمعہ وہاں پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس میں شک نہ کریں۔[۱]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۹/۶/۱۴۱۹ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جیل میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۳۱) **سوال:** شہر کی جیل میں جہاں پر عام آدمیوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے وہاں پر قیدی نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ محمد مستقیم، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وہ جیل شہر یا فنائے شہر میں واقع ہے اور اس جیل کے تمام مسلمان کو اس جگہ آ کر جمعہ پڑھنے کی اجازت ہو تو وہاں جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے۔[۲]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی **کتبہ:** محمد عمران، گنگوہی

امانت علی قاسمی، محمد اسعد قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) قولہ: (وفي القهستاني الخ)...... وعبارة القهستاني تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج۳، ص:۶)

(ويشترط لصحتها)، أي صلاة الجمعة (ستة أشياء) الأول: (المصر أو فناءه) الخ. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ص:۵۰۶)

(۲) ثم لو جوبها شرائط في المصلي، وهي الحرية، والذكورة والإقامة، والصحة، كذا في الكافي، والقدرة على المشي، كذا في البحر الرائق والبصر. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة'': ج۱، ص:۲۰۵)

وشرط لا فتراضها إقامة بمصر...... وحرية...... وذكورة...... وعدم حبس. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج۳، ص:۲۶ تا ۲۹)

وكره للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة في المصر يومها. (نور الإيضاح، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ص:۱۱۸، مكتبة الاسعدى، سہارنپور)

کیا نماز جمعہ کارخانہ میں پڑھ سکتے ہیں

(۳۲)**سوال:** ہم کارخانہ میں نماز جمعہ پڑھتے ہیں کیوں کہ شہر کی جامع مسجد کافی دور ہے تو کیا یہ جائز ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: مسیح الزماں، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے مسجد شرط نہیں ہے؛ بلکہ شہر وفناء شہر یا قصبہ یا بڑے گاؤں میں کہیں پر بھی نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں اور ایسے ہی کھلے میدان میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ امام کے علاوہ کم از کم تین مقتدی ہوں اور خطبہ جمعہ بھی ہو اور وہاں پر آنے کے لیے عام لوگوں کو اجازت ہو اگر آپ کے کارخانہ میں یہ تینوں باتیں ہیں تو نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۹/۱۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

ڈیڑھ ہزار کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا

(۳۳)**سوال:** موضع ماجرہ میں ۲۲/ سال سے جمعہ ہو رہا ہے اس کی آبادی ڈیڑھ ہزار ہے ضرورت کی چیزیں اکثر مل جاتی ہیں قربانی بھی ہوتی ہے مدرسہ بھی ہے۔ آس پاس سب غیر مسلم آباد

(۱) والمسجد الجامع لیس بشرط، لهذا أجمعو علی جوازها بالمصلیٰ في فناء المصر. (إبراهیم الحلبي الکبیري، ''کتاب الصلاة: باب الجمعة''، ص: ۵۵۱)

(و) الخامس من شروط صحة الجمعة (الإذن العام) الخ. (أحمد بن إسماعیل، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ''کتاب الصلاة: باب الجمعة''، ص: ۵۱۰)

(و) السادس (الجماعة) وأقلها ثلاثة رجال (ولو غیر الثلاثة الذین حضروا الخطبة (سوی الإمام) بالنص؛ لأنه لا بد من الذاکر، وهو الخطیب وثلاثة سواه بنص، ﴿فاسعوا إلی ذکر اللّٰه﴾ (سورة الجمعة: ۹). (الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب الجمعة''، ج ۳، ص: ۲۴)

ہیں تو اس نازک دور میں اس جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یامین، ناگل

الجواب وبالله التوفيق: آبادی جو تحریر میں لکھی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھوٹا گاؤں ہے؛ لیکن سوال میں بعض باتیں اس گاؤں کی ترقی کی بھی درج ہیں؛ اس لیے صورت مشکوک بن گئی ہے؛ بہر حال چھوٹے گاؤں میں جمعہ وعیدین جائز نہیں ہے؛ اس لیے بہتر یہ ہے کہ معائنہ کرالیا جائے اور کسی معتمد عالم اور مفتی کو بلا کر گاؤں کا گشت کرالیں اور نشیب وفراز سمجھا دیں، اس کے بعد وہ حضرات شریعت کی روشنی میں جو بھی فیصلہ کریں اس پر عمل کیا جائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۷/۷/۱۴۱۳ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

جمعہ کی شرائط نہ پائے جانے کے باوجود جمعہ قائم کرنا

(۳۴) **سوال:** علاقہ چلپہ مقام چنگا میں عرصۂ دراز سے نماز جمعہ ہوتی ہے، جب کہ جملہ شرائط نہیں پائی جاتی ہیں اور آس پاس کے گاؤں والے بھی اس مسجد میں نماز پڑھنے آجاتے ہیں تقریباً ۶، ۷ رکلو میٹر کے فاصلہ پر جہاں چند گنے چنے گھر ہیں ان لوگوں نے اپنی مسجد الگ بنا کر نماز جمعہ قائم کرلی ہے جب کہ جملہ شرائط مفقود ہیں اس جگہ پہونچ کر نماز جمعہ ادا کرے یا ظہر۔

فقط: والسلام
المستفتی: شوکت علی کشمیری، ضلع ڈوڈہ

---

(۱) قوله: (وفي القهستاني الخ) تائيد للمتن، وعبارة القهستاني تقع فرضاً في القصبات والقرىٰ الكبيرة فيها أسواق ...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳، ص:۶و۷)

منها: المصر هكذا في الكافي، والمصر في ظاهر الرواية الموضع التي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود، وينفد الأحكام، وبلغت أبنيته أبنية منى، هكذا في الظهيرية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة": ج۱، ص:۲۰۵)

الجواب وبالله التوفيق: جس جگہ شرائط جمعہ نہ پائی جائیں اس جگہ کے رہنے والوں پر نماز جمعہ نہ واجب ہے اور نہ ان کے لیے جائز ہے بلکہ ان پر نماز ظہر فرض ہے وہ اپنا فریضہ ظہر پورا کریں اور جہاں پر ایک عرصہ دراز سے نماز جمعہ ہو رہی ہے اور بند کرنے میں اختلافات اور جھگڑوں کا قوی اندیشہ ہے تو وہ اس کو بند نہ کریں کہ اس میں گنجائش ہے۔ اور جس جگہ چند گھروں نے مل کر نماز جمعہ ابھی قائم کر لی ہے ان حضرات کو چاہیے کہ فوراً اس کو ترک کر دیں اور اپنی نماز ظہر ادا کریں کہ وہ ان پر فرض ہے؛ اس لیے بغیر ظہر پڑھے فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ اور جس جگہ شرعاً نماز جمعہ جائز نہ ہو وہاں پر دوسرے باہر کے آنے والے نماز جمعہ میں شریک نہ ہوں بلکہ اپنی نماز ظہر ہی ادا کریں۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۶/۱۲/۱۴۰۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) (لا تصح الجمعة إلا في مصر جامع، أو في مصلى المصر، ولا تجوز في القرى) لقوله عليه الصلاة والسلام: لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحىٰ إلا في مصر جامع. (ابن الهمام، فتح القدير، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة''، ج۲، ص:۴۷، ۴۸)

ولأدائها شرائط في غير المصلي منها: المصر هكذا في الكافي...... ومنها: السلطان عادلا كان أو جائراً، هكذا في التتارخانية...... ومنها: وقت الظهر حتى لو خرج وقت الظهر في خلال الصلاة تفسد الجمعة...... ومنها: الخطبة قبلها حتى لو صلوا بلا خطبة، أو خطب قبل الوقت لم يجز، كذا في الكافي...... ومنها: الجماعة، وأقلها ثلاثة سوى الإمام، كذا في التبيين...... ومنها: الإذن العام وهو أن تفتح أبواب الجامع فيؤذن للناس كافة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة''، ج۱، ص:۲۰۵ تا ۲۰۹)

(ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها) وعليه فتوىٰ أكثر الفقهاء، مجتبى: لظهور التواني في الأحكام، وظاهر المذهب أنه كل موضع له أمير وقاض يقدر على إقامة الحدود كما حررناه فيما علقناه على الملتقى. وفي القهستاني: إذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق إذن بالجمعة اتفاقاً على ما قاله السرخسي، وإذا اتصل به الحكم صار مجمعاً عليه فليحفظ. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة''، ج۳، ص:۵ تا ۷)

مسافرین جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳۵) **سوال:** اکثر لوگ دور دور گاؤں سے نماز جمعہ ادا کرنے آتے ہیں، بعض مرتبہ نماز جمعہ کا وقت راستہ ہی میں ہو جاتا ہے، چوں کہ کافی دور ہے، تو یہ لوگ وہاں نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، یا نماز ظہر قصر پڑھیں گے یا اس جگہ جہاں جمعہ ہوتا ہے اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: مولوی اظہر، مدن پورہ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسے مسافرین جن پر قصر واجب ہے، اگر وہ کسی ایسی آبادی سے (جس میں جمعہ واجب ہے) گزریں اور اس آبادی کی کسی مسجد میں نماز جمعہ دوسروں کے ساتھ مل کر یا خود پڑھیں تو جائز ہے اور اگر کسی علیحدہ جگہ (بشرطیکہ اس آبادی میں ہو کہ جس میں نماز جمعہ واجب ہو) پر نماز جمعہ ادا کریں، تو بھی جائز ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۰۸/۸/۲ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

پانچ ہزار کی آبادی میں جمعہ کی نماز

(۳۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس سوال کے بارے میں: ہمارے گاؤں کی

(۱) قولہ: (وفي البحر الخ) ...... إن الظهر لهم رخصة فدل على أن الجمعة عزيمة وهي أفضل الخ. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج۳، ص:۳۰)

و (كره) تحريماً (لمعذور ومسجون) ومسافر (أداء ظهر بجماعة في مصر) قبل الجمعة وبعدها، كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة“: ج۳، ص:۳۲)

ويجوز للمسافر والعبد والمريض أن يؤموا في الجمعة، كذا في القدوري. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة“: ج۱، ص:۲۰۹)

(ويجوز للمسافر والعبد والمريض ونحوهم) خلا امرأة (أن يؤم في الجمعة)؛ لأن عدم وجوبها عليهم رخصة لهم دفعاً للحرج؛ فإذا حضروا تقع فرضاً. (اللباب في شرح الكتاب، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة“: ج۱، ص:۱۲۰)

آبادی تقریباً ۵۰۰۰/ ہے اور ۱۲/ محلّہ کا گاوں ہے اور گاوں کی آبادی کے اندر کئی پرچون کی دکانیں ہیں اور گاوں کی آبادی سے ۵۰۰/ میٹر کی دوری پر بازار ہے جہاں پر پرچون، کپڑے، جنرل اسٹور، میڈیکل اسٹور، حلوائی اور سبزی وغیرہ کی دکانیں ہیں، نیز ایک بینک بھی ہے، صراف کی بھی دکان ہے یہاں پر ضرورت کی ہر چیز ملتی ہے، تو کیا ایسے گاوں میں جمعہ کی نماز جائز ہوگی؟

فقط: والسلام
المستفتی: احمد سہیل، دربھنگہ

الجواب وباللہ التوفیق: اتنی بڑی آبادی والا گاؤں قریہ کبیرہ ہے اور اس میں جمعہ کی نماز قائم کرنا درست ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۷/۵: ۱۴۳۸ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

سات ہزار کی آبادی میں جمعہ

(۳۷) **سوال:** ہمارے گاوں کی آبادی سات ہزار ہے بارہ پوروے کا گاوں ہے اس میں ایک سو پندرہ گھر مسلم ہیں تین مسجد، ایک دینی مکتب، چار پرائمری اسکول اور ایک میڈل اسکول ہے اور گاؤں سے دوسو بیس میٹر کی دوری پر بازار ہے جہاں پر ساٹھ سے زیادہ مستقل دکانیں ہیں اور روزمرہ کی ضروریات کی سبھی چیزیں ملتی ہیں اور بینک آف بڑودہ کی شاخ اور ڈاکخانہ بھی ہے، تو گاؤں والوں پر

(۱) تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج ۳، ص: ۶)

قوله: (شرط ادائها المصر) أي شرط صحتها أن تودي في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفازة. (ابن نجيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة'': ج ۲، : ۲۴۵)

وروي عن أبي حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها والٍ يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه أو علم غيره، والناس يرجعون إليه في الحوادث وهو الأصح. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ''كتاب الصلاة: فصل: في بيان شرائط الجمعة'': ج ۱، ص: ۵۸۵)

جمعہ جائز ہوگا یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: احمد سہیل

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال، مذکورہ گاؤں ایک بڑا گاؤں ہے اور بڑے گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے۔ (۱)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی	**کتبہ:** محمد اسعد جلال قاسمی
محمد عمران گنگوہی	نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند	(۱۱/۶: ۱۴۳۸ھ)

جمعہ کے شرائط نہ ہونے کے باوجود جمعہ کی نماز پڑھ لی

(۳۸) **سوال:** اگر گاؤں کے لوگ گاؤں کی ہی مسجد میں جہاں پنج وقتہ نماز ہوتی ہے؛ لیکن جمعہ نہیں ہوتا ہے جمعہ کی نماز ادا کر لی تو نماز جمعہ ہوگئی یا بعد میں ظہر لوٹانا ہی ہوگی؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد حمزہ حسن، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: جن جگہوں پر جمعہ کے شرائط نہیں پائے جاتے ہیں وہاں

---

(۱) (لا تصح الجمعة إلا في مصر جامع، أو في مصلى المصر، ولا تجوز في القرى) لقوله عليه الصلاة والسلام: لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحىٰ إلا في مصر جامع. (ابن الهمام، فتح القدير، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة''، ج۲، ص: ۴۷، ۴۸)

ولأدائها شرائط في غير المصلى منها: المصر هكذا في الكافي ...... ومنها: السلطان عادلا كان أو جائراً، هكذا في التتارخانية ...... ومنها: وقت الظهر حتى لو خرج وقت الظهر في خلال الصلاة تفسد الجمعة ...... ومنها: الخطبة قبلها حتى لو صلوا بلا خطبة أو خطب قبل الوقت لم يجز، كذا في الكافي ...... ومنها: الجماعة وأقلها ثلاثة سوى الإمام، كذا في التبيين ...... ومنها: الإذن العام وهو أن تفتح أبواب الجامع فيؤذن للناس كافة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة''، ج۱، ص: ۲۰۵ تا ۲۰۹)

ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے، جمعہ کی نماز درست نہیں ہے اگر کسی نے جمعہ کی نماز پڑھ لی تو اس کی نماز نہیں ہوئی اس کو ظہر کی نماز لوٹانی ہوگی۔ (۱)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی	**کتبہ**: امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی	مفتی دار العلوم وقف دیوبند
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند	(۲۴/۱/۱۴۴۱ھ)

جمعہ کے شرائط

(۳۹) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی کیا شرطیں ہیں؟ اور عیدین کے نماز کی لیے کیا وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے نماز کے لیے ہیں، فقہ حنفی کے حوالے سے تفصیل کے ساتھ جواب مطلوب ہے۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد الیاس، جودھ پور، راجستھان

الجواب وبالله التوفيق: جمعہ کی سات شرطیں فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں (۱) مصر یعنی شہر یا بڑی آبادی کا ہونا (۲) سلطان (۳) ظہر کا وقت ہونا (۴) خطبہ کا ہونا (۵) خطبہ کا جمعہ سے پہلے ہونا (۶) جماعت (۷) اذن عام کا ہونا۔ عیدین میں بھی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ میں ہیں سوائے

---

(۱) (لا تصح الجمعة إلا في مصر جامع، أو في مصلى المصر، ولا تجوز في القرى) لقوله عليه الصلاة والسلام: لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحىٰ إلا في مصر جامع. (ابن الهمام، فتح القدير، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة“: ج ۲، ص: ۴۷، ۴۸)

ولأدائها شرائط في غير المصلى: منها: المصر، هكذا في الكافي...... ومنها: السلطان عادلا كان أو جائراً، هكذا في التتارخانية...... ومنها: وقت الظهر حتى لو خرج وقت الظهر في خلال الصلاة تفسد الجمعة...... ومنها: الخطبة قبلها حتى لو صلوا بلا خطبة أو خطب قبل الوقت لم يجز، كذا في الكافي...... ومنها: الجماعة وأقلها ثلاثة سوى الإمام، كذا في التبيين...... ومنها: الإذن العام وهو أن تفتح أبواب الجامع فيؤذن للناس كافة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة“: ج ۱، ص: ۲۰۵، ۲۰۹)

سلطان اور خطبہ کے۔ لیکن یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے بنیادی شرط بڑی آبادی کا ہونا ہے ایک ایسی آبادی جہاں ضروریات کی تمام چیزیں ملتی ہوں مثلاً ڈاکخانہ، میڈیکل وغیرہ۔ حضرات اہل علم نے تین ہزار یا اس کے آس پاس کی آبادی کو بڑی آبادی میں شمار کیا ہے، اتنی بڑی آبادی میں جمعہ قائم کیا جاسکتی ہے۔

”(يشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر)، الثاني: (السلطان)، والثالث: (وقت الظهر)، والرابع: (الخطبة فيه)، الخامس: (كونها قبلها)، السادس: (الجماعة)، السابع: (الإذن العام)“(۱)

”عن علي رضي الله عنه قال: لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع وكان يعد الأمصار: البصرة و الكوفة والمدينة والبحرين“(۲)

”وفي التاتارخانية: ثم ظاهر رواية أصحابنا لا تجب إلا على من يسكن المصر أو ما يتصل به، فلا تجب على أهل السواد ولو قريباً و هذا أصح ما قيل فيه و به جزم في التجنيس“(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۲/۲۵ /۱۴۴۰ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کے لیے اذن عام کی شرط

(۴۰) **سوال**: جمعہ میں اذن عام کی شرط ہے جب کہ موجودہ لاک ڈاؤن کے حالات میں تو مسجد میں بھی اذن عام نہیں ہے عام طور پر مسجد میں تالا لگا ہوا ہے اور چند افراد نماز پڑھتے ہیں تو

(۱) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج ۳، ص: ۵ تا ۲۵.
(۲) أخرجه عبد الرزاق في مصنفه، ”كتاب الصلاة، كتاب الجمعة: باب القرى الصغار“: ج ۳، ص: ۱۶۸، رقم: ۵۱۷۷.
(۳) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة“: ج ۳، ص: ۲۷.

مسجد میں بھی جمعہ نہیں ہونی چاہیے؟ نیز کیا موجودہ حالات میں گھروں میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: راشد، کلکتہ

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کے لیے اذن عام کی شرط ائمہ اربعہ میں سے صرف احناف کے یہاں ہے اور احناف کے یہاں بھی ظاہر الروایت نہیں ہے، اسی وجہ سے صاحب ہدایہ نے اس شرط کو ذکر نہیں کیا ہے، ہاں نوادر کی روایت کے مطابق اذن عام کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ موجودہ حالات میں حکومت کی طرف سے جو پانچ چھ سے زائد لوگوں کو منع کیا جارہا ہے یہ قانونی اور حکومتی پابندی کی بنا پر ہے اور ایسی ممانعت اذن عام کے منافی نہیں ہے کیوں کہ مقصد لوگوں کو نماز جمعہ سے روکنا نہیں ہے؛ بلکہ قانون شکنی کی صورت میں ہونے والی بڑی پریشانی سے بچنا ہے مساجد تو خدا کا گھر ہیں جہاں ہر حال میں اذن عام پایا جاتا ہے اس وقت اگر ناگزیر حالات کی بنا پر عام لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا جارہا ہے تو یہ درحقیقت نماز سے روکنا نہیں ہے بلکہ مضر صحت ہونے کی وجہ سے بھیڑ سے روکنا ہے اس سے مسجد کی نماز جمعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، اس لیے مسجد میں جمعہ کی نماز بلا کراہت درست ہے۔

جہاں تک مسئلہ ہے گھر میں اذن عام کا ہونا یا نہ ہونا، یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اگر کسی علاقے میں جمعہ کے شرائط پائے جاتے ہوں تو وہاں پر اذن عام کی اس درجہ شرط ضروری نہیں بلکہ اگر کسی وجہ سے عام لوگوں کو منع بھی کیا جائے تو بھی جمعہ کی نماز ہوجاتی ہے حضرات اکابر نے اس فیکٹری اور کمپنی میں نماز جمعہ کی اجازت دی ہے جس میں سیکیورٹی اور سامان کی حفاظت کی خاطر عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہیں ہے۔ چناں چہ امداد الفتاوی میں لکھا ہے کہ: اگر چھاؤنی میں جمعہ ادا کیا جائے تو جائز ہے گو چھاؤنی اور قلعے میں دوسرے لوگ نہ آسکتے ہوں؛ کیوں کہ مقصود نماز سے روکنا نہیں ہے بلکہ انتظام مقصود ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۴/۱/۱۴۴۱ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) مولانا أشرف علي تهانوي رحمة الله عليه، إمداد الفتاوی، ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

کمپنی میں جمعہ کی نماز

(۴۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
محترم مفتیان کرام ہم ۴/۵ ربندے ایک کمپنی میں کام کرتے ہیں اور آس پاس میں کوئی مسجد بھی نہیں ہے، جس میں جمعہ پڑھ سکوں، جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے کافی دور یعنی ۶/۵ رکلومیٹر جانا پڑتا ہے۔ دوسری بات آنے جانے کے لیے سواری کا انتظام بھی نہیں ہے بڑی پریشانی ہے۔ اور کمپنی والا اتنا وقت دیتا نہیں کہ اطمینان کے ساتھ جمعہ پڑھ سکوں، تو کیا ہم ۴/۵ ربندے مل کر کمپنی کے اندر ایک مناسب جگہ پر یا کمرے کے اندر جمعہ پڑھ سکتے ہیں؟ مدلل رہنمائی فرمائیں۔
نوٹ: یہ قصبہ شہر کی مانند ہے کافی آبادی ہیں ہر چیز کی سہولت بھی ہے، بس مسلمان کم ہیں اور مسجد نہیں ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد مشتاق عالم

الجواب وباللہ التوفیق: کمپنی چوں کہ شہر کی مانند جگہ پر واقع ہے جیسا کہ سوال میں صراحت ہے، اس لیے اس جگہ جمعہ کی نماز قائم کی جاسکتی ہے اور چار پانچ لوگ مل کر جمعہ کی نماز

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... ”کتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة والعيدين“: ج۱، ص:۶۱۰، زکریا، دیوبند۔
وشرط أدائها أيضاً الإذن العام من الإمام حتى لو غلق بابه وصلى باتباعه لا تجوز. (النهر الفائق، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: زکریا، دیوبند، ج۱، ص:۳۶۰)
ومنها: الإذن العام وهو أن تفتح أبواب الجامع فيؤذن للناس كافة حتى أن جماعة لو اجتمعوا في الجامع وأغلقوا أبواب المسجد على أنفسهم وجمعوا لم يجز. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة“: ج۱، ص:۲۰۹)
قال وإذا دخل القوم مسجداً قد صلى فيه أهله كرهت لهم أن يصلوا جماعة بأذان وإقامة ولكنهم يصلون وحداً بغير أذان وإقامة لحديث الحسن قال: كانت الصحابة إذا فاتتهم الجماعة فمنهم من اتبع الجماعات ومنهم من صلى في مسجده بغير أذان والإقامة. (سرخسي، المبسوط، ”كتاب الصلاة: باب الأذان“: ج۱، ص: ۲۸۰؛ وابن عابدين، رد المختار على الدر المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد“: ج۲، ص:۲۸۹)

پڑھ سکتے ہیں، بہتر ہے کہ ایسی جگہ جمعہ کا اہتمام کیا جائے کہ اگر کمپنی کے ملازمین کے علاوہ بھی کوئی آنا چاہے، تو آسکے تاکہ اذن عام کی شرط پر بھی اچھی طرح عمل ہو جائے۔

''السلطان إذا أراد أن يجمع بحشمه في داره فإن فتح باب الدار وأذن إذنا عاما جازت صلاته شهدها العامة أو لم يشهدوها، كذا في المحيط''(۱)

الجواب صحيح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی	**کتبہ**: امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی	مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند	(۲/۶: ۱۴۴۲ھ)

نمازیوں کی تعداد بڑھانے کی غرض سے جمعہ قائم کرنا

(۴۲) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ہمارا گاؤں سونمنی ٹولہ سیتامڑھی بہار میں ہے، مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جو پچاس گھروں پر مشتمل ہے جب کہ عام دنوں میں نمازیوں کی تعداد چار سے پانچ تک رہتی ہے اور لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر جمعہ قائم کی جائیں تو نمازیوں کی تعداد میں مزید اضافہ بھی ہونا ممکن ہے جب کہ وہاں کے صرف نماز ہی لوگ قریب کے ایک بستی میں جمعہ ابھی ادا کرتے ہیں جو تقریباً وہ بستی ڈیڑھ سے دو کلومیٹر پر واقع ہے؛ لیکن کبھی تو لوگ دوری، سردی، گرمی تو کبھی بارش کی وجہ سے وہاں جانے میں کافی پریشانی ہوتی ہے، لوگوں کو اور ہمارے گاؤں میں ضرورت کی اکثر وبیشتر چیزیں مل جاتی ہیں، کیا وہاں جمعہ کی نماز قائم ہوسکتی ہے؟ فتوی دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد مشتاق عالم

الجواب وباللہ التوفیق: اقامت جمعہ کے لیے بنیادی شرط بڑی آبادی کا ہونا ہے

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة''، ج۱، ص: ۲۰۹.

(وفاقدها) أي هذه الشروط أو بعضها (إن) اختار العزيمة و(صلاها وهو مكلف)...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

ایک ایسی آبادی جہاں ضروریات کی تمام چیزیں ملتی ہوں مثلاً: ڈاکخانہ، میڈیکل وغیرہ، حضرات اہل علم نے تین ہزار یا اس کے آس پاس کی آبادی کو بڑی آبادی شمار کیا ہے، اتنی بڑی آبادی میں جمعہ کی نماز قائم کی جاسکتی ہے۔ سوال میں جو صورت حال مذکور ہے، اس میں جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے۔ لوگوں میں نماز کی ترغیب کے لیے دوسرے طریقے استعمال کئے جائیں۔

''(يشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول (المصر)، الثاني: (السلطان)، والثالث: (وقت الظهر)، والرابع: (الخطبة فيه)، الخامس: (كونها قبلها)، السادس: (الجماعة)، السابع: (الإذن العام)''(۱)

''عن علي رضي الله عنه قال: لا جمعة ولا تشريق إلافي مصر جامع و كان يعد الأمصار: البصرة و الكوفة والمدينة و البحرين''(۲)

''وفي التاتارخانية: ثم ظاهر رواية أصحابنا لا تجب إلا على من يسكن المصر أو ما يتصل به، فلا تجب على أهل السواد ولو قريباً و هذا أصح ما قيل فيه و به جزم في التجنيس''(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۷/۸/۱۴۴۱ھ)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

بالغ عاقل (وقعت) فرضا عن الوقت لئلا يعود على موضوعه بالنقض وفي البحر: هي أفضل إلا للمرأة. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط الجمعة'': ج۳، ص: ۲۹)

(۱) ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج۳، ص: ۵تا۲۵.

(۲) أخرجه عبد الرزاق، في مصنفه، ''كتاب الصلاة، كتاب الجمعة: باب القرى الصغار'': ج۳، ص: ۱۶۸، رقم: ۵۱۷۷.

(۳) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة'': ج۳، ص: ۲۷.

بڑی آبادی سے سو میٹر کے فاصلہ پر جمعہ

(۴۳)**سوال**: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام علمائے عظام:

ایک مدرسہ ہے مع مسجد (جس میں ۷۰ر طلبہ ہیں) جو آبادی سے باہر ہے اور جامع مسجد سے ایک کیلو میٹر دوری پر واقع ہے اور مدرسہ کے اردگرد کوئی گھر نہیں ۱۰۰ر میٹر کے بعد دوسری بستی غیر مسلم کی شروع ہوتی ہے جہاں کافی آبادی ہے مجبوری یہ بھی ہے کہ مدرسہ مین روڈ سے بالکل متصل ہے اسی لیے طلبہ کو جمعہ کے لیے باہر نہیں نکلنے دیتے ہیں کیوں کہ حادثہ ہونے کا اندیشہ ہے تو کیا اس صورت میں مدرسہ کی مسجد میں جمعہ ادا کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ایک ہفتہ کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ہمیشہ کی بات ہے نیز یہ بھی بتادیں کہ مسلسل جمعہ کی نماز چھوڑ کر ظہر ادا کرے تو جمعہ کی ثواب سے محروم اور گناہ کے مرتکب نہیں ہوں گے برائے مہربانی جلد جواب دے کر شکریہ کا موقع فراہم کریں عین نوازش ہوگی۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد زاہد، سہرساوی

الجواب وبالله التوفيق: جمعہ شہر، قصبہ اور فناء شہر میں قائم کیا جاسکتا ہے، اگر مدرسہ غیر مسلم بستی سے صرف سو میٹر کے فاصلے پر ہے اور اُس بستی میں شرائط جمعہ موجود ہیں یعنی وہاں کی آبادی تین ہزار کے آس پاس ہے تو مذکورہ مدرسہ میں جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ وہ فناء شہر اور اس کے مضافات کے حکم میں ہے۔

”(فناؤه) بكسر الفاء (وهو ما) حوله (اتصل به) أولا، كما حرره ابن الكمال وغيره (لأجل مصالحه) كدفن الموتى وركض الخيل، والمختار للفتوى تقديره بفرسخ، ذكره الولوالجي“[1]

”(لاتصح الجمعة إلا في مصر جامع، أو في مصلى المصر، و لاتجوز في القرى)؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: لا جمعة و لا تشريق و لا فطر و لا أضحى إلا

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج ۳، ص: ۷.

في مصر جامع و المصر الجامع: كل موضع له أمير و قاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود، و هذا عند أبي يوسف رحمه الله، و عنه أنهم إذا اجتمعوا في أكبر مساجدهم لم يسعهم، و الأول اختيار الكرخي وهو الظاهر، والثاني اختيار الثلجي، و الحكم غير مقصور على المصلي؛ بل تجوز في جميع أفنية المصر؛ لأنها بمنزلته في حوائج أهله''[۱]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱/۱۱/۱۴۴۳ھ)

نابینا کا جمعہ پڑھنا یا پڑھانا:

(۴۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
کیا نابینا پر جمعہ کی نماز فرض ہے اور نابینا جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: شفیع الزماں، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: نابینا پر جمعہ کی فرضیت میں اختلاف ہے، حضرت امام ابوحنیفہ کے یہاں نابینا پر جمعہ فرض نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر کوئی نابینا کو مسجد تک لے جانے والا موجود ہو تو نابینا پر جمعہ کی نماز فرض ہے۔

''و السادس سلامة العينين فلا تجب على أعمى عند أبي حنيفة خلافا لهما إذا وجد قائدا يوصله وهي مسألة القادر بقدرة الغير''[۲]

نابینا شخص چوں کہ پاکی کا بہت زیادہ اہتمام نہیں کر پاتا ہے اس لیے اس کی امامت مکروہ ہے

(۱) ابن الهمام، فتح القدير''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة'': ج۲، ص:۴۷ تا ۵۱.
(۲) أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ص:۵۰۵.

لیکن اگر وہ سب سے افضل ہے اور طہارت کا اہتمام بھی کرتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں ہے اور جمعہ کی امامت کا بھی یہی حکم ہے۔

''وکره إمامة العبد إن لم يكن عالما تقيا والأعمى لعدم اهتدائه إلى القبلة وصون ثيابه عن الدنس وإن لم يوجد أفضل منه فلا كراهة''(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی **کتبہ:** امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند (۱۴۴۶/۱/۱۷ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۵ء)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گاؤں میں جمعہ پڑھنا ثابت ہے؟

(۴۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

جمعہ کی شرطوں میں ایک شرط شہر یا بڑی آبادی کا ہونا ہے، گاؤں میں حضرات فقہاء احناف جمعہ کو جائز قرار نہیں دیتے ہیں سوال یہ ہے کہ گاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: شفیع انور قاسمی، دہرادوں

الجواب وباللہ التوفیق: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے، جمعہ کی فرضیت مکہ میں ہو چکی تھی لیکن آپ نے وہاں جمعہ قائم نہیں کیا پھر ہجرت کے موقع پر آپ نے چودہ دن قبا میں قیام فرمایا جو کہ مدینہ کے قریب ایک گاؤں تھا جمعہ کی فرضیت ہو چکی تھی لیکن آپ نے قبا میں جمعہ کی نماز ادا نہیں کی، بلکہ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں جمعہ قائم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی مدینہ ہی میں جمعہ قائم کیا جاتا تھا، آس پاس کے دیہاتوں میں جمعہ قائم نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ مدینہ سے باہر بہت سی بستیوں کے لوگ مسلمان ہو گئے

---

(۱) أيضاً: ''فصل بيان الأحق بالإمامة''، ص: ۳۰۲.

تھے اور بہت سے علاقے فتح ہو گئے تھے، پھر بھی وہاں جمعہ قائم نہیں کیا گیا، جب کہ وہاں کے لوگ مدینہ میں حاضر ہو کر جمعے میں شریک نہیں ہو سکتے تھے؛ یہاں تک کہ ''جواثی'' کے لوگوں (یعنی وفدِ عبد القیس) نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر بخوشی اسلام قبول کیا اور واپس اپنے علاقے میں جا کر سنہ ۷ہجری میں ''جواثی'' (جو اس وقت بہت بڑا قصبہ اور مرکزی حیثیت رکھتا تھا) میں جمعہ قائم کیا اور مدینہ کے بعد یہ پہلی جگہ تھی جہاں جمعہ قائم کیا گیا۔

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فتوحات کے بعد صرف شہروں میں ہی جمعہ کے قیام کا اہتمام کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جمعہ قائم کرنے کے لیے شہر ہونا شرط ہے۔

''جمع أهل المدينة قبل أن يقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم وقبل أن تنزل الجمعة وهم الذين سموها الجمعة، فقالت الأنصار لليهود:يوم يجتمعون فيه كل سبعة أيام،وللنصارى أيضا مثل ذلك، فهلم فلنجعل يوما نجتمع ونذكر الله ونصلي ونشكره فيه،أو كما قالوا:فقالوا:يوم السبت لليهود،ويوم الأحد للنصاري، فاجعلوه يوم العروبة،وكانوا يسمون يوم الجمعة يوم العروبة، فاجتمعوا إلى أسعد بن زرارة فصلى بهم،يومئذ وذكرهم فسموه الجمعة،حتى اجتمعوا إليه''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۷/۱/۱۴۴۶ھ، ۲۵/۷/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

جمعہ بند کرنے میں اگر فتنہ کا اندیشہ ہو:

(۴۶) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک چھوٹی بستی ہے جس میں جمعہ کے شرائط مکمل طور پر نہیں پائے جاتے ہیں لیکن وہاں پر کئی سالوں سے جمعہ کی نماز ہو رہی ہے اور اب جب کہ ان کو سمجھایا جاتا ہے تو وہ ماننے کو تیار نہیں ہیں اور

(۱) أخرجه عبدالرزاق في مصنفه، ''باب أول من جمع'': ج۳،ص:۱۵۹،رقم:۵۱۴۴.

جمعہ کرنے پر مصر ہیں اور جمعہ بند کرانے کی صورت میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے کیا وہاں جمعہ جاری رہنے دیا جائے یا بند کرا دیا جائے؟

فقط: والسلام

المستفتی: صدرالدین، نلگنڈہ

الجواب وبالله التوفيق: نماز جمعہ کے لیے شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ان شرائط میں سے ایک شرط شہر یا قصبہ کا ہونا ہے قریہ صغیرہ یعنی چھوٹی بستی جہاں ضروریات کی تمام چیزیں دستیاب نہ ہو وہاں جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے اگر جمعہ قائم کر دیا گیا ہے تو لوگوں کو سمجھا کر بند کرانے کی کوشش کی جائے لیکن اگر لوگ بند کرنے پر آمادہ نہ ہوں یا فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو تو پھر اس صورت میں جمعہ کو جاری رہنے دیا جائے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے ایسی صورت میں جمعہ جاری رکھنے کی اجازت دی ہے۔ کفایت المفتی میں ہے:

اگر اس جگہ ایک سو برس سے جمعہ کی نماز ہوتی ہے تو اسے بند نہ کرنا چاہیے کہ اس کی بندش میں دوسرے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے، جو لوگ نہ پڑھیں ان پر اعتراض اور طعن نہ کرنا چاہیے، وہ اپنی ظہر کی نماز پڑھ لیا کریں اور جو جمعہ پڑھیں وہ جمعہ پڑھ لیا کریں۔ (۱)

’’وعبارة القستاني:تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق، وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب، كما في المضمرات‘‘(۲)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی	**کتبہ:** امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی	مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند	(۱۴۴۶/۱/۱۷ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۵ء)

❁❁❁

(۱) مفتی کفایت اللہ، کفایت المفتی، ’’کتاب الصلاۃ:پانچواں باب‘‘: ج ۳، ص: ۱۸۷۔

(۲) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة:باب الجمعة‘‘: ج ۳، ص: ۶۰۔

فصل ثالث

متعدد جگہ جمعہ پڑھنے کا بیان

بڑی مسجد کے ہوتے ہوئے چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ قائم کرنا

(۴۷) **سوال:** ایک بہت چھوٹی مسجد بازار میں ہے جس میں لوگ ظہر وعصر کی نماز جماعت سے پڑھتے ہیں چوں کہ مسجد کے قریب میں مسلم آبادی نہیں ہے؛ اس لیے دیگر اوقات کی نمازیں جماعت سے نہیں ہوتی اس کے قریب دوسری بڑی مسجد ہے جہاں پر نماز باجماعت اور نماز جمعہ وغیرہ میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں بعض دکاندار اپنی سہولت کے پیش نظر اس میں نماز جمعہ پڑھنا چاہتے ہیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں مذکورہ چھوٹی مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت نہیں ہوتی اور اس کے قریب بڑی مسجد ہے جس میں نماز جمعہ ہوتی ہے چھوٹی مسجد میں اس سے پہلے مسلمانوں نے نماز جمعہ قائم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی سب لوگ بڑی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اس لیے اگر اس چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جائے تو شرعاً جمعہ کا جو مقصد ہے اور جو اس کی شان ہے اس کا فوت ہونا لازم آئے گا اس لیے اس چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ قائم کرنا شرعاً درست نہیں ہے، تاہم اس میں جمعہ پڑھا تو ادا ہو جائے گا۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۶/۱۰/۱۴۱۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) (وتؤدي في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقاً على المذهب، ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

پرانی مسجدوں کے ہوتے ہوئے نئی مسجد میں جمعہ قائم کرنا

(۴۸) **سوال:** ہمارے گاؤں میں پہلے سے تین مسجدیں تھیں ان میں سے دو میں جمعہ ہوا کرتا تھا اور ایک میں نہیں ہوتا تھا، بڑی مسجد تو نمازیوں سے بھر جاتی تھی اور دوسری مسجد کا صحن خالی رہتا ہے یعنی وہ نہیں بھرتی ایک اور نئی مسجد اب تعمیر کی جس میں جمعہ کرنے لگے تو بڑی مسجد میں بھی جگہ خالی رہ گئی تو اس نئی تعمیر شدہ مسجد میں جمعہ ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد طیب، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: اگر قیام جمعہ کی شرائط اس بستی میں پائی جاتی ہیں تو اس نئی مسجد میں جمعہ قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر چہ پہلی مسجد کا صحن خالی رہ جائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۱۴۳۹/۲/۲۸ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

...... گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... وعليه الفتویٰ شرح المجمع للعيني وإمامة فتح القدير دفعاً للحرج. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج۳، ص:۱۵، ۱۶)

قوله: (مطلقاً) ...... و مقتضاه أنه لا يلزم أن يكون التعدد بقدر الحاجة كما يدل عليه كلام السرخسي الآتي قوله: (على المذهب) فقد ذكر الإمام السرخسي أن الصحيح من مذهب أبي حنيفة جواز إقامتها في مصر واحد في مسجدين وأكثر، وبه نأخذ لإطلاق ”لا جمعة إلا في مصر“ شرط المصر فقط. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في جواز استنابة الخطيب“: ج۳، ص:۱۵، ۱۶)

وتصح إقامة الجمعة في مواضع كثيرة بالمصر وفنائه. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ص:۵۰۶)

(۱) (وتودي في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقاً على المذهب، وعليه الفتویٰ شرح المجمع للعيني وإمامة فتح القدير دفعاً للحرج. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج۳، ص:۱۵، ۱۶)

وتصح إقامة الجمعة في مواضع كثيرة بالمصر وفنائه. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ص:۵۰۶) ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

کسی مسجد میں جمعہ قائم کرنے کے بعد بند کرنا

(۴۹) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ہمارے گاؤں میں ایک نئی مسجد تین سال قبل تعمیر ہوئی، جس میں باقاعدہ پنج وقتہ نماز باجماعت ہورہی تھی، امام ومؤذن بھی اس متعین ہیں۔

کورونا وائرس کی وجہ سے جو ملک بھر میں لاک ڈاؤن ہوا ہے۔ اس میں اس مسجد میں باقاعدہ جمعہ شروع کردیا گیا ہے۔ اور تاہنوز جمعہ ہورہا ہے۔ کیوں کہ یہ مسجد خاص مسلم آبادی میں ہے۔ چوں کہ پہلے سے جامع مسجد میں جمعہ ہورہا تھا؛ اس لیے انجمن کے لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ لاک ڈاؤن کے بعد اس مسجد میں جمعہ بند کردیا جائے گا۔

سوال یہ ہے کہ کسی مسجد میں جمعہ شروع کرنے کے بعد جمعہ بند کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ موجودہ حالات قیام جمعہ حکمت ومصلحت کے عین مطابق ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی مدلل مفصل جواب عنایت فرماکر مشکور وممنون ہوں۔

فقط: والسلام

المستفتی: غلام رسول منظور القاسمی، پھراوی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت کا مقصد جمعہ کی نماز سے اجتماعیت کا اظہار ہے؛ اس لیے بڑی اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم ہے؛ لیکن اگر جامع مسجد میں بھی تمام لوگوں کی گنجائش نہ ہو، تو شہر میں متعدد مساجد میں نماز جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہے۔ جہاں پر جمعہ کے شرائط پائے جاتے ہوں وہاں پر متعدد مسجدوں میں جمعہ کی نماز ہوسکتی ہے؛ لیکن اگر ایک جگہ سارے لوگ پڑھ سکتے ہیں، تو دوسری جگہ جمعہ قائم کرنا بہتر نہیں ہے۔ اگر لاک ڈاؤن کی عذر کی وجہ سے چھوٹی مسجدوں میں جمعہ قائم کیا گیا تھا، تو بہتر یہ ہے کہ عذر کے ختم ہونے کے بعد صرف جامع مسجد میں جمعہ

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... وتؤدي الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة، وهو قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ، وهو الأصح. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر في صلاة الجمعة'': ج۱، ص: ۲۰۵)

قائم رکھا جائے اور دوسری مسجدوں میں جمعہ بند کردیا جائے۔ ایک مرتبہ جمعہ قائم ہونے کے بعد بند کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اجتماعیت جو کہ جمعہ کے اہم مقاصد میں سے ہے اس کے اظہار کے لیے بند کرنا بہتر ہے، تاہم اگر ضرورت کے پیش نظر جمعہ پڑھا گیا تو جمعہ ادا ہو جائے گا۔

”وتؤدي الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة، و هو قول أبي حنيفة و محمد رحمهما الله و هو الأصح“(۱)

”(وتؤدي في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا...... سواء كان التعدد في مسجدين أو أكثر“(۲)

”و لابأس بالجمعة في موضعين أو ثلاثة في مصر واحد...... الصحيح عند أبي حنيفة و محمد يجوز“(۳)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی	**كتبه:** امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی	مفتی دار العلوم وقف دیوبند
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند	(۹/۱۱/۱۴۴۱ھ)

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة“: ج۱، ص:۲۰۵.

(۲) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج۳، ص:۱۵.

(۳) ابن العلاء الأنصاري، الفتاوىٰ التاتارخانية، ”كتاب الصلاة: الفصل الخامس والعشرون: في صلاة الجمعة، النوع الثاني: في بيان شرائط الجمعة“: ج۲، ص:۵۵۰.

وأما الشرائط التي ترجع إلى غير المصلي فخمسة في ظاهر الروايات المصر الجامع والسلطان والخطبة والجماعة والوقت. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ”كتاب الصلاة: فصل: في بيان شرائط الجمعة“: ج۱، ص:۵۸۳)

فأما إذا لم يكن إمام بسبب الفتنة أو بسبب الموت ولم يحضر والٍ آخر بعد حتى حضرت الجمعة، ذكر الكرخي أنه لابأس أن يجمع الناس على رجل حتى يصلي بهم الجمعة. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائط، ”كتاب الصلاة: فصل: في بيان شرائط الجمعة“: ج۱، ص:۵۸۸)

متعدد جمعہ کا حکم

(۵۰)**سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

کہ اگر کسی گاؤں میں آٹھ مسجد ہیں اوران تمام میں نماز جمعہ اور پنجوقتہ نمازیں ادا کی جاتی ہیں، لیکن فی الحال ایک مسجد اور تعمیر ہوئی ہے اوراس میں جمعہ کے علاوہ دیگر نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ مگر فی الحال تعمیر شدہ مسجد کے بغل میں ایک جامع مسجد بھی ہے لیکن مصلیان کی کثرت کی وجہ سے مسجد بھر جاتی ہے تو کیا اس نئی تعمیر شدہ میں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد شبیر خان، بہار

الجواب وباللہ التوفیق: اگر جامع مسجد میں بھی تمام لوگوں کی گنجائش نہ ہوتو شہر میں متعدد مساجد میں نماز جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہے اس لیے مذکورہ صورت میں نئی تعمیر شدہ مسجد میں ضرورتاً جمعہ کی نماز قائم کی جاسکتی ہے۔

”وتؤدي الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة، و هو قول أبي حنيفة و محمد رحمهما الله تعالىٰ، و هو الأصح“[۱]

”(وتؤدي في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا...... سواء كان التعدد في مسجدين أو أكثر“[۲]

”و لابأس بالجمعة في موضعين أو ثلاثة في مصر واحد...... الصحيح عند أبي حنيفة و محمد يجوز“[۳]

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی	**کتبہ**: امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی	مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند	(۲۴/ ۱/ ۱۴۴۱ھ)

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

سڑک اور گلیاں پار کرنے کے عذر سے دوسری مسجد میں جمعہ کرنا:

(۵۱)**سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

قصبہ کیرانہ کے محلّہ خواج بخش میں دو مسجدوں میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے اور محلّہ دربار میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے جس میں ہم لوگ شرکت کرتے ہیں اور محلّہ چھڑیان میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور ان دونوں مسجدوں کے بیچ میں سڑک اور کئی گلیاں ہیں اور ہم لوگوں نے لاک ڈاؤن میں جمعہ کی نماز محلّہ کی ایک مسجد میں شروع کردی تھی جو ابھی تک جاری ہے۔

مسجد دربار اور مسجد چھڑیان جمعہ کی نماز کے لیے جاتے ہیں، تو سڑک اور گلیاں پار کرنی پڑتی ہیں، تو کیا اپنے محلّہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز ہمیشہ کے لیے جاری وساری رکھ سکتے ہیں مکمل جواب مرحمت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

فقط: والسلام

المستفتی: الحاج انیس احمد، خواج بخش، کیرانہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے جو دوری ذکر کی ہے وہ بہت زیادہ نہیں ہے اور نہ ہی سڑک پار کرنا اور گلی پار کرنا کوئی معقول عذر ہے، اس لیے جمعہ کی اجتماعیت کے پیش نظر بہتر ہے کہ لاک ڈاؤن کے عذر کی بنا پر جو جمعہ دوسری مسجدوں میں قائم کیا گیا تھا وہ بند کردیا جائے اس لیے کہ ایک مرتبہ جمعہ قائم ہونے کے بعد بند کرنے میں حرج نہیں ہے۔

”وتؤدي الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة، و هو قول أبي حنيفة و

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......في صلاة الجمعة“: ج۱،ص:۲۰۵.

(۲)الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج۳،ص:۱۵.

(۳) ابن العلاء الأنصاري، الفتاویٰ التاتارخانية، ”كتاب الصلاة: الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة، النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة“: ج۲،ص:۵۵۰.

وأما الشرائط التي ترجع إلى غير المصلي فخمسة في ظاهر الروايات المصر الجامع والسلطان والخطبة والجماعة والوقت. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ”كتاب الصلاة: فصل في بيان شرائط الجمعة“: ج۱،ص:۵۸۳)

محمد رحمهما الله تعالىٰ، و هو الأصح"(۱)

"(وتؤدي في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا...... سواء كان التعدد في مسجدين أو أكثر"(۲)

"و لابأس بالجمعة في موضعين أو ثلاثة في مصر واحد...... الصحيح عند أبي حنيفة و محمد يجوز"(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۹/۱۱/۱۴۴۱ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ ثانیہ کن صورتوں میں جائز ہے؟

(۵۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

جمعہ ثانیہ کن کن صورتوں میں جائز ہے موجودہ حالات میں لوگ مل مل کر کھڑے ہوتے ہیں تو کیا اس صورت میں بھی جمعہ ثانیہ کی اجازت ہے؟ اگر اجازت تو اس کی کیا کیا شرائط ہیں۔ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: زعیم الدین، دہلی شاہین باغ، اوکھلا

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة": ج۱، ص:۲۰۵.

(۲) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳، ص:۱۵.

(۳) الفتاوىٰ التاتارخانية، "كتاب الصلاة: الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة، النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة": ج۲، ص:۵۵۰.

وأما الشرائط التي ترجع إلى غير المصلي فخمسة في ظاهر الروايات المصر الجامع والسلطان والخطبة والجماعة والوقت. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، "كتاب الصلاة: فصل في بيان شرائط الجمعة": ج۱، ص:۵۸۳)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مسجد میں کسی بھی نماز میں دوسری جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ خاص طور پر جمعہ کی جماعت ثانیہ بھی مکروہ تحریمی ہے؛ اس لیے کہ اس سے جمعہ کی اجتماعیت متأثر ہوتی ہے۔ علامہ شامی نے یہاں تک لکھا ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کو مقفل کر دیا جائے تا کہ دوسرے لوگ جماعت نہ کر سکیں۔ جب شہر میں کئی مساجد ہوں تو بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں جمعہ کی نماز کے اوقات مختلف رکھیں تا کہ اگر کسی ایک جگہ جماعت فوت ہو جائے تو دوسری مسجد میں جماعت مل جائے اس کے لیے قریب کے علاقے کی مساجد کی ایک میٹنگ منعقد کر کے اوقات نماز کو اس طرح ترتیب دیا جا سکتا ہے جو ہر طرح کے لوگوں کے لیے ممکن العمل ہوں؛ لیکن اگر شہر کی تمام مساجد میں بھی گنجائش نہ رہے تو مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ میں جماعت ثانیہ کا نظم کیا جائے؛ لیکن مسجد میں جماعت ثانیہ سے احتراز کیا جائے۔ ہاں اگر مساجد کی کمی ہو اور دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کرنا ممکن نہ ہو اور تمام لوگ ایک ساتھ مسجد میں نہ سماتے ہوں تو ایسی صورت میں جمعہ ثانیہ کی گنجائش ہوگی۔

’’ویکره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن‘‘(۱)

’’(وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة) فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة. ويستحب للمريض تأخيرها إلى فراغ الإمام، وكره إن لم يؤخر هو الصحيح قوله: (إلا الجامع) أي الذي تقام فيه الجمعة، فإن فتحه في وقت الظهر ضروري، والظاهر أنه يغلق أيضاً بعد إقامة الجمعة لئلا يجتمع فيه أحد بعدها، إلا أن يقال: إن العادة الجارية هي اجتماع الناس في أول الوقت فيغلق ما سواه مما لا تقام فيه الجمعة ليضطروا إلى المجيء إليه، وعلى هذا فيغلق غيره إلى الفراغ منها؛ لكن لا داعي إلى فتحه بعدها فيبقى مغلوقا إلى وقت العصر، ثم كل هذا مبالغة في المنع عن صلاة غير الجمعة وإظهارا لتأكدها‘‘(۲)

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد‘‘: ج ۲، ص: ۲۸۸.

(۲) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة‘‘: ج ۳، ص: ۳۳.

’’(وتؤدي في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا...... سواء كان التعدد في مسجدين أو أكثر‘‘(۱)

’’و لابأس بالجمعة في موضعين أو ثلاثة في مصر واحد...... الصحيح عند أبي حنيفة و محمد يجوز‘‘(۲)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال غفرلہ
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۴؍۷؍۱۴۴۲ھ)

کیا مسجد میں عذر کی وجہ سے جمعہ کی دوسری جماعت میں ثواب کی کمی ہوتی ہے؟

(۵۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

ہمارے شہر کرنال میں ایک مسجد میرٹھ روڈ سیکٹر 14 میں واقع ہے جہاں پر مسلمانوں کا کوئی محلّہ مستقل نہیں ہے صرف ایک گھر ہے باقی دیگر مقتدیان دوسرے محلوں سے آکر اس میں نماز ادا کرتے ہیں اس میں ایک مستقل امام بھی ہے جس کی تنخواہ مسجد کی منتظمہ کمیٹی ادا کرتی ہے یہ مسجد جی ٹی روڈ سے قریب ہونے کی وجہ سے آنے والے مسافروں سے بھی بھر جاتی ہے اگر ہم ایک ہی دفعہ جمعہ کی نماز ادا کریں تو سب نمازی مسجد میں نہیں آسکتے ہیں اور باہر مسجد سے خارج جو صحن ہے اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے تو ایسی حالت میں کیا ہم ہیئت بدل کر دوسری بار جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

کچھ افراد کا کہنا ہے کہ حدیث شریف میں یہ ہے کہ جمعہ کے دن فرشتے اپنا رجسٹر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں سب سے پہلے جو مسجد میں داخل ہوتا ہے اس کا ثواب پھر دیگر افراد کے ثواب کا ذکر ہے اور

(۱) ’’أيضاً‘‘: ج ۳، ص: ۱۵.

(۲) ابن العلاء الأنصاري، الفتاوىٰ التاتارخانية، ’’كتاب الصلاة: الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة، النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة‘‘: ج ۲، ص: ۵۵۰.

خطبہ کے وقت فرشتے اپنا رجسٹر بند کر دیتے ہیں؛ لہٰذا جماعت ثانیہ پر نمازیوں کو وہ ثواب نہیں ہو سکتا چوں کہ فرشتوں نے اب وہ رجسٹر بند کر دیا ہے تو آپ سے جماعت ثانیہ کے متعلق التماس ہے کہ قرآن کی وحدیث کی روشنی میں جواب بالصواب عنایت فرمائیں کہ ہم جماعت ثانیہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: جملہ مصلیان مسجد میرٹھ روڈ کرنال، ہریانہ

الجواب وباللہ الموفق: ایک مسجد میں کسی بھی نماز میں دوسری جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ خاص طور پر جمعہ کی جماعت ثانیہ بھی مکروہ تحریمی ہے؛ اس لیے کہ اس سے جمعہ کی اجتماعیت متاثر ہوتی ہے۔ علامہ شامی نے یہاں تک لکھا ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کو مقفل کر دیا جائے تا کہ دوسرے لوگ جماعت نہ کر سکیں۔ جب شہر میں کئی مساجد ہوں تو بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں جمعہ کی نماز کے اوقات مختلف رکھیں تا کہ اگر کسی ایک جگہ جماعت فوت ہو جائے تو دوسری مسجد میں جماعت مل جائے اس کے لیے قریب کے علاقے کے مساجد کی ایک میٹنگ منعقد کر کے اوقات نماز کو اس طرح ترتیب دیا جا سکتا ہے جو ہر طرح کے لوگوں کے لیے ممکن العمل ہوں۔ لیکن اگر کوئی صورت قابل عمل نہ ہو جیسا کہ سوال میں لکھا ہے کہ مسجد کے باہر جمعہ کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور ایک ساتھ تمام میں لوگ نماز میں شامل نہیں ہو سکتے ہیں اور آس پاس میں کوئی دوسری مسجد نہیں ہے تو پھر اسی مسجد میں جماعت ثانیہ کی گنجائش ہے جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ فرشتے خطبہ شروع ہونے کے بعد رجسٹر بند کر دیتے ہیں تو یہ صحیح ہے اس کا مقصود صرف یہ ہے کہ جمعہ میں لوگوں کو جلدی مسجد میں آنا چاہیے اور جو جتنا پہلے مسجد میں آتا ہے اس کو اتنا زیادہ ثواب ملتا ہے؛ لیکن مجبوری کی وجہ سے اگر دوسری جماعت ہو رہی ہو تو اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

”ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة، لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن“[1]

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد“: ج ۲، ص: ۲۸۸.

”(وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة) فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة. ويستحب للمريض تأخيرها إلى فراغ الإمام، وكره إن لم يؤخر هو الصحيح، قوله: (إلا الجامع) أي الذي تقام فيه الجمعة فإن فتحه في وقت الظهر ضروري: والظاهر أنه يغلق أيضاً بعد إقامة الجمعة لئلا يجتمع فيه أحد بعدها، إلا أن يقال: إن العادة الجارية هي اجتماع الناس في أول الوقت فيغلق ما سواه مما لا تقام فيه الجمعة ليضطروا إلى المجيء إليه، وعلى هذا فيغلق غيره إلى الفراغ منها؛ لكن لا داعي إلى فتحه بعدها فيبقى مغلوقا إلى وقت العصر ثم كل هذا مبالغة في المنع عن صلاة غير الجمعة وإظهارا لتأكدها“(۱)

”(وتؤدي في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا سواء...... كان التعدد في مسجدين أو أكثر“(۲)

”و لابأس بالجمعة في موضعين أو ثلاثة في مصر واحد...... الصحيح عند أبي حنيفة و محمد يجوز“(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۴/۷/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

باہمی اختلاف کی وجہ سے چھوٹی مسجد میں جمعہ قائم کرنا

(۵۴) **سوال**: ہمارے گاؤں کی آبادی قریب ساڑھے چار ہزار (۴۵۰۰) ہے اس میں تین مسجدیں ہیں جن میں ایک جامع مسجد ہے، چھوٹی مسجد تو بھر جاتی ہے، لیکن جامع مسجد میں جگہ رہ جاتی

(۱) أيضاً: ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة“: ج۳،ص:۳۳.

(۲) أيضاً: ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“:ج۳،ص:۱۵.

(۳) الفتاویٰ التاتارخانية، ”كتاب الصلاة: الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة، النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة“:ج۲،ص:۵۵۰.

ہے جس محلّہ میں جامع مسجد ہے اس محلّہ کی باہمی مخالفت کی وجہ سے ہم تیسری مسجد میں جمعہ کرنا چاہتے ہیں اس تیسری مسجد میں جمعہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جمعہ کرنے کی کیا شرائط ہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد مغلان، موضع کانس، ضلع: میرٹھ

الجواب وباللہ الموفق: جمعہ کی نماز کی اہمیت وفضیلت تو ہے، لیکن پہلے جامع مسجد کو پر کرنا چاہئے اس کے بعد اس سے چھوٹی مسجد میں نماز ادا کرنی چاہئے، نفسانیت کی خاطر جامع مسجد کو نظر انداز کر کے چھوٹی مسجدوں میں جمعہ کرنا درست نہیں ہے آپسی اختلافات ہٹا کر اللہ کی رضا کے لیے جامع مسجد میں ہی نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے اکٹھا ہونا چاہئے۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد واصف قاسمی (۱۴۰۸/۴/۲ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) الفتاویٰ الغیاثیة: لو صلی الجمعة في قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قری وفیها والٍ وحاکم جازت الجمعة بنوا المسجد أو لم یبنوا...... والمسجد الجامع لیس بشرط، ولهذا أجمعوا علی جوازها بالمصلی في فناء المصر. (إبراهیم، الحلبي الکبیري، ''فصل:في صلاة الجمعة، مطلب: في أصح الحدود للمصر'': ج۳،ص:۹۷،۹۸)

(وکره) تحریما (لمعذور ومسجون) ومسافر (أداء ظهر بجماعة في مصر) قبل الجمعة، وبعدها لتقلیل الجماعة،وصورة المعارضة، وأفاد أن المساجد تغلق یوم الجمعة إلا الجامع. (الحصکفي، الدرالمختار مع رد المحتار، ''کتاب الصلاة:باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة'': ج۳،ص:۳۲،۳۳)

وأما في زمان النبي صلی اللّٰه علیه وسلم فلم تقم جمعة إلا في مسجده صلی اللّٰه علیه وسلم. یؤید هذا أن عائشة قالت: کان الناس ینتابون الجمعة من منازلهم ومن العوالي وأقرب العوالي من المدینة علی ثلاثة أمیال، وهزم النبیت علی میل، فإذا جاءوا من العوالي فمجیئهم من هزم النبیت أولی. (فإن قلت): إنما لم تقم فی قرب المدینة لینالوا فضیلة الصلاة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم. قلت: کان أمر بها فی القری النائیة عن المدینة، لأنه یشق علیهم الحضور ویتعذر علیهم إدراك الفضیلة، فلما لم یأمر بها دل علی عدم الجواز إذ لو جاز لأمر بها وفعلت، کما أمر بإقامة الجماعة في مساجد المدینة، وصلی فیها مع فوات فضیلة الصلاة معه ﷺ. وإلی ما ذهبنا إلیه ذهب سحنون من أصحاب مالك رحمه اللّٰه. (عبدالغنی الغنیمی، اللباب في الجمع بین السنة والکتاب، ''کتاب الصلاة:باب لا یقام الجمعة إلا في مصر'': ج۱،ص:۳۰۰)

نماز جمعہ فوت ہونے پر گھر پر یا میدان میں جمعہ قائم کرنا

(۵۵) **سوال**: کچھ لوگوں کی نماز جمعہ چھوٹ گئی تو کیا کسی گھر یا میدان میں نماز جمعہ باجماعت ادا کر سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: ایم، سلطان احمد، علی گڈھ

الجواب وباللہ الموفق: جس جگہ پر شرعاً نماز جمعہ واجب ہے وہاں پر اگر کچھ لوگوں کی نماز جمعہ چھوٹ جائے اور وہ حضرات کسی بھی جگہ پر یا میدان میں یا کسی دوسری مسجد میں نماز جمعہ مع خطبہ و جماعت کے ادا کرلیں، تو ان سب کی نماز جمعہ صحیح اور درست ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۵/۴/۱۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

مکان میں جمعہ قائم کرنا

(۵۶) **سوال**: ایک مسجد کے بانی نے امام صاحب کی پٹائی کی فتنہ کے خوف سے تقریباً پندرہ بیس مسلمان جو امام صاحب کے طرف دار ہیں ایک مکان میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالمجید، بجنور

---

(۱) (أو فناؤه) بكسر الفاء (وهو ما) حوله (اتصل به) أولا كما حرره ابن الكمال وغيره (لأجل مصالحه) كدفن الموتى وركض الخيل، والمختار للفتوى تقديره بفرسخ. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳،ص:۷)

كما يجوز أداء الجمعة في المصر، يجوز أدائها في فناء المصر، وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلاً بالمصر. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة": ج۱،ص:۲۰۵)

الجواب وباللہ الموفق: اس صورت میں نماز جمعہ مکان میں درست ہے؛ لیکن عام اجازت ہونا شرط ہے، نیز جو اختلاف ہو رہا ہے دیندار دانشوران کو شریک کر کے باہمی مشورے سے جلد از جلد اس کو دور کیا جانا لازم ہے۔(۱)

الجواب صحیح: خورشید عالم غفرلہ، مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲/۲۱: ۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مسجد کے علاوہ دوسری جگہ جمعہ قائم کرنا

(۵۷)**سوال:** چند لوگ مسافر ہیں، جمعہ کا دن ہے سفر کی وجہ سے مسجد جا کر نماز جمعہ اداء کرنا مشکل ہے ان لوگوں نے مسافر خانہ میں جمعہ کی نماز پڑھ لی خطبہ کے ساتھ کیا یہ درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: آفتاب عالم، کھتولی

الجواب وباللہ الموفق: خطبہ وجماعت کرنا درست ہے، البتہ اذن عام وغیرہ

(۱) وفي الفتاویٰ الغیاثیة: لو صلی الجمعة في قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قری، وفیها والٍ وحاکم جازت الجمعة بنوا المسجد أو لم یبنوا...... والمسجد الجامع لیس بشرط، ولهذا أجمعوا علی جوازها بالمصلی في فناء المصر. (إبراهیم حلبي، حلبي کبیري، "فصل: في صلاة الجمعة، مطلب: في أصح الحدود للمصر": ج۳، ص:۹۷، ۹۸)

(و) السادس: (الجماعة) وأقلها ثلاثة رجال (ولو غیر الثلاثة الذین حضروا) الخطبة (سوی الإمام) بالنص؛ لأنه لا بد من الذاکر وهو الخطیب وثلاثة سواه بنص ﴿فاسعوا إلی ذکر اللّٰه﴾ (الجمعة:۹) (الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، "کتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في قول الخطیب: قال اللہ تعالیٰ أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم": ج۳، ص:۲۴)

ومنها: الإذن العام: وهو أن تفتح أبواب الجامع، فیؤذن للناس کافة، حتی أن جماعة لو اجتمعوا في الجامع وأغلقوا أبواب المسجد علی أنفسهم وجمعوا لم یجز، وکذلك السلطان إذا أراد أن یجمع بحشمه في داره، فإن فتح باب الدار وأذن إذنا عاما جازت صلاته، شهدها العامة أو لم یشهدوها، کذا في المحیط ویکره، کذا في التتارخانیة، وإن لم یفتح باب الدار وأجلس البوابین علیها لم تجز لهم الجمعة، کذا في المحیط. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، "الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة": ج۱، ص:۲۰۹)

شرائط کا ہونا بھی ضروری ہے مسجد ہونا شرط نہیں ہے اور مسافر جس جگہ پر ہیں اگر وہاں جمعہ ہوتا ہو، تو وہاں مسافر بھی جمعہ کی جماعت کر سکتے ہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۰/۲/۲۷ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

جلسہ گاہ میں جمعہ قائم کرنا

(۵۸) **سوال**: ہمارے شہر میں ایک جلسہ ہو رہا ہے جمعہ کا دن ہے اذن عام ہے جنگل ہے، نماز جمعہ وہاں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ محی الدین، مہاراشٹرا

الجواب وباللہ الموفق: بشرط صحت سوال اگر جنگل فناء شہر میں ہے تو جمعہ کی نماز

---

(۱) وفي الفتوىٰ الغياثية: لو صلى الجمعة في قرية بغير مسجد جامع والقرية كبيرة لها قرى، وفيها والٍ وحاكم جازت الجمعة بنوا المسجد أو لم يبنوا...... والمسجد الجامع ليس بشرط، ولهذا أجمعوا على جوازها بالمصلى في فناء المصر. (حلبي كبيري، "فصل: في صلاة الجمعة، مطلب: في أصح الحدود للمصر": ج ۳، ص: ۹۷،۹۸)

(و) السادس: (الجماعة) وأقلها ثلاثة رجال (ولو غير الثلاثة الذين حضروا) الخطبة (سوى الإمام) بالنص؛ لأنه لا بد من الذاكر وهو الخطيب، وثلاثة سواه بنص ﴿فاسعوا إلى ذكر الله﴾ (الجمعة: ۹) (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في قول الخطيب: قال الله تعالىٰ أعوذ بالله من الشيطان الرجيم": ج ۳، ص: ۲۴)

ومنها: الإذن العام: وهو أن تفتح أبواب الجامع فيؤذن للناس كافة، حتى أن جماعة لو اجتمعوا في الجامع وأغلقوا أبواب المسجد على أنفسهم وجمعوا لم يجز، وكذلك السلطان إذا أراد أن يجمع بحشمه في داره، فإن فتح باب الدار وأذن إذنا عاما جازت صلاته، شهدها العامة أو لم يشهدوها، كذا في المحيط ويكره، كذا في التتارخانية وإن لم يفتح باب الدار وأجلس البوابين عليها لم تجز لهم الجمعة، كذا في المحيط. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة": ج ۱، ص: ۲۰۹)

درست ہے۔[1]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۰/۲/۲۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

وعظ کی وجہ سے نماز جمعہ میں تاخیر کرنا

(۵۹) **سوال:** ایک امام ہیں وہ جمعہ کے روز قبل از نماز وعظ تلقین فرماتے ہیں، مگر نماز کے مقررہ وقت سے پانچ پانچ منٹ تاخیر کردیتے ہیں کیا شرعاً ان کے لیے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبداللہ، کشمیر

الجواب وباللہ الموفق: جماعت کا جو وقت مقرر کرلیا جائے اس سے تاخیر کرنا یقیناً نمازیوں کے لیے تکلیف دہ ہوگا، اور امام کے لیے مقتدیوں کو تکلیف دینا درست نہیں حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ "**المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده**"[2]

---

(۱) شرط أدائها أيضاً (الإذن العام) من الإمام حتى لو غلق بابه وصلى باتباعه لا تجوز. (النهر الفائق شرح كنز الدقائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة": ج۱،ص:۳۶۰،مکتبہ زکریا دیوبند)

ومنها: الإذن العام، وهو أن تفتح أبواب الجامع فيؤذن للناس كافة، حتى أن جماعة لو اجتمعوا في الجامع وأغلقوا أبواب المسجد على أنفسهم وجمعوا لم يجز. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة": ج۱،ص:۲۰۹)

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه "باب ما جاء في أن المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده": ج۵،ص: ۱۷، رقم: ۲۶۲۷، دارالاشاعت، دیوبند.

قال الله تعالىٰ: ﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ (سورة الإسراء: ۳۴)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا ائتمن خان. (أخرجه البخاري، في صحيحه، "كتاب الإيمان: باب علامة المنافق": ج۱،ص:۱۰، رقم:۳۳، یاسر ندیم، دیوبند)

......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کے کسی عمل سے دوسروں کو اذیت نہ ہو، البتہ اگر سبھی مقتدی وعظ وتذکیر کے لئے اس تاخیر قلیل پر راضی ہوں، تو پھر کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس رضامندی کا اظہار ان کی جانب سے ہو جائے خود اپنی طرف سے ان کی رضامندی بھی سمجھنا درست نہیں ہے۔

الجواب صحیح:　　فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید　　**کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۲/۱۱/۱۴۰۸ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند　　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عورتوں کی جمعہ میں شرکت

(۶۰) **سوال:** اگر گھر میں جمعہ کی نماز پڑھی جائے جیسا کہ آج کل کورونا کی وجہ سے گھروں میں جمعہ کی نماز ہو رہی ہے تو کیا اس میں عورتیں بھی شامل ہو سکتی ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد خالد

الجواب وباللہ الموفق: جی ہاں جمعہ کی نماز میں خواتین بھی شامل ہو سکتی ہیں؛ لیکن چوں کہ گھروں میں نماز کی صورت میں جمعہ میں دوسرے حضرات بھی شامل ہو سکتے ہیں؛ اس لیے عورتوں کو پردہ سے شامل ہونا چاہیے۔ عورتوں پر جمعہ نہیں ہے؛ لیکن اگر جمعہ میں شریک ہو جائیں تو جمعہ درست ہو جائے گا جس طرح کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے؛ لیکن اگر مسافر کسی مسجد میں جا کر جمعہ

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

قال الملا علي القاري: إن من وعد وليس من نية أن يفي فعليه الإثم سواء وفي به أو لم يف فإنه من أخلاف المنافقين. (ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، "كتاب الأداب: باب الوعد" مکتبہ فیصل، دیوبند: ج۹، ص:۱۰۳، رقم:۴۸۸۱)

عن أبي هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: المسلم من سلم الناس من لسانه ويده، (والمؤمن من أمنه الناس على دمائهم وأموالهم). (أخرجه النسائي، في سننه، "كتاب الإيمان: صفة المؤمن": دار الاشاعت، دیوبند، ج۲، ص:۲۳۰، رقم:۴۹۹۵)

وفي جامع الفصولين بغض عالماً أو فقيهاً بلا سبب ظاهر خيف عليه الكفر. (محمود بن إسرائيل، جامع الفصولين، الباب الثامن والثلاثون في مسائل كلمات الكفر": دار الكتب العلمية، بيروت، ج۲، ص:۳۰۹)

پڑھ لے تو اس کی جمعہ کی نماز درست ہو جاتی ہے۔(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۴/۱: ۱۴۴۱ھ)

شہر کی تمام مساجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنا درست ہے؟

(۶۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

مسئلہ یہ ہے کہ قصبہ سرساوہ میں تقریباً ۲۵ / مساجد ہیں جن میں اکثر میں نماز جمعہ ہوتی ہے جب کہ کوئی بھی مسجد نمازیوں سے پُر نہیں ہوتی لاک ڈاؤن میں جب نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی تو تمام مساجد میں جمعہ کی نماز شروع ہو گئی تھی کہ تھوڑے تھوڑے لوگ مسجد میں نماز پڑھیں گے لیکن جب لاک ڈاؤن کھل گیا تو بڑے بڑے لوگوں نے جن میں سے مساجد کے متولی حضرات اور مولانا گلفام کی زیر سرپرستی ایک مجلس منعقد کی گئی جس میں یہ طے پایا کہ اب تمام مساجد میں جمعہ نہیں ہوگا؛ بلکہ جو بڑی مساجد ہیں ان میں ہوگا جن کے نام یہ ہیں، مرکز والی مسجد، جامع مسجد، درگاہ خانقاہ والی مسجد اور مدینہ مسجد یا چھپر والی مسجد میں سے کسی ایک میں جو رائے پور روڈ پر ہے، بنجر والی مسجد بازار

---

(۱) قوله: (وأقلها ثلاثة رجال)...... واحترز بالرجال عن النساء والصبيان؛ فإن الجمعة لا تصح بهم وحدهم لعدم صلاحيتهم للإمامة فيها. بحال، بحر عن المحيط. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في قول الخطيب قال الله تعالىٰ: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم“: ج ۳، ص: ۲۴)

(وفاقدها) أي هذه الشروط أو بعضها (إن) اختار العزيمة و (صلاها وهو مكلف) بالغ عاقل (وقعت)، فرضا) عن الوقت لئلا يعود على موضوعه بالنقض وفي البحر: هي أفضل، إلا للمرأة..........، قوله: (وفي البحر إلخ) أخذه في البحر من ظاهر قولهم: إن الظهر لهم رخصة، فدل على أن الجمعة عزيمة، وهي أفضل، إلا للمرأة لأن صلاتها في بيتها أفضل وأقره في النهر، ومقتضى التعليل أنه لو كان بيتها لصيق جدار المسجد بلا مانع من صحة الاقتداء تكون أفضل لها أيضاً. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة“: ج ۳، ص: ۲۹، ۳۰)

والی مسجد، جھنڈا چوک لیکن منع کرنے کے باوجود بھی لوگ اپنی اپنی مساجد میں جمعہ کی نماز ادا کررہے ہیں، ایک مسجد ہے جس میں لاک ڈاون کے بعد نماز جمعہ منقطع ہوگیا تھا مسجد کا نام ہے لوہاران محلّہ مین بازار چودھریان وارڈ نمبر ۲۵ر قصبہ سرساوہ اب اس مسجد میں بھی متولی صاحب اور عوام بھی چاہتے ہیں کہ جمعہ ہو اب معلوم کرنا یہ ہے کہ اس مسجد میں بھی جمعہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس مسجد میں صرف ۶۰ر آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جواب مرحمت فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد شمشیر، قصبہ: سرساوہ، ضلع: سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت کا مقصد نماز جمعہ سے اجتماعیت کا اظہار ہے، اسی لیے شہر کی ایک مسجد میں جمع ہوکر جمعہ پڑھنے کا حکم دیا لیکن جب آبادی بڑھ گئی اور ایک مسجد میں تمام لوگوں کا نماز پڑھنا ممکن نہ رہا تو حضرات فقہاء نے دیگر مساجد میں بھی نماز پڑھنے کی اجازت دے دی، اس لیے جس جگہ جمعہ کے شرائط پائے جاتے ہوں وہاں متعدد مساجد میں جمعہ کی نماز درست ہے، لیکن اجتماعیت کا تقاضا ہے کہ جن مساجد میں ضرورت ہو انہی میں جمعہ قائم کیا جائے، اس لیے مولانا گلفام کی سرپرستی میں جو میٹنگ ہوئی وہ درست ہے اس کا لوگوں کو خیال رکھنا چاہیے۔ آپ کی مسجد کے قریب میں ہی اگر کہیں جمعہ کی نماز ہورہی ہو تو بہتر ہے کہ قریب کی مسجد میں سب لوگ مل کر جمعہ پڑھ لیں تاہم اس مسجد میں بھی جمعہ پڑھنا درست ہے۔

”وتؤدى الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة، و هو قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ و هو الأصح“(۱)

”(وتودى في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا.....و سواء كان التعدد في مسجدين أو أكثر“(۲)

”و لاباس بالجمعة في موضعين أو ثلاثة في مصر واحد.....الصحيح عند أبي

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة“: ج۱،ص:۲۰۵۔

(۲) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج۳،ص:۱۵۔

حنیفة و محمد یجوز "[1]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۰/۲:۱۴۴۴ھ)

قصبات کے ہر محلے کی مساجد میں جمعہ کی نماز کا حکم

(۶۲) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں!

ہماری بڑی بستی ہے اس میں تقریباً سات مسجدیں ہیں کئی مسجدوں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے مزید جو مسجد اب باقی ہے جس میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے ان مساجد کے متولی صاحبان اپنی اپنی مسجدوں میں جمعہ کی نماز کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا معلوم یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ایسی صورت میں ان متولی صاحبان کا اپنے اپنے محلے کی مسجدوں میں جمعہ کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ بالا کا جواب مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد سالم، کیرانہ، یوپی

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ کی بستی بڑی بستی بہ حکم قصبہ ہے، یعنی: وہاں صحتِ جمعہ کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں تو آپ کی بستی میں ایک سے زائد مسجدوں میں بھی جمعہ کی نماز جائز ہے؛ کیوں کہ جس جگہ جمعہ جائز ہو، وہاں متعدد مساجد میں جمعہ قائم کرنا درست ہوتا ہے، البتہ جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے، اس لیے مذکورہ علاقے کے مسلمانوں کو چاہیے کہ قریب قریب محلے والے باہم اتفاق واتحاد سے کسی مسجد کو متعین کرلیں جس میں زیادہ نمازیوں کو گنجائش ہو اور پھر وہیں سب مل کر جمعہ ادا کریں، یہی افضل اور بہتر ہے کیوں کہ جمعہ کی نماز میں اجتماع کی زیادتی شریعت

---

(۱) ابن العلاء الأنصاري، الفتاویٰ التاتارخانية، "کتاب الصلاة: الفصل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة، النوع الثاني في بيان شرائط الجمعة": ج ۲، ص: ۵۵۰.

میں مطلوب ہے، لہٰذا اس کا قیام بڑی مساجد ہی میں مناسب ہے اس لیے کہ بلا ضرورت و مصلحت سب مساجد میں جمعہ کا قیام مناسب نہیں۔ آپ کی بستی کے محلے کی مسجدوں میں جمعہ کا قیام اگر بر بنائے کوئی ضرورت اور مصلحت بھی نہیں ہے تو بلا وجہ ہر محلے کی مسجدوں میں جمعہ کا قیام مناسب معلوم نہیں ہوتا، اس سے احتراز ہی بہتر ہے۔

’’(وتؤدي في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقاً على المذهب، وعليه الفتوى، شرح المجمع للعيني وإمامة فتح القدير دفعاً للحرج‘‘(۱)

’’(قوله: مطلقاً) أي سواء كان المصر كبيراً أو لا، وسواء فصل بين جانبيه نهر كبير كبغداد أو لا، وسواء قطع الجسر أو بقي متصلاً، وسواء كان التعدد في مسجدين أو أكثر، هكذا يفاد من الفتح، ومقتضاه أنه لا يلزم أن يكون التعدد بقدر الحاجة كما يدل عليه كلام السرخسي الآتي، قوله: (على المذهب) فقد ذكر الإمام السرخسي أن الصحيح من مذهب أبي حنيفة جواز إقامتها في مصر واحد في مسجدين وأكثر، به نأخذ لإطلاق: ’’لاجمعة إلا في مصر‘‘ شرط المصر فقط، وبما ذكرنا اندفع ما في البدائع من أن ظاهر الرواية جوازها في موضعين، لا في أكثر، وعليه الاعتماد. اهـ. فإن المذهب الجواز مطلقاً، بحر‘‘(۲)

الجواب صحيح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی	**کتبہ:** محمد حسنین ارشد قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی	نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند	(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘: ج ۳، ص: ۱۵، ۱۶۔

(۲) ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘: ج ۳، ص: ۱۵، ۱۶۔

وأما الشرائط التي ترجع إلى غير المصلي فخمسة في ظاهر الروايات المصر الجامع والسلطان والخطبة والجماعة والوقت. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ’’كتاب الصلاة: فصل: في بيان شرائط الجمعة‘‘: ج ۱، ص: ۵۸۳)

ایک جگہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد دوسری جگہ پڑھنے کا حکم

(۶۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

اگر کوئی شخص ایک جگہ جمعہ کی نماز پڑھ لے یا پڑھادے تو دوسری جگہ نماز جمعہ پڑھنا یا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمادیں عین نوازش ہوگی؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد قمرالزماں، گنٹور، کرناٹک

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ اگر کوئی شخص ایک جگہ نماز جمعہ پڑھانے یا پڑھنے کے بعد دوسری جگہ جمعہ کی امامت کرتا ہے تو اقتداء کرنے والوں کی نماز نہیں ہوگی، اس لئے کہ امام کی یہ نماز نفل ہے اور اقتداء کرنے والوں کی نماز فرض ہے اور فرض نماز ادا کرنے والے نفل پڑھنے والے کی اقتداء کریں تو اقتداء کرنے والوں کی نماز نہیں ہوتی، البتہ ایک جگہ جمعہ کی نماز پڑھ کر دوسری جگہ پھر پڑھنا بطور نفل کے درست ہے۔

’’لا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخر سواءً تغير الفرضان اسماً أو صفتاً‘‘(۱)

’’(ومفترض بمتنفل وبمفترض آخر) أي وفسد اقتداء المفترض بإمام متنفلٍ أو بإمام يصلي فرضاً غير فرض المقتدي، لأن الاقتداء بناء وصف الفرضية معدوم في حق الإمام في الأولىٰ وهو مشاركة وموافقةٌ‘‘(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۶/۱/۲۳ھ، ۲۰۲۴/۷/۳۰ء)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبي وحده؟‘‘: ج۲، ص:۳۲۴.

(۲) ابن نجيم، البحر الرائق، ’’كتاب الصلاة: باب الإمامة‘‘: ج۱، ص:۶۳۱.

کیا پہلے جامع مسجد میں جمعہ قائم کرنا ضروری ہے؟

(۶۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں

جن جگہوں میں متعدد مساجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے وہاں کیا پہلے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز قائم کرنا ضروری ہے یا کسی بھی مسجد میں پہلے جمعہ قائم کیا جا سکتا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: شفیع انور قاسمی، دہرادون

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ اس سلسلے میں حضرات فقہاء سے ایسی کوئی صراحت منقول نہیں کہ پہلے جامع مسجد میں نماز ہو پھر دیگر مساجد میں جمعہ ہو اس لیے جہاں پر متعدد مساجد میں جمعہ قائم کرنا درست ہے وہاں کسی بھی مسجد میں پہلے جمعہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

’’(وتؤدي في مصر في مواضع) أي تؤدي الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرة، وهو قول أبي حنيفة ومحمد، وهو الأصح؛ لأن في الاجتماع في موضع واحد في مدينة كبيرة حرجا بينا‘‘(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۷/۱/۱۴۴۶ھ، ۲۵/۷/۲۰۲۴ء)

❁❁❁

(۱) زيلعي، تبيين الحقائق، ’’كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة‘‘: ج۱، ص: ۲۱۸.

فصل رابع:

جمعہ کے خطبہ کا بیان

خطبہ کے بعد امام کو حدث لاحق ہو گیا کیا وضو کے بعد خطبہ کا اعادہ ضروری ہے؟

(۶۵) **سوال:** خطبہ جمعہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ خطبہ کے بعد امام کو حدث لاحق ہو گیا اتفاق سے اس وقت مسجد میں پانی نہیں تھا، امام صاحب قریب کے مکان سے وضو کر کے فوراً واپس آ گئے اور نماز جمعہ پڑھائی تو خطبہ کا اعادہ ضروری تھا یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالمنان، کلکتہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خطبہ کا اعادہ ضروری نہیں تھا نماز صحیح ہو گئی۔

’’و لو خطب ثم ذهب فتوضأ في منزله ثم جاء فصلى تجوز‘‘(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۶/۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) الشيخ إبراهيم، الحلبي الكبيري، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘: ص:۴۷۹.

يرى جمهور الفقها أنه يستحب الوضوء بالخطبة؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي عقب الخطبة لايفصل بينهما بطهارة فيدل على أنه كان متطهراً والاقتداء به صلى الله عليه وسلم إن لم يكن واجباً فهو سنة. ويرى الشافعية والمالكية على القول المقابل للمشهور أن الطهارة عن الحدث من شروط الخطبة. (الموسوعة الفقهية الكويتية، ’’الخطبة‘‘: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الكويت، ج ۴۳، ص: ۳۲۳)

الطهارة من الحدث، والخبث غير المعفو عنه في الثوب، والبدن، والمكان، وهي ليست شرطاً عند الجمهور بل هي سنة وهي شرط عند الشافعية وأبي يوسف خطبة الجمعة. (الموسوعة الفقهية الكويتية، ’’خطبة الجمعة وسننها‘‘: ج ۱۹، ص: ۱۸۳)

امام صاحب اگر خطبہ جمعہ میں غلطی کریں تو ان کو لقمہ دینا کیسا ہے؟

(۶۶)**سوال:** امام صاحب اگر خطبہ جمعہ میں غلطی کریں تو ان کو لقمہ دینا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عالمگیر، دہرادون

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ایسی کوئی غلطی ہو جس کی وجہ سے معنی بدل جائیں تو اس صورت میں لقمہ دیدیا جائے بلاضرورت درست نہیں ہے۔(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۵/۶/۱۴۱۹ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

دو خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا

(۶۷)**سوال:** جمعہ وعیدین کے دو خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کیا تو یہ کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالنور قاسمی، شاملی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قصداً جلسہ نہ کرنا برا اور مکروہ ہے۔ ’’والأصح أنه يكون مسيئاً بترك الجلسة بين الخطبتين، كذا في القنية‘‘(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۲۸/۷/۱۴۱۹ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)(وكل ماحرم في الصلاة حرم فيها) أي في الخطبة خلاصة وغيرها، فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبيحا أو رد سلام أو أمر بمعروف؛ بل يجب عليه أن يستمع ويسكت (بلا فرق بين قريب وبعيد) في الأصح، ولا يرد تحذير من خيف هلاكه؛ لأنه يجب لحق آدمي، وهو محتاج إليه، والإنصات لحق اللّٰه تعالىٰ ومبناه على المسامحة......والأصح أنه لابأس بأن يشير برأسه أو يده عنه ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

رمضان کے ہر جمعہ میں خطبہ شہید پڑھنا

(۶۸)**سوال:** امام صاحب خطبہ شہید پڑھتے ہیں دوسرے رمضان کے جمعہ میں بھی وہی پڑھتے ہیں جب کہ خطبہ علمی میں رمضان کا خطبہ علیحدہ ہے، کیوں کہ ان خطبوں میں رمضان کی فضیلت واحکام بیان ہوتے ہیں ایسا کرنے کو منع کرتے ہیں دین حنفی کے تحت کون سا خطبہ پڑھنا افضل ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: فقیر احمد، چھپولی (یوپی)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خطبہ شہید پڑھنا بھی بلا کراہت درست ہے اگر کوئی ایسا خطبہ پڑھا جائے جس میں حسبِ ضرورت مسائل وفضائل ہوں مثلاً رمضان کا مضمون ہو، تو زیادہ بہتر ہے۔(۱)

فقط: واللّٰہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۱۱/۲۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

روية منكر ...... وكذا يجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح، وخطبة عيد، وختم على المعتمد. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳،ص:۳۵،۳۶)

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة": ج۱،ص:۲۰۸.

عن عبدالله قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب خطبيين يقعد بينهما. (أخرجه البخاري، في صحيحه، "كتاب الجمعة: باب القعدة بين الخطبتين، يوم الجمعة": ج۱،ص:۱۲۷،رقم:۹۲۸)

(ويسن خطبتان) خفيفتان، وتكره زيادتهما على قدر سورة من طوال المفصل (بجلسة بينهما) بقدر ثلاث آيات على المذهب، وتاركها ميسيء على الأصح كتركه قراءة قدر ثلاث آيات، ويجهر بالثانية لا كالأولى. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة": ج۳،ص:۲۰)

(۱) الخطبة تشتمل على فرض وسنة فالفرض شيئان: الوقت: وهو بعد الزوال وقبل الصلاة حتى لو خطب قبل الزوال أو بعد الصلاة لايجوز، هكذا في العيني شرح الهداية، والثاني: ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

خطبہ جمعہ میں

﴿إن اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی﴾ پڑھنے کی حیثیت

(۶۹) **سوال:** جمعہ کے دوسرے خطبے میں خطیب کے لیے آیت ﴿إن اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبي الخ﴾ پڑھنے کی اور پھر درود وسلام بھیجنے کی شرعی نوعیت کیا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد صدیق، وانم باڑی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسنون ہے ”کما في البدائع وأما سنن الخطبة فمنها أن یخطب خطبتین......ثم یقوم فیخطب خطبة أخری بحمد اللّٰہ تعالیٰ ویثنی علیه ویصلي علی النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم ویدعوا للمؤمنین والمؤمنات“[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۲/۴/۱۴۱۲ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......ذکر اللّٰہ تعالیٰ، کذا في البحر الرائق، وکفت تحمیدة أو تهلیلة أو تسبیحة، کذا في المتون. هذا إذا کان علی قصد الخطبة، أما إذا عطس فحمد اللّٰہ، أو سبح، أو هلل متعجباً من شيء لاینوب عن الخطبة إجماعاً، کذا في الجوهرة النیرة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ”کتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة“: ج۱، ص:۲۰۷)

(۱) الکاساني، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، ”کتاب الصلاة: فصل: في بیان شرائط الجمعة، سنن الخطبة“: ج۱، ص:۵۹۱.

قوله: (ولا کلام) ......وکذالك إذا ذکر النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم لایجوز أن یصلوا علیه بالجهر؛ بل بالقلب، وعلیه الفتویٰ رملی. (ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ”کتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة“: ج۳، ص:۳۵)

ولو قرأ القرآن فمر علی اسم النبي صلی اللّٰہ علیه واله وأصحابه فقراء ة القرآن علی تالیفه ونظمه أفضل من الصلاة علی النبي صلی اللّٰہ علیه واله وأصحابه في ذلك الوقت، فإن فرغ ففعل فهو أفضل، وإن لم یفعل فلا شيء علیه، کذا في الملتقط. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ”کتاب الکراهیة: الباب الرابع، في الصلاة والتسبیح“: ج۵، ص:۳۶۴)

خطیب کا ایسا درود پڑھنا جس میں صرف ''صلوٰۃ'' کا ذکر ہو

(۷۰) **سوال:** کہیں خطیب آیت ﴿إن الله وملائكته الخ﴾ اپنے دوسرے خطبہ میں تلاوت کرنے کے بعد جس میں صلوٰۃ اور سلام دونوں کے بھیجنے کے لئے کہا گیا ہے درود کے ایسے الفاظ پڑھتے ہیں جس میں صرف صلوٰۃ ہوتا ہے سلام نہیں ہوتا مثلاً ''**اللهم صلى على سيدنا محمد بعدد من صلى وصام**'' تو کیا خطیب کا ایسے درود پڑھنا جس میں صرف صلوٰۃ کے الفاظ موجود ہوں کافی ہے یا ایسا درود پڑھے جس میں صلوٰۃ اور سلام دونوں کے الفاظ موجود ہوں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد صدیق، وانم باڑی

الجواب وبالله التوفيق: آیت شریفہ میں ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں پھر مؤمنین سے خطاب ہے، علماء نے تصریح کی ہے کہ تینوں کے صلوٰۃ کے معنی ومطلب جداگانہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی ''صلوٰۃ'' رحمت بھیجنا، فرشتوں کی ''صلوٰۃ'' استغفار کرنا، اور مؤمنین کی ''صلوٰۃ'' دعاء کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب آیت نازل ہوئی، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سلام کا طریقہ، تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے ''**السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته**''، ''صلوٰۃ'' کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے جو نماز میں پڑھا کریں آپ نے یہ درود شریف تلقین کی جس کو درود ابراہیمی کہتے ہیں؛ پس ''صلوٰۃ'' اور ''سلام'' دونوں کے پڑھنے کی کیفیت وطریقہ حدیث سے واضح ہو گیا، خطبہ جمعہ یا عیدین میں درود وسلام نہ بھیجا جائے، جب بھی خطبہ اداء ہو جاتا ہے اور اگر درود پڑھے جس میں صرف صلوٰۃ کے الفاظ ہوں تو بھی بالکل صحیح ودرست ہے اور اگر صلوٰۃ وسلام والا درود پڑھے تو ممانعت نہیں لیکن طریقہ منقول کا ترک بھی تو اچھا ہرگز نہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۲/۴/۱۴۱۲ھ)
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) **الخطبة تشتمل على فرض وسنة، فالفرض شيئان: الوقت: وهو بعد الزوال**...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

خطبہ جمعہ کے بعد سنت پڑھنے کے لیے دس منٹ کا وقت دینا درست ہے یا نہیں؟

(۷۱)**سوال:** جمعہ کا خطبہ پڑھنے کے بعد امام صاحب دس منٹ کا وقت بعد میں آنے والے مقتدیوں کے لیے سنت نماز پڑھنے کے لیے دیتے ہیں، اس طرح سے جمعہ کے دن خطبہ کے وقت آنے والے مقتدیوں کے لیے سنت پڑھنے کا وقت دینا جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد سراج الدین، نشاپور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خطبہ پڑھنے کے بعد فوراً جمعہ کی نماز شروع کرنا لازم اور ضروری ہے اس کے خلاف کرنے والا گنہگار ہے پس دس منٹ کا وقت خطبہ اور جماعت کے درمیان

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... وقبل الصلاة حتى لو خطب قبل الزوال أو بعد الصلاة لايجوز هكذا في العيني شرح الهداية: والثاني: ذكر الله تعالىٰ، كذا في البحر الزائق، وكفت تحميدة أو تهليلة أو تسبيحة، كذا في المتون هذا إذا كان على قصد الخطبة أما إذا عطس فحمد الله، أو سبح، أو هلل متعجباً من شيء لاينوب عن الخطبة إجماعاً، كذا في الجوهرة النيرة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة'': ج۱،ص:۲۰۷)

وأما سنن الخطبة فمنها: أن يخطب خطبتين على ماروي عن الحسن بن زياد عن أبي حنيفة أنه قال: ينبغي أن يخطب خطبة خفيفة يفتتح فيها بحمد الله تعالىٰ ويثنى عليه ويتشهد ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ويعظ ويذكر ويقرأ سورة ثم يجلس جلسة خفية ثم يقوم فيخطب خطبة أخرى بحمد الله تعالىٰ ويثنى عليه ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم:ويدعو للمومنين والمومنات. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ''كتاب الصلاة: فصل:في بيان شرائط الجمعة، سنن الخطبة'':ج۱،ص:۵۹۰،۵۹۱)

قوله:(ولا كلام)......وكذا اذا ذكر النبي صلى الله عليه وسلم لايجوز أن يصلوا عليه بالجهر، بل بالقلب وعليه الفتوىٰ، رملي. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة'': ج۳،ص:۳۵)

ولو قرأ القرآن فمر على اسم النبي صلى الله عليه وسلم واله وأصحابه فقراءة الفرآن على تاليفه ونظمه أفضل من الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم وآله وأصحابه في ذلك الوقت، فإن فرغ ففعل فهو أفضل وإن لم يقعد فلا شيء عليه كذا في الملتقط. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الكراهية: الباب الرابع: في الصلاة والتسبيح الخ'':ج۵،ص:۳۶۴)

دیا جانا جائز نہیں ہوگا اور اس میں سنت نماز بھی جائز نہیں ہوگی۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید — **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۶/۵/۱۴۱۲ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۷۲) **سوال:** دونوں خطبوں کے درمیان جمعہ کے روز دعاء مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یحییٰ، راجستھان

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں اگر دونوں خطبوں کے درمیان دعا مانگے تو دل دل میں دعاء مانگے، زبان سے اور ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا اس حالت میں درست نہیں ہے۔

''إذا خرج الإمام فلا صلاة و لا كلام''(۲)

''(وإذا خرج الإمام يوم الجمعة ترك الناس الصلاة والكلام؛ حتى يفرغ من خطبته) قال رضي الله عنه: وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله وقالا: لا بأس بالكلام إذا خرج الإمام قبل أن يخطب وإذا نزل قبل أن يكبر، لأن الكراهة للإخلال بفرض الاستماع ولا استماع هنا، بخلاف الصلاة؛ لأنها قدتمتد، ولأبي حنيفة رحمه الله قوله عليه الصلاة والسلام: إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام من

(۱) إذا شرع في الأربع قبل الجمعة ثم افتتح الخطبة أو الأربع قبل الظهر ثم أقيمت بل يقطع على رأس الركعتين تكملوا فيه، والصحيح أنه يتم ولا يقطع؛ لأنها بمنزلة صلاة واحدة واجبة. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة'': ج۲، ص:۲۷۱)

(إذا خرج الإمام) من الحجرة إن كان، وإلا فقيامه للصعود شرح المجمع (فلا صلاة و لا كلام إلى تمامها) قوله: (فلا صلاة) شمل السنة وتحية المسجد. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة'': ج۳، ص:۳۴)

(۲) جمال الدين أبومحمد عبدالله نصب الراية لأحاديث الهداية مع حاشية تحفة الألمعي في تخريج الزيلعي، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج۲، ص:۲۴۳.

غیر فصل و لأن الکلام قدیمتد طبعاً فأشبه الصلاة''(۱)

الجواب صحیح:　　فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید　　**کتبہ**: محمد احسان غفرلہ ۲۵/۲/۱۴۱۷ھ

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند　　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

دونوں خطبوں کے درمیان علاقائی زبان میں تقریر وغیرہ کرنا:

(۷۳) **سوال**: جمعہ کے خطبہ میں دونوں خطبوں کے درمیان نظم یا اشعار پڑھنا یا تقریر کرنا مقامی زبان میں یا خطبہ سے پہلے یا بعد میں تقریر کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد وقاص الدین، نیپال

الجواب وباللہ التوفیق: خطبہ سے قبل یا نماز کے بعد عربی زبان کے علاوہ دیگر کسی زبان میں تقریر کرنا، نظم یا شعر پڑھنا اصلاح کی غرض سے شرعاً درست ہے۔ دونوں خطبوں کے درمیان یا خطبہ کے بعد نماز سے قبل نظم یا شعر یا تقریر دیگر زبان میں مکروہ ہے۔(۲)

الجواب صحیح:　　فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید　　**کتبہ**: محمد احسان غفرلہ (۲۹/۲/۱۴۱۷ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند　　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ جمعہ کے لیے سیڑھی بدلنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۷۴) **سوال**: جمعہ کے دوسرے خطبہ میں کیا سیڑھی بدلنا ضروری ہے یا ایک ہی سیڑھی پر

---

(۱) ابن الهمام، فتح القدیر، ''کتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة''، ج ۲، ص: ۶۵، ۶۶.

(۲) ویکره للخطیب أن یتکلم في حال الخطبة، إلا أن یکون أمراً بمعروف. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة''، ج ۱، ص: ۲۰۸)

ویکره تکلمه فیها، إلا لأمر بمعروف لأنه منها. (الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب الجمعة''، ج ۳، ص: ۲۲)

کھڑے ہو کر خطبہ دینا کافی ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حمید الدین، اڑیشہ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی سیڑھی پر خطبہ جمعہ پڑھنے سے ''صعود علی المنبر'' کی سنت ادا ہو جاتی، دوسرے خطبہ میں سیڑھی بدلنے کی جو صورت سوال میں لکھی گئی ہے وہ درست نہیں ہے، فقہاء نے اس کو بدعت لکھا ہے۔ (۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱/۳/۱۴۲۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ میں ''السلطان ظل اللہ فی الأرض'' پڑھنا:

(۷۵) **سوال:** خطبہ جمعہ میں ''السلطان ظل الله في الأرض الخ'' پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اب اس پر عمل ممکن نہیں؛ اس لیے اس کو نہ پڑھا جائے تو کیا زید کا یہ قول درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبد الباسط نصر حسینی، الہ آباد

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں خطبہ میں ''السلطان ظل اللہ فی الارض'' پڑھنا درست ہے، زید کا یہ کہنا کہ اس پر عمل نہیں ہے اس لیے اس کو نہ پڑھا جائے یہ کوئی دلیل نہیں ہے بہت سے احکام ایسے ہیں کہ جن پر عمل نہیں ہے کیا ہر اس حکم کو بیان کرنا چھوڑ دیا جائے جس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ (۲)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۲/۱/۱۴۲۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) قولہ: (المنبر)...... وبحث بعضهم أن ما اعتيد الآن من النزول في الخطبة الثانية ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

دوران خطبہ اردو میں تقریر کرنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(۷۶) **سوال:** امام صاحب خطبہ جمعہ میں پہلا خطبہ مکمل کرنے سے پہلے اردو میں کچھ تقریر کرتے ہیں اس کے بعد اس خطبہ کو مکمل کرتے ہیں پھر دوسرا خطبہ مکمل کرتے ہیں تو اس طرح کرنے سے خطبہ ونماز درست ہوگی؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اظہار عالم، پٹنہ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ صورت میں نماز جمعہ درست ہوگی، لیکن خطبہ کے دوران عربی زبان کے علاوہ اردو وغیرہ میں تقریر مکروہ ہے، تقریر غیر عربی میں کرنی ہو تو خطبہ سے پہلے مادری زبان میں تقریر کی جائے اور اس کے بعد خطبہ صرف عربی زبان میں دیا جائے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی (۷/۱/۱۴۳۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......إلى درجة سفلى، ثم العود بدعة قبيحة شنيعة. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في حكم المرقي بين يدي الخطيب": ج۳، ص:۳۹)

(۲) عن زياد بن كسيب العدوي قال: كنت مع أبي بكرة تحت منبر ابن عامر وهو يخطب وعليه ثياب رقاق، فقال أبو بلال: انظروا إلى أميرنا يلبس ثياب الفساق، فقال: أبو بكرة اسكت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أهان سلطان الله في الأرض أهانه الله، هذا حديث حسن غريب. (أخرجه الترمذي، في سننه، "أبواب الفتن: باب ما جاء في الخلفاء": ج۲، ص:۴۶، رقم:۲۲۲۴)

(۱) قوله: (الخطبة فيه) ......تتمة: ...... خلافاً لهما حيث شرطاها، إلا عند العجز كالخلاف في الشروع في الصلاة. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة": ج۳، ص:۱۹)

ويكره للخطيب أن يتكلم في حال الخطبة، إلا أن يكون أمراً بمعروف. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة": ج۱، ص:۲۰۸)

ويكره تكلمه فيها، إلا لأمر بمعروف لأنه منها. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳، ص:۲۲)

رمضان کے آخری جمعہ میں الوداعی خطبہ پڑھنا سنت ہے یا بدعت؟

(۷۷) **سوال:** رمضان المبارک کے آخری جمعہ یعنی جس کو الوداعی جمعہ کہا جاتا ہے اس میں الوداعی خطبہ پڑھنا کیسا ہے سنت ہے یا بدعت، اگر بدعت ہے تو الوداعی جمعہ میں کون سا خطبہ پڑھا جائے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ محمد زاہد، میرٹھی

الجواب وباللہ التوفیق: الوداعی خطبہ پڑھنے کی کوئی فضیلت نہیں ہے، کوئی بھی خطبہ پڑھا جا سکتا ہے، الوداعی خطبہ اگر ضروری نہ سمجھا جائے تو اس کو بھی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاہم اس کا کوئی اہتمام نہ کیا جائے؛ کیوں کہ اس کے اہتمام والتزام کو علماء نے بدعت اور مکروہ لکھا ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال غفرلہ (۲۹/۱۱/۱۴۳۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ جمعہ میں ''صلّوا علیه وسلّموا تسلیماً'' پر سامعین کا بلند آواز سے درود پڑھنا:

(۷۸) **سوال:** خطبہ جمعہ میں آیت ''صلوا علیه وسلموا تسلیما'' پر بلند آواز کے ساتھ سامعین کو درود پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عماد الدین، دربھنگوی

(۱) من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (خطيب تبريزي، مشكوٰة المصابيح، ''كتاب الإيمان: باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول'' بیروت: المکتبۃ الاسلامیہ، ج ۱، ص: ۲۷، رقم: ۱۴۰)

البدعة: طريقة في الدين مخترعة، تضاهي الشرعية، يقصد بالسلوك عليها ما يقصد بالطريقة الشرعية، ...... ومنها: التزام العبادات المعينة في أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة، كالتزام صيام يوم النصف من شعبان وقيام ليلته. (أبو إسحاق الشاطبي، الموافقات، دار ابن القیم، السعودیۃ، ج ۱، ص: ۴۳-۴۷)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ کتب فقہ میں ہے کہ اس وقت درود شریف دل ہی دل میں پڑھ لے زبان سے نہ پڑھے۔[۱]

الجواب صحیح:　فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ　**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۲۰/۱۱/۱۴۲۰ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ جمعہ کے وقت سنت پڑھنا کیسا ہے؟

(۷۹) **سوال:** بوقت خطبہ جمعہ سنت پڑھنا کیسا ہے؟ اور جو پہلے سے پڑھ رہا ہو اور اذان و خطبہ شروع ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد سعید الحق، پاڑلی، راجستھان

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بوقت خطبہ جمعہ سنت پڑھنا ممنوع ہے اور اگر پہلے سے پڑھ رہا ہو اور اذان و خطبہ شروع ہو جائے تو دو رکعت پر سلام پھیر دے اور اگر دو سے زائد پڑھ چکا ہے تو چاروں رکعت پوری کرے۔[۲]

الجواب صحیح:　فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ　**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۷/۱۱/۱۴۲۰ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) قوله: (ولا كلام) ...... وكذلك إذا ذكر النبي صلى الله عليه وسلم لا يجوز أن يصلوا عليه بالجهر، بل بالقلب، وعليه الفتوى. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة": ج ۳، ص: ۳۵)

إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام إلى تمامها ...... (وكل ما حرم في الصلاة حرم فيها) أي في الخطبة ...... فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبيحاً أو رد سلام أو أمر بمعروف؛ بل يجب عليه أن يستمع ويسكت. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة": ج ۳، ص: ۳۴، ۳۵) ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ......

نابالغ خطبہ دے اور بالغ شخص جمعہ پڑھائے

(۸۰) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

جامعہ صفہ سیتاپور (جس میں دارالعلوم دیوبند کے مطابق درس نظامی کی تعلیم ہے) میں کچھ طلبہ نابالغ ہیں اور کچھ بالغ ہیں سب کے سب حافظ قرآن ہیں، ان کو تقریباً چارسو احادیث زبانی یاد ہیں، جو روز افزوں بڑھ رہی ہیں اور کچھ عربی بول چال پر بھی قادر ہیں نیز چند عربی خطبات زبانی یاد ہیں اور کئی مسجدوں میں یہ طلبہ کرام خطبہ جمعہ پڑھ بھی چکے ہیں لیکن نماز امام صاحب ہی نے پڑھائی ہے، عوام کو اس سے بہت خوشی ہوئی اور دل جوئی کے لیے انہوں نے انعامات سے بھی نوازا، اس عمل سے طلبہ کرام کے عزائم اور حوصلوں کو بھی بڑی جولانی ملی؛ لیکن کچھ علما کو اس پر اطمنان نہیں ہے ان کا کہنا ہے کہ ان طلبہ کا خطبہ جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے، امام ہی خطبہ جمعہ پڑھے اور وہی نماز پڑھائیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ عمل یعنی نابالغ اور بالغ طلبہ خطبہ جمعہ پڑھیں اور امام صاحب جمعہ کی نماز پڑھائیں شریعت کی رو سے یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اکرم قاسمی، سیتاپور

...... گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... (۲) (إذا خرج الإمام) من الحجرة إن كان، وإلا فقيامه للصعود...... (فلا صلاة ولا كلام) إلىٰ تمامها...... (وكل ما حرم في الصلاة حرم فيها) أي في الخطبة، فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبيحاً. (الحصكفي، الدرالمحتار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة“: ج۳، ص:۳۴، ۳۵)

وإذا خرج الإمام فلا صلاة، ولا كلام وقالا: لابأس إذا خرج الإمام قبل أن يخطب. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة“: ج۱، ص:۲۰۸)

(۱) أن النبي صلى الله عليه وسلم خطب متوكئاً علي قوس أو عصا. (أخرجه أبوداود، في سننه، ”كتاب الصلاة: باب الرجل يخطب على قوس“: ج۱، ص:۱۵۶، رقم:۱۸۷۱۲)

وفي الخلاصة: ويكره أن يتكئ على قوس أو عصا قوله: (وفي الخلاصة إلخ) استشكله في الحلية بأنه في رواية أبي داود (أنه صلى الله عليه وسلم قام: أي في الخطبة متوكئا على عصا أو قوس) ونقل القهستاني عن المحيط: أن أخذ العصاسنة كالقيام. (الحصكفي، ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: إذا شرك في عبادته العبرة للأغلب“: ج۳، ص:۴۱)

الجواب وبالله الموفق: خطبہ جمعہ نماز جمعہ کے لیے شرط ہے اور حضرات علماء نے صراحت کی ہے کہ بہتر ہے کہ خطبہ اور نماز دونوں ایک شخص پڑھائے اس لیے کہ دونوں شئ واحد کے حکم میں ہے، تاہم امام اور خطیب کا متحد ہونا شرط نہیں ہے اس لیے اگر خطبہ کوئی اور شخص پڑھے اور امامت کوئی اور کرے تو نماز درست ہو جائے گی۔ نابالغ کے خطبہ جمعہ کے سلسلے میں حضرات اہل علم کا اختلاف ہے اور صحیح قول کے مطابق نابالغ کا خطبہ جمعہ درست ہے تاہم بہتر ہے کہ بالغ کو ہی خطیب بنایا جائے تاکہ نماز متفق علیہ طور پر صحیح ہو اور کسی اختلاف کی گنجائش نہ رہے۔

”(لاينبغي أن يصلي غير الخطيب) لأنهما كشيء واحد (فإن فعل بأن خطب صبي بإذن السلطان وصلى بالغ جاز) هو المختار قوله:(لأنهما) أي الخطبة والصلاة كشيء واحد،لكونهما شرطا ومشروطا ولاتحقق للمشروط بدون شرطه فالمناسب أن يكون فاعلهما واحدا قوله:(هو المختار) وفي الحجة أنه لا يجوز، في فتاوى العصر فإن الخطيب يشترط فيه أن يصلح للإمامة، وفي الظهيرية لو خطب صبي اختلف المشايخ فيه، والخلاف في صبي يعقل، والأكثر على الجواز“[۱]

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی	**کتبہ**: امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی	مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند	(۱۴۴۳/۳/۱۰ھ)

خطبہ زبانی پڑھنا کافی ہے یا نہیں؟

(۸۱) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

خطیب جمعہ یا عیدین میں خطبہ دے رہے ہیں، خطیب کو خطبہ حفظ یاد ہے آیا خطیب کو خطبہ کی کتاب ہاتھ میں لینا ضروری ہے جیسا کہ زید کہتا ہے، اس کے برعکس بکر کہتا ہے کہ نہیں ہم نے مولوی

(۱) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في حكم المرقي بين يدي الخطيب“: ج ۳، ص: ۳۹، ۴۰۔

کو دیکھا ہے ہاتھ میں کتاب نہیں لیتے، خطیب کو خطبہ کی کتاب ہاتھ میں لینا کوئی ضروری نہیں، آیا زید کا قول درست ہے یا بکر کا قول درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ ظریف احمد، میرٹھ

الجواب وباللہ الموفق: خطبہ اگر حفظ یاد ہے تو خطبہ کی کتاب کا ہاتھ میں لینا ضروری نہیں ہے اور نہ مستحب ہے، مگر دونوں طریقے جائز ہیں؛ خواہ ہاتھ میں لے کر پڑھے یا بغیر ہاتھ میں لے کر زبانی پڑھے۔ اصل مقصد وعظ ونصیحت اور جمعہ وعیدین کے احکام کو بیان کرنا ہے۔ البتہ صحیح اعراب اور ادائے گئی حروف ضروری ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۱/۱۲/۱۴۱۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ جمعہ شروع کرنے سے قبل ''أعوذ باللہ'' پڑھنا:

(۸۲)**سوال:** خطبہ جمعہ شروع کرنے سے قبل اعوذ باللہ پڑھنا منقول ہے تو کیا آہستہ پڑھے یا دل میں پڑھے؟

فقط: والسلام
المستفتی: جان محمد، بڑوت

الجواب وباللہ الموفق: پڑھے یا نہ پڑھے، آہستہ پڑھے یا زور سے پڑھے سب

---

(۱) لما رأيت أكثر الخطباء يوم الجمعة وغيرها جاهلين غير قادرين على جمع كلمات عربية، ومن ثم ترى بعضهم يخطبون باللسان الفارسية والهندية، وبعضهم يخلطون اللسان العربية باللسان العجمية غافلين عن أنه خلاف السنة. (اللكنوي، مجموعة رسائل اللكنوي، مجموعة الخطب اللكنوية، مکتبہ انتشارات، شیخ الاسلام احمد جام، ایران: ج ۲، ص: ۳)

ولما كانت أكثر شريعتنا بالعربية، يلزم على الناس أن يتعلموا اللسان العربي بقدر ما يرتفع به الحاجة، فإن ما لايتم الواجب إلا به اجب، ومن هنا صرحوا أن تعلم الصرف والنحو وغيرهما من مبادي العلوم بقدر ما يحتاج إليه في فهم الشريعة واجب. (اللكنوي، مجموعة رسائل اللكنوي، رسالة آكام النفائس: ج ۴، ص: ۴۷)

درست ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ آہستہ پڑھے۔

''وأما سنتها فخمس عشرة......و رابعها:(قال أبو یوسف:في الجوامع التعوذ في نفسه قبل الخطبة......وهي تشتمل على عشرة أحدها :البداء ة بحمد اللّٰه''(۱)

''ويبدأ بالتعوذ سرا قوله:(ويبدأ)أي قبل الخطبة الأولىٰ بالتعوذ سرا ،ثم بحمد اللّٰه تعالىٰ و الثناء عليه،و الشهادتين،و الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم الخ''(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۶/۲/۱۵ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کی اذان اول واذان ثانی کے بعد خطبہ کا ترجمہ ومفہوم بیان کرنا

(۸۳) **سوال:** جمعہ کی پہلی اذان کے بعد یا خطبہ کی اذان کے بعد خطبہ کا ترجمہ ومفہوم بتانا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: معرفت محمد وسیم، راجو پوری

الجواب وباللہ الموفق: جمعہ کی اذان اول کے بعد خطبہ کا ترجمہ ومفہوم بتانا درست ہے اور خطبہ کی اذان ثانی کے بعد نماز سے پہلے ترجمہ وغیرہ درست نہیں ہے؛ صرف عربی زبان میں خطبہ دیا جائے۔(۳)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۶/۱۱/۷ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة'': ج۲،ص:۲۵۸.

(۲) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في قول الخطيب: قال الله تعالىٰ أعوذ بالله من الشيطان الرجيم'': ج۳،ص:۲۱.

(۳) وأخرج ابن عساكر رحمه اللّٰه تعالىٰ عن حميد بن عبد الرحمن أن تميماً الداري رضي اللّٰه تعالىٰ عنه استأذن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه في القصص سنين، فأبى أن يأذن له، فاستأذن في يوم واحد، فلما أكثر عليه، قال له: ما تقول؟ قال: أقرأ عليهم القرآن، وآمرهم بالخير، وأنهاهم عن الشر. ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

خطبہ جمعہ سے قبل وعظ ونصیحت کا ثبوت ہے یا نہیں؟

(۸۴)**سوال:** جمعہ کے دن خطبہ سے قبل وعظ وتقریر کا ثبوت ہے یا نہیں؟ بعض حضرات اس کو بدعت اور ناجائز کہتے ہیں اگر ہے تو اس کو کس طرح کیا جائے؟

فقط: والسلام

المستفتی: رئیس احمد قاسمی، مالیگاؤں

الجواب وباللہ الموفق: جمعہ کی اذان اول کے بعد اور اذان ثانی سے پہلے وعظ و نصیحت وبیان مسائل کا دور صحابہؓ سے ثبوت ہے اس کو بدعت وناجائز کہنا بلا دلیل ہے، حسب ضرورت وعظ ونصیحت اس وقت بھی بلا شبہ جائز ہے، شرط یہ ہے کہ نماز پڑھنے والوں کی نمازوں میں خلل کا سبب نہ بنے جس کی صورت یہ ہے کہ تمام لوگوں کو اطلاع ہو کہ اذان ثانی سے قبل سنتوں کا وقت دیا جائے گا نیز اذان ثانی کا جو وقت مقرر ہے اسی وقت پر ہو اور وعظ ونصیحت میں اس قدر تاخیر نہ ہو کہ لوگوں کے لیے زحمت کا باعث بن جائے نیز حسب مصلحت وضرورت باہمی مشورے سے وقت کے اندر کچھ تقدیم وتاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۲/۶/۳ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... قال عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه ذلك الذبح، ثم قال: عظ قبل أن أخرج في الجمعة فكان يفعل ذلك يوماً واحداً في الجمعة. (ابن الجوزي، الموضوعات الكبرى، "مقدمه فصل: ولما كان أكثر القصاص والوعاظ" بيروت: دار الكتب العلمية:ص:۲۰)

تنبيه: ذكر الملا على القاري رحمه اللّٰه هذا الحديث في مقدمة الموضوعات الكبرىٰ؛ ولكنه ليس بموضوع، بل هو من مستدلاته على عدم جواز القصص الطويلة التي لا ضرورة إلى بيانها، بل الأحسن أن يكون الوعظ مختصراً جامعاً خالياً عن الحشو والزوائد على طريق الإيجاز. (أخرجه المسلم، في صحيحه، "كتاب الإيمان:باب إن الدين النصحية" ج۱،ص:۵۴)

(۱)وأخرج ابن عساكر رحمه اللّٰه تعالىٰ عن حميد بن عبد الرحمن أن تميماً الداري رضي اللّٰه تعالىٰ عنه استأذن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه في القصص سنين، فأبي أن يأذن له، ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

جمعہ کے دن کون سا خطبہ پڑھنا چاہئے؟

(۸۵) **سوال:** (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کونسا خطبہ پڑھا کرتے تھے؟

(۲) احقر ایک مسجد میں نماز جمعہ پڑھاتا ہے چوں کہ اکثر خطبہ رکھا ہی ہے بار بار پڑھتے ہیں اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایک ہی خطبہ بار بار کیوں پڑھتے ہو؟

(۳) اگر کسی وجہ سے قصداً نماز ترک ہوجائے تو اس کا کیا گناہ ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد شاہد حسین، ہردوئی

الجواب وباللہ الموفق: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختصر اور متعدد خطبے ثابت ہیں جنہیں مختلف بزرگوں نے جمع فرمایا ہے۔

(۲) ایک ہی خطبہ کو بار بار پڑھنے میں حرج نہیں ہے آخر نماز میں بھی تو سورہ فاتحہ بار بار پڑھی جاتی ہے اچھا یہ ہے کہ مختلف مختصر خطبے یاد کرنے چاہئے ایسے عوام پر نظر نہیں ہونی چاہئے صحیح اور مسنون عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات پر نظر ہونی چاہئے اور اس کی رضا مندی ہی اصل ہے۔[1]

(۳) جان بوجھ کر نماز کے چھوڑنے کو کفر کے قریب بتایا جاتا ہے حدیث شریف میں ہے "من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر"[2] کہ جان بوجھ کر نماز کا چھوڑنا کفر کے قریب قریب ہے اللہ تعالیٰ نماز کی

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......فاستأذن في يوم واحد، فلما أكثر عليه، قال له: ما تقول؟ قال: أقرأ عليهم القرآن، وآمرهم بالخير، وأنهاهم عن الشر. قال عمر رضي الله تعالىٰ عنه: ذلك الذبح، ثم قال: عظ قبل أن أخرج في الجمعة فكان يفعل ذلك يوماً واحداً في الجمعة. (ابن الجوزي، الموضوعات الكبرى، "مقدمه فصل: ولما كان أكثر القصاص والوعاظ": ص:۲۰)

تنبيه: ذكر الملا علي القاري رحمه الله هذا الحديث في مقدمة الموضوعات الكبرىٰ؛ ولكنه ليس بموضوع بل هو من مستدلاته على عدم جواز القصص الطويلة التي لا ضرورة إلى بيانها؛ بل الأحسن أن يكون الوعظ مختصراً جامعاً خالياً عن الحشو والزوائد على طريق الإيجاز. (أخرجه المسلم، في صحيحه، "كتاب الإيمان: باب إن الدين النصحية": ج۱، ص:۵۴)

(۱) فحقيقة الإخلاص: التبري عن كل مادون الله تعالى. (المفردات في غريب القرآن: ص:۲۹۳)

(۲) من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر، أي المستحق عقوبة الكفر كذا فسره الشافعي. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح، "كتاب القصاص: الفصل الأول": ج۷، ص:۵، رقم:۳۴۴۶)

ہمت دے اس کی اہمیت اور فضیلت پر نظر ہو تو ادائیگی آسان ہو جاتی ہے۔

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ — **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۲۳/۷/۱۴۱۶ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

دورانِ خطبہ پنکھا جھلنا کیسا ہے؟

(۸۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہے اگر اس وقت کوئی شخص خود اپنے آپ کو پنکھا جھلنے لگے تو کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: منشی محمد رمضان، سہارنپور

الجواب وبالله الموفق: کراہت سے خالی نہیں ہے۔ حدیث میں ہے ”ومن مس الحصاء فقد لغا رواه مسلم“ جب ”مس حصاء“ یعنی کنکریوں سے کھیلنے اور ان کو ہاتھ میں لینے کی ممانعت ہے کہ اس میں مشغول ہے غیر خطبہ کی طرف تو پنکھا جھلنا اس سے زیادہ مشغول ہونا ہے الا یہ کہ گرمی کی شدت ہو اور پنکھے کے بغیر سکون نہ ملے تو قدر ضرورت گنجائش ہے۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ — **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۲/۸/۱۴۱۸ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) من توضأ فأحسن الوضوء ثم أتى الجمعة فاستمع وانصت غفرله ما بين الجمعة إلى الجمعة وزيادة ثلاثة أيام ومن مس الحصى فقد لغا. (أخرجه أبوداود، في سننه، ”كتاب الصلاة: باب فضل الجمعة“: ج۱، ص: ۱۰۵۰، رقم: ۱۰۵۰)

فمعناه كما قال النووي: فيه الهني عن مس الحصى وغيره من أنواع العبث في حال الخطبة، وفيه إشارة إلى الحض على إقبال القلب والجوارح على الخطبة والمراد باللغو هنا: الباطل المذموم المردود. (نووي، دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين لمحي الدين النووي، ”باب فصل يوم الجمعة و وجوبها“ بيروت: دارالکتب العلمیہ ج۳، ص: ۵۷۴)

وعظ وتقریر کے دوران سنتیں پڑھنا

(۸۷)**سوال:** جامع مسجد فتح گڈھ میں امام صاحب خطبہ پڑھنے سے دس منٹ قبل تقریر کرتے ہیں اس وقت تک کثیر تعداد میں نماز سنتیں ادا کرتے ہیں تقریر سے سنتوں کی ادائیگی میں مداخلت ہوتی ہے کیا اسی صورت میں تقریر کی جاسکتی ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: مرزا نعیم اللہ بیگ، فتح گڈھ

الجواب وبالله الموفق: صورت مذکورہ میں وعظ اور تقریر سے سنتوں کے پڑھنے والوں کو تشویش ہوگی اور ان کی توجہ دوسری طرف سننے والی ہوگی اس لیے ایسے وقت میں یا تقریر نہ کریں یا ایسے وقت سنتیں نہ پڑھیں۔ بہتر یہ ہے کہ تقریر اور وعظ شروع ہونے کے بعد جو نمازی حضرات آئیں وہ سنتیں نہ پڑھیں؛ بلکہ وضو بنا کر وعظ میں شرکت کریں وعظ کے ختم کرنے کے بعد پانچ منٹ کا وقت ان کو سنت پڑھنے کا دیا جائے پھر اذان خطبہ پڑھی جائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۳/۱۰/۳۰ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ میں سیاسی تقاریر کرنا

(۸۸)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین:

(۱) ایک امام صاحب جمعہ کی نماز سے پہلے تقریر کرنے کھڑے ہوجاتے ہیں پہلے مسائل

---

(۱) قوله: ولو "لقرآن أو تعليم": لأن المسجد بني للصلاة وغيرها تبع لها بدليل أنه إذا ضاق فللمصلي إزعاج القاعد للذكر أو القراءة أو التدريس ليصلي موضعه دون العكس. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الديات: باب ما يحدثه الرجل في الطريق وغيره": ج۱۰، ص:۲۶۱)

إن كان في النفل، ثم شرع الخطيب في الخطبة يقطع قبل السجدة، وبعدها عند الركعتين، هكذا في القنية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة": ج۱، ص:۲۰۹)

بیان کرتے ہیں اوراسی درمیان سیاسی تقریر بھی کرتے ہیں کہ یہ خطبہ ہے اوراس کا سننا ضروری ہے اور اس وقت سنتیں پڑھنے کو بھی منع کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) اس کے علاوہ امام صاحب نماز میں جو قرأت کرتے ہیں خاص کر جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ الم نشرح پڑھتے ہیں اور دوسری رکعت میں القارعہ پڑھتے ہیں؛ حالاں کہ القارعہ سورۃ بڑی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اوراس بارے میں آپ بطور شرع کے فرمائیں کیا ان کی دونوں باتیں صحیح نہیں یا میں غلطی پر ہوں؟

فقط: والسلام

المستفتی: ماسٹر محمد عامر، دیوبند

الجواب وبالله الموفق: (۱) اذان خطبہ وخطبہ جمعہ عربی زبان میں مسنون ہے اس سے قبل جو اردو میں تقریر ہوتی ہے وہ خطبہ میں شمار نہیں ہوتی اوراس کا حکم خطبہ جیسا بھی نہیں ہوتا تقریر ہوتے ہوئے نماز وغیرہ سب کچھ پڑھا جاسکتا ہے جب کہ نماز میں سلام، کلام بوقت خطبہ جمعہ ممنوع ہے اس تقریر میں دینی باتیں، دینی مسائل، دینی واقعات احادیث وقرآن کی روشنی میں بیان کئے جائیں سیاسی تقریر دنیاوی تقریر کرنے والے کو وہاں پر تقریر کا موقع نہ دیا جائے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے موجودہ قسم کی سیاست کا نہیں ہے۔(۱)

(۲) امام کو چاہئے کہ پہلی رکعت میں لمبی سورت پڑھیں اور دوسری میں اس سے چھوٹی سورت پڑھیں یہ ہی مسنون ہے اس کے خلاف خلاف اولیٰ ہے۔ صورت مذکورہ میں الم نشرح واقعی چھوٹی

---

(۱) لاشك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة عن النبي صلى الله عليه وسلم، والصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، فيكون مكروها تحريماً. (عبد الحی اللکھنوي، عمدة الرعايه على شرح الوقاية، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعه'': ج ۲، ص: ۳۲۴)

وعن مالك قال: بنى عمر رحبة في ناحية المسجد تسمى البطيحاء وقال: من كان يريد أن يلغط أو ينشد شعرا أو يرفع صوته فليخرج إلى هذه الرحبة. رواه في الموطأ. (خطيب تبريزی، مشكاة المصابيح، ''كتاب الصلاة: باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثالث'': ج ۱، ص: ۷۱، رقم: ۷۴۵)

الجلوس في المسجد للحديث لا يباح بالاتفاق؛ لأن المسجد ما بني لأمور الدنيا. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الكراهية: الباب الخامس: في آداب المسجد والقبلة'': ج ۵، ص: ۳۷۲)

سورت ہے کہ اس میں آٹھ آیات ہیں اور سورہ القارعہ بڑی سورت ہے کہ اس میں گیارہ آیات ہیں اس طرح پڑھنا خلاف اولیٰ ہے امام صاحب کو چاہئے کہ سنت کے مطابق پڑھیں تا کہ نماز جیسا اہم فریضہ کراہت سے خالی رہے اور سنت کے مطابق اس کی ادائیگی ہو جائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیو بندی غفرلہ (۱۵/۵/۱۴۲۱ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

جمعہ کے خطبہ ثانیہ میں خلفاء راشدین کا نام اور اس کی اصل

(۸۹) **سوال:** ہماری مسجد میں ایک اشتہار لگا ہوا ہے اس میں لکھا ہے کہ جمعہ کا خطبہ ثانیہ جو خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام لے کر ذکر کیا جاتا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے، خطیب کو چاہئے کہ اس کو ترک کر دے ورنہ گناہ گار ہوگا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حکیم رضی الدین قاسمی، کھتولی

الجواب وباللہ الموفق: خطبہ ثانیہ میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر خیر

---

(۱) (وإطالة الثانية على الأولىٰ يكره) تنزيهاً (إجماعاً إن بثلاث آيات) إن تقاربت طولاً وقصراً، وإلا اعتبر الحروف والكلمات. واعتبر الحلبي فحش الطول لا عدد الآيات، واستثنى في البحر ما وردت به السنة، واستظهر في النفل عدم الكراهة مطلقاً (وإن بأقل لا) يكره، لأنه عليه الصلاة والسلام صلى بالمعوذتين. (قوله: إن تقاربت إلخ) ذكر هذا في الكافي في المسألة التي قبل هذه، واعتبره في شرح المنية في هذه المسألة أيضاً كما يأتي في عبارته. والحاصل: أن سنية إطالة الأولى على الثانية، وكراهية العكس إنما تعتبر من حيث عدد الآيات، إن تقاربت الآيات طولاً وقصراً فإن تفاوتت تعتبر من حيث الكلمات، فإذا قرأ في الأولى من الفجر عشرين آيةً طويلةً، وفي الثانية منها عشرين أيةً قصيرةً تبلغ كلماتها قدر نصف كلمات الأولى فقد حصل السنة، ولو عكس يكره، وإنما ذكر الحروف للإشارة إلى أن المعتبر مقابلة كل كلمة بمثلها في عدد الحروف، فالمعتبر عدد الحروف لا الكلمات، فلو اقتصر الشارح على الحروف أو عطفها على الكلمات كما فعل في الكافي لكان أولىٰ. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب السنة تكون سنة عين وسنة كفاية": ج۲، ص: ۲۶۳)

ان کی مدح ان کے لیے دعاء خیر کرنا بدعت نہیں ہے اور نہ بے اصل ہے۔ زمانہ خیر القرون سے جاری ہے اور اسلاف صالحین کے عمل سے ثابت ہے۔ اور اس کے مستحب ہونے کی یہ ہی دلیل کافی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جماعت صحابہ کی موجودگی میں خطبہ میں حضرات خلفاء راشدین کا ذکر خیر کیا ان کی مدح کی اور ان کے لیے دعا خیر کی ہے۔ فقہ کی معتبر کتابوں میں خلفاء راشدین کے تذکرے کو مستحب قریب السنۃ؛ بلکہ شعار دین خصوصاً اہل سنت والجماعت کا شعار بتایا ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۶/۲۱ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ جمعہ میں حضرت علی کی صفات کی وضاحت کرنا کیسا ہے؟

(۹۰) **سوال:** جمعہ کے خطبوں میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور خلفاء راشدین ”(علی فرق مراتب) وعلى مظهر العجائب والغرائب علي بن أبي طالب“ بھی پڑھتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے کیا اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات میں سے کسی کے لیے شرعاً کیا جا سکتا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: معرفت مولوی عبدالستار

الجواب وباللہ الموفق: عجیب وغریب باتیں ذہانت اور اولوالعزمی کی علامت ہیں اس میں آپ کو کیا اشکال ہے۔ حضرت علیؓ بڑے جری اور بہادر تھے اور بہت سارے امور آپ نے انجام دیے اس لیے بعض لوگ آپ کو مظہر العجائب والغرائب سے یاد کرتے تھے اس جملہ کا

---

(۱) و يندب ذكر الخلفاء الراشدين والعمين. (الحصكفي، الدرالمحتار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة“: ج۳،ص:۲۱)

والرابع: الخطبة فيه. (أيضاً: ج۳،ص:۱۹)

وذكر الخلفاء الراشدين والعمين مستحسن بذلك جرى التوارث. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ص:۵۱۶)

استعمال بندوں کے لیے کیا جا سکتا ہے آپ کے ذہن میں جو اشکال ہو اس کو تحریر کریں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۶/۲۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ جمعہ کا اردو ترجمہ کرنا

(۹۱) **سوال:** خطبہ جمعہ کا ترجمہ اردو میں پڑھنا کیسا ہے؟ اگر نا جائز ہے تو قبل الخطبہ یا بعد الخطبہ کیسا ہے اس پر لوگ اصرار کرتے ہیں کہ ترجمہ پڑھا جائے کیوں کہ ہم لوگ عربی خطبہ نہیں سمجھتے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالحق اشرف، مدھوبنی

الجواب وباللہ الموفق: خطبہ سے پہلے اردو ترجمہ مقتدیوں کو سنا دیا جائے پھر اذان خطبہ کی پڑھ کر خطبہ عربی میں پڑھا جائے اس کے بعد متصلاً نماز جمعہ پڑھی جائے یہ جائز اور درست ہوگا۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۱/۷/۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) وذكر الخلفاء الراشدين والعمين مستحسن بذلك جرى التوارث. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ص:۵۱۶)

و يندب ذكر الخلفاء الراشدين والعمين. (الحصكفي، الدرالمحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة": ج۳،ص:۲۱)

(۲) لاشك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة عن النبي صلى الله عليه وسلم والصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، فيكون مكروها تحريماً. (اللكهنوي، عمدة الرعاية على شرح الوقاية، "كتاب الصلاة:باب صلاة الجمعه": ج۲،ص:۳۲۴)

وعن مالك قال: بنى عمر رحبة في ناحية المسجد تسمى البطيحاء وقال: من كان يريد أن يلغط أو ينشد شعراء، أو يرفع صوته فليخرج إلى هذه الرحبة. رواه في الموطأ. (خطيب تبريزى، مشكاة المصابيح، "كتاب الصلاة: باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثالث": ج۱،ص:۱۷،رقم:۷۴۵)

جمعہ کا خطبہ دے کر کسی اور کو امام بنانا کیسا ہے؟

(۹۲) **سوال:** کسی امام نے خطبہ جمعہ پڑھا مگر پھر انہوں نے کسی معزز شخصیت کو امام بنایا اور نماز پڑھانے کو کہا تو یہ درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: اشفاق انجم، مدھوبنی

الجواب وبالله الموفق: اس صورت میں بہتر تو یہی تھا کہ جس شخص نے خطبہ پڑھا ہے وہی نماز جمعہ پڑھائے؛ مگر کسی معزز شخصیت نے نماز پڑھادی تو یہ بھی جائز اور درست ہے بہر حال نماز ادا ہوگئی ہے اس میں شک نہ کیا جائے۔

”(لا ينبغي أن يصلي غير الخطيب) لأنهما كشيء واحد (فإن فعل بأن خطب صبي بإذن السلطان وصلى بالغ جاز)“[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۴۱/۱۰/۲۶ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ جمعہ کے غیر عربی میں ہونے کے بارے میں احناف کے درمیان اختلاف کی عبارت

(۹۳) **سوال:** خطبہ جمعہ کے عربی زبان کے علاوہ دوسری کسی زبان میں پڑھنے کے

(۱) (لاينبغي أن يصلي غير الخطيب) لأنهما كشيء واحد (فإن فعل بأن خطب صبي بإذن السلطان وصلى بالغ جاز) هو المختار قوله: (لأنهما) أي الخطبة والصلاة كشيء واحد، لكونهما شرطا ومشروطا ولا تحقق للمشروط بدون شرطه فالمناسب أن يكون فاعلهما واحدا قوله: (هو المختار) وفي الحجة أنه لا يجوز، في فتاوى العصر فإن الخطيب يشترط فيه أن يصلح للإمامة، وفي الظهيرية لو خطب صبي اختلف المشايخ فيه، والخلاف في صبي يعقل، والأكثر على الجواز. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في حكم المرقي بين يدي الخطيب“: ج ۳، ص: ۳۹، ۴۰.

بارے میں جو اختلاف امام صاحب وصاحبین کے درمیان ہے کی عبارت نقل فرمادیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ابراہیم، گورکھپور

الجواب وبالله الموفق: ''فإن افتتح الصلاة بالفارسية أوقرأ فيها بالفارسية أو ذبح وسمىٰ بالفارسية وهو يحسن العربية أجزأه عند أبي حنيفة ،وقالا: لا يجزيه إلا في الذبيحة وإن لم يحسن العربية أجزأه......ويروي رجوعه في أصل المسئلة إلىٰ قولهما، وعليه الاعتماد و الخطبة و التشهد على هذا الاختلاف''(۱)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ	**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۴/۱/۴ھ)
مفتی دار العلوم وقف دیوبند	نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

خطبہ کے وقت چندہ کرنا

(۹۴) **سوال:** نماز جمعہ میں خطبہ کے وقت یا بعد دعاء چندہ کرنا کیسا ہے؟ اس طرح مقرر لوگوں کو چندہ کی ترغیب دینا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: نظام الدین، ہردوئی

الجواب وبالله الموفق: خطبہ سننا واجب ہے اور دوران خطبہ ڈبہ گھمانا یا کسی اور انداز سے چندہ کرنا خطبہ سننے میں خلل ڈالتا ہے؛ اس لیے دوران خطبہ چندہ کرنا مکروہ تحریمی ہے،(۲) نماز کے بعد دعا سے فراغت سے پہلے ڈبہ گھمانا اور چندہ کرنا دعاء کے لیے مخل ہے؛ اس لیے اس وقت

(۱) المرغيناني، الهداية، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': دار الکتاب دیوبند، ج۱، ص:۱۰۱،۱۰۲

(۲) (وكل ما جرم في الصلاة جرم فيها) أي في الخطبة خلاصة وغيرها فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبيحا أو رد سلام أو أمرا بمعروف؛ بل يجب عليه أن يستمع ويسكت. وفي الشامي: ظاهره أنه يكره الاشتغال بما يفوت السماع،وإن لم يكن كلاماً. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار،''كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة'': ج۳،ص:۳۵)

میں بھی بغیر ضرورت شدیدہ چندہ کرنا مناسب نہیں ہے؛ البتہ دعاء کے بعد چندہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اسی طرح مقرر کا چندہ کی ترغیب دینا یا چندہ کرانا بھی درست ہے، مسجد کی ضروریات کے لیے مسجد میں چندہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: خورشید عالم غفرلہ، مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۴/۶/۲۱ھ)، نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ سے قبل وعظ وتقریر کی وجہ سے سنتوں کا وقت نہ ملنا

(۹۵) **سوال:** بستی کی جامع مسجد میں جمعہ سے قبل امام صاحب تقریر کرتے ہیں، جمعہ کا وقت ایک بجے ہے اور امام صاحب ایک بجے تک تقریر کرتے رہتے ہیں، سنتوں کا ٹائم نہیں ملتا کیا اس طرح وعظ ونصیحت کرنا درست ہے، اس سلسلہ میں کیا صورت اختیار کی جائے؟

فقط: والسلام

المستفتی: صوفی محمد اخلاق، دیوبند

الجواب وباللہ الموفق: جمعہ سے قبل کی سنتیں مؤکدہ ہیں؛ اس لیے صورت مسئولہ میں وعظ وتقریر کا پروگرام نماز جمعہ کے بعد کیا جائے یا پھر تقریر کے بعد سنتوں کا وقت دیا جائے حسب موقع کوئی بھی صورت اختیار کرلی جائے؛ لیکن سنتوں کے وقت میں تقریر وغیرہ درست نہیں۔

"سن مؤكدا أربع قبل الظهر وأربع قبل الجمعة وأربع بعدها بتسليمة .... لما عن عائشة كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي قبل الظهر أربعا

---

(۱) عن عبد الرحمن بن خباب، قال: شهدت النبي صلى الله عليه وسلم وهو يحث على جيش العسرة فقام عثمان بن عفان فقال: يا رسول الله على مائة بعير بأحلاسها وأقتابها في سبيل الله، ثم حض على الجيش فقام عثمان بن عفان فقال: يا رسول الله على مائتا بعير بأحلاسها وأقتابها في سبيل الله، ثم حض على الجيش فقام عثمان بن عفان فقال: يا رسول الله على ثلاث مائة بعير بأحلاسها وأقتابها في سبيل الله، فأنا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل عن المنبر وهو يقول: ما على عثمان ما عمل بعد هذه، ما على عثمان ما عمل بعد هذه. (أخرجه الترمذي، في سننه، "أبواب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم": ج ۲، ص: ۲۱۱، رقم: ۳۷۰۰)

وبعدها ركعتين"(۱)

"عن ابن عباس رضي الله عنه كان النبي صلى الله عليه وسلم يركع قبل الجمعة أربعا لا يفصل في شيء منهن"(۲)

"وفي الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها"(۳)

"قوله: (والسنة ...... قبل الظهر والجمعة وبعدها أربع)، ...... فالأول في كل يوم ما عدا الجمعة ثنتا عشره ركعة وفي يوم الجمعة أربع عشرة ركعة، والأصل فيه ما رواه الترمذي عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله عليه وسلم: من ثابر علىٰ ثنتي عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتا في الجنة"(۴)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۷/۷/۱۴۲۱ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

منبر سے اتر کر خطبہ دینے کا حکم

(۹۶) **سوال**: قدیم جامع مسجد میں ممبر پر جمعہ کا خطبہ دیا جاتا ہے اگر کبھی ہٹ کر دے دیا جائے تو کیا خطبہ ادا ہو جائے گا؟ شریعت کی روشنی میں وضاحت مطلوب ہے۔

فقط: والسلام
المستفتی: حاجی محمد یونس، بنارس

الجواب وبالله التوفيق: جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہوکر دینا مسنون ہے اور نبی

---

(۱) أخرجه أبو داود، في سننه، "كتاب الصلاة: باب تفريع أبواب التطوع وركعات السنة": ج۱، ص: ۱۷۸، رقم: ۱۲۵۱.

(۲) أخرجه ابن ماجه، في سننه، "كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة": ج۱، ص: ۷۹، رقم: ۱۱۲۹؛ والحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل، مطلب: في السنن والنوافل": ج۲، ص: ۴۵۱.

(۳) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب التاسع: في النوافل": ج۱، ص: ۱۷۲.

(۴) ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل": ج۲، ص: ۸۳.

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح ثابت ہے، البتہ منبر پر خطبہ دیتے وقت اگر کوئی شرعی حاجت وضرورت ہو تو خطیب کے لیے منبر سے اترنا یا کلام کرنا (جیسے کھڑے ہوئے لوگوں کو بیٹھنے کا حکم دینا وغیرہ) دونوں جائز ہیں۔ لیکن بلا عذر ایسا کرنا خلاف سنت ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مسافر اور ناواقف آدمی ہوں، مجھے اپنے دین کا علم نہیں ہے، ابو رفاعہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دینا موقوف کیا، اور منبر سے اتر کر کرسی پر تشریف فرما ہوئے جس کے پائے لوہے کے بنائے گئے تھے؛ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دین کی تعلیم دی، پھر لوٹ کر خطبہ شروع کیا۔

”عن ابن عمر، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب خطبتين، كان يجلس إذا صعد المنبر حتى يفرغ أراه قال: المؤذن ثم يقوم، فيخطب، ثم يجلس فلايتكلم، ثم يقوم فيخطب“(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۱۱/۱۱/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

لنگی پہن کر جمعہ کا خطبہ پڑھنا

(۹۷) **سوال**: ایک امام صاحب لنگی پہن کر جمعہ کا خطبہ پڑھتے ہیں تو یہ کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد رضی الدین، لکھیم پوری

---

(۱) أخرجه أبو داود، في سننه، ”كتاب الصلاة: تفريع أبواب الجمعة، باب الجلوس إذا صعد المنبر“: ج۱، ص:۱۵٦، رقم:۱۰۹۲.

عن جابر بن سمرة، قال: من حدثك أنه لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم يخطب قاعداً قط، فلا تصدقه، قد رأيته أكثر من مأة مرة، فرأيته يخطب قائماً، ثم يقوم فيخطب خطبته الأخرى الخ. (أخرجه أحمد بن حنبل، في مسنده: ج۳۴، ص:۴۸۰، رقم:۲۰۹۴۵)

الجواب وباللہ التوفیق: جس لباس میں باہر نکلنا، بازار جانا، شادی وغمی کی مجالس میں شرکت پسند نہ کرتا ہو، بلکہ معیوب سمجھتا ہو اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھانا مکروہ ہے اور جب کہ لنگی پہن کر خطبہ پڑھانے والے، لنگی باندھنے اور مجالس میں جانے باہر نکلنے کے عادی ہیں، تو پھر نماز پڑھانے میں بھی کراہت نہیں ہے۔ (۱)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ	**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۲/۳ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند	نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جو شخص جمعہ پڑھ چکا ہو وہ دوبارہ خطبہ پڑھ سکتا ہے؟

(۹۸) **سوال:** ایک شخص جمعہ کی نماز پڑھا کر آرہا تھا، راستہ میں ایک مسجد کے لوگوں نے کہا مولوی صاحب کوئی خطبہ پڑھانے والا نہیں ہے، آپ صرف خطبہ پڑھا دیجئے تو کیا حکم شرعی ہے وہ شخص خطبہ جمعہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں اسی طرح عیدین کے متعلق جواب مرحمت فرمائیں کرم ہوگا۔

فقط: والسلام

المستفتی: عبداللہ، مرشد آباد

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ صورت میں وہ شخص جمعہ کا خطبہ دے سکتا ہے؛ اس لیے کہ یہ جائز ہے کہ جمعہ کا خطبہ کوئی دے اور نماز کوئی اور پڑھائے مگر مناسب بات یہ ہے کہ خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ دونوں کو ایک ہی شخص پڑھائے مگر کوئی اس کے خلاف کرے تو جائز ہے۔ (۲)

(۱) قوله: (وصلاته في ثياب بذلة)......قال في البحر: وفسرها في شرح الوقاية: بما يلبسه في بيته ولا يذهب به إلى الأكابر، والظاهر أن الكراهة تنزيهية. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، "كتاب الصلاة: باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: في الكراهة التحريمية والتنزيهية": ج۲،ص:۴۰۷)

وتكره الصلاة في ثياب البذلة، كذا في معراج الدراية. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع: فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثاني: فيما يكره في الصلاة وما لا يكره": ج۱،ص:۱۶۵)

(۲) (لا ينبغي أن يصلي غير الخطيب) لأنهما كشيء واحد (فإن فعل بأن خطب صبي بإذن السلطان، وصلى بالغ جاز) هو المختار. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار،......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

"قوله:(لأنهما) أي:الخطبة والصلاة كشيء واحد، لكونهما شرطاً مشروطا ولا تحقق المشروط بدون شرطه، فالمناسب أن يكون فاعلهما واحداً"[1] اسی طرح عیدین کا مسئلہ بھی ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۳/۱۴؍۱۴۰۸ھ)
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

بوقت خطبہ وظائف پڑھنا، انگلیوں کا چومنا

(۹۹)**سوال**: جب خطیب ممبر پر آجائے تو اس وقت وظائف پڑھنا، انگلیوں کو چومنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ نظیر احمد خاں، یاقوت گنج

الجواب وباللہ التوفیق: خطیب کے ممبر پر آجانے کے بعد کوئی وظیفہ پڑھنا یا انگلیاں چومنا وغیرہ شرعاً درست نہیں۔ حاضرین پر لازم ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ اذان وخطبہ سنیں[1] اگر کچھ لوگ دور ہوں اور آواز کم آئے یا بالکل نہ آئے، تو بھی پورے طور پر متوجہ رہنا لازم ہے یہ حکم حدیث پاک میں صراحۃً موجود ہے۔

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في حكم المرقي بين يدي الخطيب": ج۳، ص:۳۹)

وقد علم من تفاريعهم أنه لا يشترط في الإمام أن يكون هو الخطيب. (أيضاً:ص:۱۹)

(۱)ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳،ص:۳۹.

(۲)أخرج ابن أبي شيبة عن عروة قال: إذا قعد الإمام على المنبر فلا صلاة وعن الزهري قال: في الرجال يجيئ يوم الجمعة والإمام يخطب يجلس ولا يصلي. (ابن همام، فتح القدير، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة": ج۲،ص:۶۵)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: من تكلم يوم الجمعة والإمام يخطب فهو كمثل الحمار يحمل أسفاراً. (خطيب تبريزى، مشكوٰة المصابيح، "كتاب الصلاة: باب التنظيف والتكبير": ص:۱۲۳، رقم:۱۳۹۷)

”وإذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام“(۱)

”وإذا خرج الإمام يوم الجمعة ترك الناس الصلاة والكلام“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۱/۷ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

دوران خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آنے پر درود پڑھنا

(۱۰۰) **سوال:** درمیان خطبہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آجائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماء اس میں آجائیں تو اس پر درود بھیجنا یا رضی اللہ عنہ کہنا سراً کیسا ہے؟ جب کہ درود نہ بھیجنے والے کو ابخل البخلاء کہا گیا ہے۔

فقط: والسلام

المستفتی: زاہد الرحمٰن، کٹھار

الجواب وباللہ التوفیق: زبان سے نہیں دل سے کہہ سکتا ہے۔ یہ مستثنیٰ ہے۔(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۰۸/۵/۲۳ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ کے دوران بیٹھنے کا طریقہ

(۱۰۱) **سوال:** جمعہ کے دن امام جب خطبہ جمعہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی کے بیٹھنے کا طریقہ کیا ہو

(۱) أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ص: ۵۱۸.

(۲) المرغيناني، الهداية، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة“: ج ۱، ص: ۱۷۱.

(۳) وينبغي أن لا يجيب بلسانه اتفاقاً في الأذان بين يدي الخطيب. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب: في كراهة تكرار الجماعة في المسجد“: ج ۲، ص: ۷۰)

قوله: (ولا كلام) …… وكذلك إذا ذكر النبي صلى الله عليه وسلم لا يجوز أن يصلوا عليه بالجهر؛ بل بالقلب، وعليه الفتوى رملي. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في شروط وجوب الجمعة“: ج ۳، ص: ۳۵)

بعض جگہ پر خطبہ کے دوران لوگ پہلے خطبہ میں حالت تشہد میں نماز کے لیے ہاتھ باندھ کر بیٹھتے ہیں اور دوسرے خطبے میں ہاتھ کو ران پر رکھ کر بیٹھتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالصمد، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر اور افضل یہ ہے کہ خطبہ جمعہ کے دوران مثل حالت تشہد صلوۃ کے بیٹھے؛ لیکن اگر اس طرح بیٹھنے میں تکلیف ہو یا عذر ہو تو پھر جس طرح بیٹھنے میں سہولت ہو اس طرح بیٹھ سکتے ہیں؛(۱) البتہ پاؤں قبلہ کی طرف پھلا کر نہ بیٹھے کہ اس میں مسجد کی بے ادبی ہے اور نمازیوں کے لیے تکلیف دہ ہے سوال میں جس مخصوص انداز میں بیٹھنے کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد امانت علی قاسمی

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۳/۱۰/۱۷ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

خطبہ جمعہ بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۰۲)**سوال:** جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں یا کھڑے ہو کر ہی پڑھنا ضروری ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: معراج الحق، کلکتہ

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہے، بیٹھ کر اگر چہ

---

(۱) إذا شهد الرجل عند الخطبة إن شاء جلس محتبيا أو متربعا أو كما تيسر؛ لأنه ليس بصلاة عملا وحقيقة، كذا في المضمرات، ويستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلاة، كذا في معراج الدراية. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة": ج۱،ص:۲۰۹)

پڑھنا جائز ہے؛ لیکن بغیر عذر کے مکروہ ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ سے قبل خطیب کا قوم کو سلام کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۱۰۳) **سوال**: امام جب خطبہ کے لیے جائے منبر پر تو قوم کی طرف منھ کر کے سلام کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: معراج الحق، کلکتہ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ وقت میں امام کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔ البحر الرائق میں خطبہ کے بیان میں ہے۔

''وترك السلام من خروجه إلى دخوله في الصلاة وترك الكلام، ......قوله صلى الله عليه وسلم: إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام يبطل ذلك''[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) قوله: (وطهارة وستر عورة قائما)، جعل الثلاثة في شرح المنية واجبات مع أنه نفسه صرح في متن الملتقى بسنية الطهارة والقيام كما في كثير من المعتبرات. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في قول الخطيب قال الله تعالىٰ: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم'': ج ۳، ص: ۲۳)

(ويخطب قائما على طهارة) لأن القيام فيهما متوارث......(ولو خطب قاعداً أو على غير طهارة جاز). (علي بن أبي بكر المرغيناني، الهداية مع فتح القدير، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة'': ج ۲، ص: ۵۶، ۵۷)

وأما سننها فخمسة عشر......وثانيها: القيام هكذا في البحر الرائق، ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

خطبہ سے قبل کی تقریر سننا بہتر ہے یا تلاوت قرآن

(۱۰۴)**سوال:** خطبہ جمعہ سے قبل جو مختصر بیان ہوتا ہے، اس کا سننا بہتر ہے یا تلاوت قرآن کرنا بہتر ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اکرم، ہردوئی

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن پاک کی تفسیر اور مطلب سے ناواقف عوام کے لیے بیان سننا اور دینی احکامات سے واقف ہونا زیادہ افضل ہے، تلاوت تو بعد میں بھی کی جا سکتی ہے۔

''أولیٰ الظاهر أن هذا خاص بمن لا قدرة له على فهم الآيات القرآنية والتدبر في معانيها الشرعية، والاتعاظ بمواعظها الحكمية، إذ لا شك أن من له قدرة على ذلك يكون استماعه أولیٰ بل أوجب، بخلاف الجاهل فإنه يفهم من المعلم والواعظ ما لا يفهمه من القارئ فكان ذلك أنفع له''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴/۷/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... ولو خطب قاعداً أو مضطجعا جاز. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة'': ج۱، ص: ۲۰۷)

(۲) ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة'': ج۲، ص: ۲۵۹.

وترك الكلام من خروجه إلى دخوله في الصلاة. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج۳، ص: ۲۳)

وإذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام الخ. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السادس عشر: في صلاة الجمعة'': ج۱، ص: ۲۰۸)

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، ''كتاب الصلاة: باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، مطلب: في من سبقت يده إلى مباح'': ج۲، ص: ۴۳۷.

خطبہ جمعہ میں خلفاء راشدین وحضرات حسنین کا تذکرہ کرنا واجب ہے یا سنت؟

(۱۰۵) **سوال:** خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امام حسن، امام حسین کا نام لینا سنت ہے یا واجب، اور اگر نہ لیا جائے تو خطبہ اداء ہوگا یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: معراج الحق، کلکتہ

الجواب وباللہ التوفیق: خطبہ میں مذکورہ مقدس حضرات کا ذکر کرنا اور پڑھنا سنت نہیں؛ بلکہ مستحب ہے۔ اور اگر کوئی مذکورہ اسمائے مبارکہ کو خطبہ میں نہ پڑھے تو خطبہ میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

”ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین“(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

بوقت خطبہ مقتدیوں کو درود اور تکبیرات پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

(۱۰۶) **سوال:** خطبہ میں جب امام صاحب تکبیر یا درود پڑھتے ہیں عید کے دن تو کیا سننے والوں کو درود وسلام اور تکبیرات پڑھنی چاہیے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالواحد، ہبلی، کرناٹک

الجواب وباللہ التوفیق: سننے والے بھی آہستہ تکبیر کہہ سکتے ہیں اور دل میں درود پڑھیں۔

---

(۱) الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة“: ج۳، ص:۲۱.

وذكر الخلفاء الراشدين والعمين مستحسن بذلك جرى التوارث. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ص:۵۱۶)

’’وإذا كبر الإمام بالخطبة يكبر القوم معه، وإذا صلى على النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الناس في أنفسهم امتثالاً للأمر وسنة الإنصات‘‘(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

بوقت خطبہ مسجد پہونچنے والا سنتیں کب پڑھے؟

(۱۰۷) **سوال**: زید خطبہ کی اذان کے وقت مسجد پہونچا، کیا وہ جمعہ سے قبل کی سنتیں پڑھ سکتا ہے، اگر نہیں، تو کیوں نیز اب سنتوں کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد نسیم فاروقی، دہرہ دون

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مذکورہ میں زید پر خاموشی سے خطبہ کا سننا واجب ہے، سنتیں پڑھنا جائز نہیں، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد واصف قاسمی (۱۱/۸/ ۱۴۰۷ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب السابع عشر: في صلاة العيدين‘‘: ج۱، ص:۲۱۲.

ويكبر القوم معه، ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم في أنفسهم امتثالاً للأمر وسنة الإنصات. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ’’كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين‘‘: ص:۵۳۵)

(۲) وأخرج ابن أبي شيبة عن عروة قال: إذا قعد الإمام على المنبر فلا صلاة وعن الزهرى قال: في الرجال يجيء يوم الجمعة والإمام يخطب يجلس ولا يصلي. (ابن الهمام، فتح القدير، ’’كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة‘‘: ج۲، ص:۶۵)

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من تكلم يوم الجمعة والإمام يخطب فهو كمثل الحمار يحمل أسفاراً. (خطيب تبريزى، مشكوة المصابيح، ’’كتاب الصلاة: باب التنظيف والتكبير‘‘: ص:۱۲۳، رقم:۱۳۹۷)

منبر سے الگ ہوکر کرسی پر خطبہ دینا:

(۱۰۸)**سوال:** منبر سے الگ ہوکر عیدین کا خطبہ دینا اور دوران جلسہ کرسی پر بیٹھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد التمش، ہردوئی

الجواب وبالله التوفيق: عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عید گاہ میں منبر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی مدینہ میں مسجد نبوی کا منبر عید گاہ لایا جاتا تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو زمین پر کھڑے ہوکر خطاب فرمایا کرتے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبے سے پہلے بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھائی پھر بلال کا سہارا لے کر خطاب کے لئے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت فرمائی۔ (۱)

فتح الباری میں ہے کہ عیدین، جمعہ اور دیگر خطبوں کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر خطاب منبر پر ہوتے تھے۔ (۲)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیدین کے خطبوں کے لئے منبر ہونا ثابت نہیں ہے، لہٰذا عیدین کا خطبہ منبر سے نیچے دوران خطبہ کرسی پر بیٹھنا خلاف سنت نہیں ہے، بلکہ بعض علماء تو بغیر منبر کے خطبہ دینا عیدین کے موقع پر مسنون وبہتر قرار دیا ہے۔ (۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۵/۱/۱۴۴۶ھ، ۱/۸/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)قال جابر رضي الله عنه،:شهدت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلاة يوم العيد فبدأ بالصلاة قبل الخطبة بلا أذان ولا إقامة، ثم قام متوكئاً على بلال فأمر بتقوى الله وحث على طاعته ووعظ الناس وذكرهم. (ابن القيم، زاد المعاد،"فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في العيدين": ج۱،ص:۲۱۲)

(۲)ابن الحجر، فتح الباري، "كتاب العيدين: باب الخروج إلى المصلى بغير منبر": ج۳،ص:۵۵۴.

(۳)أخرجه البخاري في صحيحه،"كتاب العيدين: باب الخروج إلى المصلى بغير منبر": ج۱،ص:۱۳۱،رقم:۹۵۶.

موبائل میں دیکھ کر خطبہ پڑھنا:

(۱۰۹)**سوال**: کیا موبائل میں دیکھ کر خطبہ پڑھ سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد حمدان، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: ہر خطیب کو کوشش تو یہی کرنی چاہئے کہ زبانی خطبہ دیں، کیوں کہ خطبہ وعظ ونصیحت ہی کا نام ہے اور وعظ ونصیحت زبانی ہی زیادہ مؤثر ہوتی ہیں، لیکن اگر زبانی خطبہ یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھنے میں چاہے موبائل ہی میں دیکھے شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

"الخطبة بضم الخاء لغة الكلام المنثور يخاطب به متكلم فصيح جمعاً من الناس لإقناعهم الخطيب التحدث عن القوم ومن يقوم بالخطابة في المسجد وغيره......والخطبة في الاصطلاح هي الكلام المؤلف الذي يتضمن وعظاً وإبلاغاً على صفة مخصوصة"(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۵ھ، ۲۰۲۴/۸/۱ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

اذان ثانی اور خطبۂ جمعہ کے مابین فاصلہ کرنا:

(۱۱۰)**سوال**: بروز جمعہ خطبہ اور اذان ثانی کے درمیان کچھ فصل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عمیر، ملاواں

الجواب وباللہ التوفیق: بلا کسی وجہ کے دونوں کے درمیان فاصلہ کرنا درست نہیں

(۱)الموسوعة الفقهية الكويتية: ج۱۹،ص:۱۷۶۔

ہے، کیوں کہ امام صاحب کے خطبہ دینے کے لئے نکلنے کے وقت سے نماز ہونے تک بات چیت کرنا مکروہ ہے، لہٰذا خطبہ اور اذانِ خطبہ کے مابین بلا وجہ فاصلہ کرنا مناسب نہیں ہے، اسی پر دور صحابہؓ سے آج تک توارث چلا آ رہا ہے۔

''وكذا الجلوس على المنبر قبل الشروع في الخطبة والأذان بين يديه، جرىٰ به التوارث كالإقامة بعد الخطبة ثم قيامه بعد الأذان في الخطبتين''(۱)

''وإذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام لما رواه ابن شيبة عليٌّ وابن عباس وابن عمر رضي الله عنهم الخ''(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۵/۱/۱۴۴۶ھ، ۱/۸/۲۰۲۴ء)

خطبہ کے دوران امام کا مقتدیوں کی اصلاح کرنا

(۱۱۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلۂ ذیل کے بارے میں:

اگر خطیب جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے سامعین میں کوئی لایعنی امر دیکھ لے تو خطیب کے لیے دورانِ خطبہ اس کی اصلاح کی طرف توجہ دلا دینا جائز ہے یا نہیں؟ خطیب توجہ دلانے میں اپنی مادری زبان کا استعمال کرے گا یا عربی زبان میں اصلاح کرے گا، مدلل جواب عنایت فرمائیں؟ ''بینوا وتوجرو''

فقط: والسلام
المستفتی: محمد صادق الرحمٰن، لکھنؤ

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ دورانِ خطبہ سامعین کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور کسی طرح کے کلام یا لایعنی امر سے منع کیا گیا ہے تاہم مذکورہ حکم سے امام وخطیب مستثنیٰ

(۱) أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة''، ص: ۵۱۵۔
(۲) ابن نجيم، البحرا الرائق، ''كتاب الصلاة: باب صفة الجمعة''، ج ۲، ص: ۲۷۰۔

ہیں، لہٰذا خطیب کا خطبہ کے دوران امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اصلاح کرنا بلا کراہت جائز ہے خطیب کی اصلاح سے خطبہ اور نہ ہی نماز میں کسی طرح کی کوئی خرابی لازم ہوگی ایسے ہی ضرورت کی وجہ سے خطیب اگر خطبہ کے دوران اصلاح کے لیے مادری زبان کا استعمال کرے تو بھی درست ہے اس سے بھی نماز میں کوئی فساد لاحق نہیں ہوگا۔

’’كل ماحرم في الصلاة حرم فيها أي في الخطبة، فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسبيحاً، أو رد سلام أو أمراً بمعروف وقال الشامي إلا إذا كان من الخطيب كما قدمه الشارح‘‘(۱)

’’والتكلم به من غير الإمام حرام‘‘(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۶/۱/۲۳ھ، ۲۰۲۴/۷/۳۰ء)

خطبہ کے بعد صفوں کو درست کرنے کا اعلان کا حکم

(۱۱۲) **سوال:** ہماری مسجد کے امام صاحب خطبہ مکمل ہونے کے بعد اقامت سے پہلے صفیں درست کرنے اور موبائل بند کرنے کے لیے ہر جمعہ میں اور بعض مرتبہ پنجوقتہ نمازوں میں بھی اعلان کرتے ہیں تو شرعاً اس میں کچھ قباحت ہے یا نہیں؟ کیا اس سلسلے میں کوئی حدیث مذکور ہے؟

’’بینوا وتوجروا‘‘

فقط: والسلام

المستفتی: سرفراز عالم، جودھپور

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں امام صاحب کا صفیں درست کرنے

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘: ج ۳، ص: ۳۵.

(۲) أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘: ج ۱، ص: ۵۵۲.

یا موبائل بند کرنے کے لیے جمعہ کی نماز میں یا دیگر نمازوں میں کہنا اقامت سے پہلے بھی درست ہے اور اقامت کے بعد بھی کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کی تفصیلات حدیث وکتب فقہیہ سے ثابت ہے۔

"حدثنا أنس، قال: أقيمت الصلاة فأقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه، فقال: أقيموا صفوفكم وتراصوا فإني أراكم من وراء ظهري"(۱)

"وينبغي للقوم إذا قامو إلى الصلوة أن يتراصوا ويسددوا الخلل، ويسووا بين مناكبهم في الصفوف، ولا بأس أن يأمرهم الإمام بذلك: لقوله عليه السلام: سووا صفوفكم، فإن تسوية الصف من تمام الصلوة"(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۲۳/۱/۱۴۴۶ھ، ۳۰/۷/۲۰۲۴ء)

جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں تقدیم وتاخیر کے فرق کی وجوہات:

(۱۱۴)**سوال:** حضرات مفتیان کرام وعلمائے دین!

میں دیکھتا ہوں کہ جمعہ میں نماز سے قبل خطبہ دیا جاتا ہے جب کہ عیدین میں خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا ہے ایسا کیوں؟ اس کی کیا وجوہات ہیں، مدلل جواب لکھ کر ارسال فرمادیں، عین کرم ہوگا۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد جاوید علی، رام گڑھ

الجواب وبالله التوفيق: واضح رہے کہ جمعہ کا خطبہ جمعہ کی نماز سے قبل ہی دینے کا حکم ہے، کیوں کہ خطبۂ جمعہ نماز کی صحت کے لیے شرط ہے اور شرط اپنے مشروط پر مقدم ہوتی ہے، نیز

---

(۱) أخرجه البخاري في صحيحه، "كتاب الأذان: باب اقبال الإمام على الناس عند تسوية الصفوف": ج۱، ص:۱۰۰، رقم:۷۱۹.

(۲) زيلعي، تبيين الحقائق، "كتاب الصلاة: باب الإمامة": ج۱، ص:۱۳۶.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا معمول اور اجماع امت اسی پر ہے کہ خطبہ جمعہ نماز سے پہلے ہو اسی لیے خطبۂ جمعہ جمعہ کی نماز سے قبل دیا جاتا ہے جبکہ عیدین کا خطبہ سنت ہے عید کی نماز کے لیے شرط نہیں ہے۔

''اعلم أن الخطبة سنة وتأخيرها إلى ما بعد الصلاة سنة أيضاً''(۱)

''قوله ويخطب بعدها خطبتين اقتداء بفعله عليه السلام بخلاف الجمعة فإنه يخطب قبلها لأن الخطبة قبلها شرط والشرط متقدم أو مقارن وفي العيد ليست بشرط ولهذا إذا خطب قبلها صح وكره لأنه خالف السنة كما لو تركها أصلاً''(۲)

''عن أنس رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه و سلم وأبو بكر وعمر (رضي الله عنهما) يبدؤون بالصلاة قبل الخطبة في العيد''(۳)

''عن ابن عمر رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر، وعمر (رضي الله عنهما)، يصلون العيدين قبل الخطبة) قال التوربشتي: ذكر الشيخين مع النبي صلى الله عليه وسلم فيما يقرره من السنة...... قال ابن المنذر: أجمع الفقهاء على أن الخطبة بعد الصلاة''(۴)

''(ويخطب بعدها خطبتين) وهما سنة (فلو خطب قبلها صح وأساء)؛ لترك السنة، وما يسن في الجمعة ويكره يسن فيها ويكره''(۵)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۳ھ، ۲۰۲۴/۷/۳۰ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين'': ص: ۵۲۸.

(۲) ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين'': ج ۲، ص: ۲۸۳.

(۳) هيثمي، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ''كتاب الصلاة: باب الصلاة قبل الخطبة'': ج ۲، ص: ۴۳۶، رقم: ۳۲۲۸.

(۴) ملا علی قاری، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ''كتاب الصلاة: باب العيدين'': ج ۳، ص: ۱۰۱۶، رقم: ۱۴۲۸.

(۵) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب أمر الخليفة لا يبقى بعد موته'': ج ۳، ص: ۵۷.

باب الجمعة

خطبہ کے وقت ہاتھ باندھ کر مخصوص ہیئت پر بیٹھنا:

(۱۱۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں
بعض علاقوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جمعہ میں خطبہ کے وقت جب امام صاحب خطبہ دے رہے ہوتے ہیں تو لوگ نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر بیٹھتے ہیں کیا یہ طریقہ درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: شفیع انور قاسمی، دہرادون

الجواب وبالله التوفيق: خطبہ کے وقت کسی خاص انداز میں ہاتھ باندھ کر بیٹھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے؛ بلکہ اصل مقصود ادب اور توجہ کے ساتھ خطبہ سننا ہے، فقہاء کرام کے مطابق خطبہ میں اس طرح بیٹھنا مستحب ہے جس طرح نماز میں بیٹھا جاتا ہے، باقی دیگر ہیئت پر بھی بیٹھنے کی اجازت ہے اور ہاتھ کو باندھنے کی کوئی مخصوص ہیئت منقول نہیں ہے۔

’’إذا شهد الرجل عند الخطبة إن شاء جلس محتبيا أو متربعا أو كما تيسر؛ لأنه ليس بصلاة عملا وحقيقة، كذا في المضمرات، ويستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلاة، كذا في معراج الدراية‘‘(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
كتبه: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۱۷ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۵ء)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

خطبہ اور نماز میں فصل کرنا:

(۱۱۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
خطبہ جمعہ اور افتتاح نماز میں کتنا فصل ہونا چاہیے؟ کسی مجبوری کے تحت یا بلا مجبوری کے پانچ

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب السادس عشر في صلاة الجمعة‘‘: ج ۱، ص: ۱۴۸۔

دس منٹ ٹھہرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر اس قدر فصل ہو جائے تو کیا دوبارہ خطبہ دینا ضروری ہوگا؟

فقط: والسلام

المستفتی: ساجد خان، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: آخری خطبہ کے ساتھ ہی اقامت شروع کر دینی چاہیے، اور امام منبر سے اتر کر جب مصلی پر آئے تو اقامت ہو چکی ہو یا کم از کم شروع ہو چکی ہو اختتام خطبہ اور افتتاح نماز کے درمیان فصل نہیں ہے؛ لیکن مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے یا نماز ہی سے متعلق کسی وجہ سے کچھ فصل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اور بلا عذر یا دنیاوی کام کی وجہ سے فصل طویل ہو جائے تو خطبہ کا اعادہ کیا جائے، مقدار طویل مبتلی بہ کی رائے پر موقوف ہے، اگر صاحب الرائے لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ فصل طویل ہو گیا تو خطبہ کا اعادہ کرنا ہوگا۔

’’(ويؤذن) ثانيا (بين يديه) أي الخطيب. أفاد بوحدة الفعل أن المؤذن إذا كان أكثر من واحد أذنوا واحدا بعد واحد، ولا يجتمعون كما في الجلابي والتمرتاشي، ذكره القهستاني (إذا جلس على المنبر) فإذا أتم أقيمت ويكره الفصل‘‘[۱]

’’(قوله فإذا أتم) أي الإمام الخطبة (قوله أقيمت) بحيث يتصل أول الإقامة بآخر الخطبة وتنتهي الإقامة بقيام الخطيب مقام الصلاة‘‘[۲]

’’ولو خطب محدثا أو جنبا ثم توضأ أو اغتسل وصلى جاز، ولو خطب ثم رجع إلى بيته فتغدى أو جامع واغتسل ثم جاء استقبل الخطبة، وكذا في المحيط معللا بأن الأول من أعمال الصلاة بخلاف الثاني‘‘[۳]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۶/۱/۱۷ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۵ء)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب في حكم المرقي بين يدي الخطيب‘‘: ج ۳، ص: ۳۸.

......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

خطبہ جمعہ میں عصا لینا:

(۱۱۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
خطبہ جمعہ میں عصا لینے کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے جب کہ بعض لوگ اسے سنت کہتے ہیں اصل حکم کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: شفیع الزماں، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: خطبہ جمعہ میں عصا لینا بدعت نہیں ہے؛ بلکہ مستحب ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عصا لینا ثابت ہے، اس لیے اسے بدعت کہنا درست نہیں ہے بلکہ یہ جہالت اور ناواقفی کی بات ہے، البتہ اسے لازم سمجھنا بدعت ہے ہر حکم کو اس کے درجہ میں ہی رکھنا چاہئے۔

"وقبل الحكمة فيه الإشارة إلى أن هذا الدين قد قام بالسيف، وفيه إشارة إلى أنه يكره الإتكاء على غيره كعصا وقوس، خلاصة لأنه خلاف السنة محيط، وناقش فيه ابن أمير حاج بأنه ثبت أنه صلى الله عليه وسلم قام خطيبا بالمدينة متكئا على عصا أو قوس كما في أبي داود، وكذا رواه البراء بن عازب عنه صلى الله عليه وسلم وصححه ابن السكن"[1]

"ونقل القهستاني عن المحيط أن أخذ العصا سنة كالقيام"[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۷/۱/۱۴۴۶ھ، ۲۵/۷/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(۲) أيضاً: ص: ۳۹.
(۳) ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج ۲، ص: ۱۵۹.
(۱) أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ص: ۵۱۵.
(۲) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب في حكم المرقي بين يدي الخطيب": ج ۳، ص: ۳۹.

خطبہ جمعہ کا سننا شرط ہے یا نہیں؟

(۱۱۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
خطبہ جمعہ کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص اس وقت مسجد میں پہونچے کہ جمعہ کا خطبہ ہو چکا ہو اور وہ خطبہ نہ سن سکے تو اس کی جمعہ کی نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد نور الدین، بہرائچ

الجواب وباللہ التوفیق: خطبہ جمعہ انعقاد جمعہ کے لیے شرط ہے یعنی جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ کا ہونا شرط ہے لیکن ہر شخص کا خطبہ سننا شرط نہیں ہے اس لیے اگر کوئی شخص اس وقت مسجد میں آئے جب کہ خطبہ ہو چکا ہو تب بھی اس کی جمعہ کی نماز درست ہو جائے گی، تاہم وہ شخص مخصوص ثواب سے محروم رہے گا۔

”(و) الرابع: (الخطبة فيه) فلو خطب قبله وصلى فيه لم تصح. (و) الخامس: (كونها قبلها) لأن شرط الشيء سابق عليه (بحضرة جماعة تنعقد) الجمعة (بهم ولو) كانوا (صما أو نياما فلو خطب وحده لم يجز على الأصح) كما في البحر عن الظهيرية“(۱)

”بدليل أن المقتدي بالإمام تصح جمعته وإن لم يدرك الخطبة لهذا المعنى فكذا هذا“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۷/۱/۱۴۴۶ھ، ۲۵/۷/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة“: ج۳، ص:۱۹.
(۲) الكاساني، بدائع الصنائع، ”كتاب الصلاة: فصل في بيان شرائط الجمة، محظورات الخطبة“: ج۱، ص:۵۹۶.

خطبہ جمعہ سے پہلے سامان فروخت کرنا:

(۱۱۸)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

کسی بھی مسجد میں جمعہ کے دن خطبہ جمعہ سے قبل تسلسل کے ساتھ مسجد کے منبر پر کھڑے ہوکر مسجد کے اندر کسی چیز کو فروخت کرنا یا نیلام کرنا یا مسجد کو نیلام گاہ بنانا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں نوازش ہوگی۔

فقط: والسلام

المستفتی: نورالزمان ندوی

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کی بناء وتعمیر ذکر واذکار اور باجماعت نماز کے لیے ہوئی ہے خرید وفروخت کے لیے نہیں بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خرید وفروخت کو ناپسند کیا ہے اور اس پر نکیر فرمائی ہے، پھر جمعہ کی نماز کے وقت جب کہ بہت سے لوگ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں اس وقت منبر سے کسی چیز کو فروخت کرنا یا نیلامی کرنا اگر چہ وہ چیز مصالح مسجد کے لیے ہی کیوں نہ ہو درست اور پسندیدہ عمل نہیں ہے اس سے لوگوں کی عبادت میں خلل ہوگا، خاص کر اس کا معمول بنالینا اور مسلسل خطبہ جمعہ سے قبل نیلامی کرنا مزید اس کی قباحت میں اضافہ کر دیتا ہے اس لیے اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ نماز کے بعد مسجد شرعی کے باہر نیلامی کی جائے۔

”عن أبي عبد الله، مولى شداد بن الهاد أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنهم، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لا ردها الله عليك فإن المساجد لم تبن لهذا“[1]

”وفي حاشية النووي: في هذين الحديثين فوائد، منها: النهي عن نشد الضالة في المسجد ويلحق به ما في معناه من البيع والشراء والإجارة ونحوها

(۱) أخرجه مسلم، في صحيحه، ”كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب النهي عن نشد الضالة في المسجد وما يقوله من سمع الناشد“: ج۱، ص: ۲۱۰، رقم: ۵۶۸.

من العقود"(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۱۷ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۵ء)

(۱) نووی، شرح النووي علی مسلم: ج۱، ص: ۲۱۰.

فصل خامس:

جمعہ کی اذان کا بیان

اذان ثانی خطیب کے سامنے دی جائے یا مسجد کے وسط میں؟

(۱۱۹)**سوال:** بروز جمعہ جو خطبہ کے لیے اذان پڑھی جاتی ہے، تو یہ خطیب کے عین سامنے پڑھیں یا جامع مسجد کے وسط میں پڑھیں کہ تمام نمازیوں کو معلوم ہو جاوے کہ یہ اذان خطبہ ہو رہی ہے؟ شرعاً کس جگہ پڑھنا اولیٰ ہے۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد سالم، دلدار نگر، یوپی

الجواب وباللہ التوفیق: اذان خطبہ کے متعلق حدیث میں ''بین یدي الإمام'' کے الفاظ ہیں یعنی امام کے سامنے خواہ بالکل متصل ہو یا کچھ فاصلے پر ہو جب امام کے سامنے ہوگی تو مسجد کے وسط میں ہی شمار ہوگی۔

''(ویؤذن) ثانیاً (بین یدیه) أي الخطیب (إذا جلس علی المنبر)''(۱)

''وإذا صعد الإمام المنبر جلس وأذن المؤذن بین یدي المنبر بذلك جری التوارث''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۶/۷/۱۴۱۴ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) الحصکفي، الد المختار مع رد المحتار، ''کتاب الصلاۃ: باب الجمعة، مطلب: في حکم المرقي بین یدي الخطیب'': ج۳، ص:۳۸، ۳۹.

(۲) ابن الهمام، فتح القدیر، ''کتاب الصلاۃ: باب صلاۃ الجمعة'': ج۲، ص:۶۸.

جمعہ کی اذان ثانی کی شرعی حیثیت!

(۱۲۰) **سوال:** حضرت مفتی صاحب سلام مسنون!

میں نے کسی جگہ پڑھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ کی اذان صرف ایک مرتبہ ہوتی تھی؟

دو مرتبہ اذان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور سے شروع ہوئی کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور سے شروع ہوئی تو اذان ثانی کا کیا حکم ہے؟ صحابہ کرامؓ کے دور میں اذان ثانی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ایسے ہی اذان ثانی واجب ہے، سنت ہے یا فرض؟ نیز دونوں اذانوں میں سے کون سی اذان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی ہے اور صحابہ کے دور کی کون سی اذان ہے؟ مدلل جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فقط: والسلام

المستفتی: حسن زاہد، پالی، دربھنگہ

الجواب وباللہ التوفیق: ہاں یہ بات صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمعہ کی ایک اذان ہوا کرتی تھی، اسی طرح حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بھی جمعہ کے لیے ایک ہی اذان ہوتی تھی اور یہ وہ اذان ہے جو آج کل دوسری اذان کہلاتی ہے، یعنی جو اذان مؤذن امام کے سامنے کھڑے ہو کر دیتا ہے۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مجمع بڑھ گیا تو ایک اور اذان کی ضرورت محسوس کی گئی، جس کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ''زوراء'' نامی مقام سے اذان دینے کا حکم دیا، اور یہ وہ اذان ہے جو آج کل جمعہ کی پہلی اذان کہلاتی ہے، اور اس پر صحابہ میں سے کسی نے کوئی اشکال نہیں کیا، اس طرح اس اذان پر امت کا اجماع ہو گیا۔

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی تابع داری لازم ہے، اسی طرح احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص خلفائے راشدین کی اتباع واقتدا کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی وجہ سے اس اذانِ ثانی کا اہتمام بھی لازم ہے، نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ اذان سنتِ مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب اور دین کے شعائر میں سے ہے،

اس لیے اس اذانِ ثانی کو ترک کرنا خلافِ سنت واجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہوگا۔[۱]

’’وأیضاً في الحدیث:علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین ...... إلخ وفي شرح هذا الحدیث قولان، قیل: إن سنة الخلفاء والطریقة المسلوكة عنهم أیضاً سنة ولیس ببدعة وقیل: إن سنة الخلفاء في الواقع سنة النبي صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وإنما ظهرت علی أیدیهم، ویمکن لنا أن نقول: إن الخلفاء الراشدین مجازون في إجراء المصالح المرسلة، وهذه المرتبة فوق مرتبة الاجتهاد ،وتحت مرتبة التشریع ،والمصالح المرسلة: الحکم علی اعتبار علة لم یثبت اعتبارها من الشارع، وهذا جائز للخلفاء الراشدین، لا للمجتهدین‘‘[۲]

’’أقول:إن سنة الخلفاء الراشدین أیضاً تکون سنة الشریعة؛ لما في الأصول أن السنة سنة الخلفاء وسنته، وقد صح في الحدیث: علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین‘‘[۳]

’’عن السائب بن یزید قال :کان النداء یوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام علی المنبر علی عهد النبي صلی الله علیه وسلم وأبي بکر وعمر رضي الله عنهما،فلما کان عثمان رضي الله عنه وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء‘‘[۴]

---

(۱)باب الأذان:وهو في اللغة: مطلق الإعلام، قال تعالی:) وأذان من الله ورسوله. (سورة التوبة:۳)؛ وفي الشرع:الإعلام بوقت الصلاة بألفاظ معلومة مأثورة علی صفة مخصوصة، وهو سنةمحکمة. قال أبو حنیفة: في قوم صلوا في المصر بجماعة بغیر أذان وإقامة: خالقوا السنةوأثموا، وقیل: هو واجب لقول محمد: لو اجتمع أهل بلد علی ترك الأذان لقاتلتهم، وذلك إنما یکون علی الواجب، والجمع بین القولین أن السنة المؤکدة کالواجب في الإثم بترکها، وإنما یقاتل علی ترکه، لأنه من خصائص الإسلام وشعائره. (عبدالله بن المحمود الموصلي، الاختیار لتعلیل المختار، ’’کتاب الصلاة: صلاة الجمعة‘‘:ج۱،ص:۴۲)

(۲)علامه أنور شاه الکشمیري،العرف الشذي،’’کتاب الصلاة:باب ما جاء في قیام شهر رمضان‘‘،دار الکتاب،دیوبند:ج۲،ص:۶۹.

(۳)أیضاً:ج۲،ص:۲۹۴.

(۴)أخرجه البخاري، في صحیحه، ’’کتاب الجمعة: باب الأذان یوم الجمعة‘‘:ج۱،ص:۱۲۴،رقم:۹۱۲.

”عن السائب بن يزيد قال:كان الأذان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر إذا خرج الإمام و إذا أقيمت الصلاة،فلما كان عثمان رضي اللّٰه عنه زاد النداء الثالث على الزوراء. قال أبو عيسى:هذا حديث حسن صحيح“(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ،محمد عارف قاسمی،امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی،محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط:واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۷/۳/۱۴۴۵ھ)

جمعہ کی پہلی اذان بیان سے پہلے بہتر ہے یا بیان کے بعد؟

(۱۲۱) **سوال:** حضرات مفتیان کرام!

ہماری مسجد میں امام صاحب ہر جمعہ اردو خطبہ (تقریر) دیتے ہیں اس سلسلے میں مسئلہ پوچھنا تھا کہ جمعہ کی پہلی اذان بیان سے پہلے دینا بہتر ہے یا دونوں اذانیں بیان کے بعد دینا بہتر ہے؟ براہ کرم اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں!

فقط:والسلام
المستفتی:محمد توفیق عالم،نالندہ

الجواب وباللہ التوفیق: پہلی اذان سے متعلق علامہ یوسف بنوریؒ نے معارف السنن میں صراحت کی ہے کہ وہ زوال کے فوراً بعد ہوا کرتی تھی؛ اس لیے پہلی اذان زوال کے بعد بیان سے پہلے ہی دینی چاہیے۔البتہ اگر کسی جگہ جمعہ کا بیان زوال سے پہلے ہی شروع ہو تو ظاہر ہے پہلی اذان زوال سے پہلے نہیں دی جائے گی؛ اس لیے بیان ختم ہوتے ہی ظہر کے اول وقت میں دے دی جائے۔

معارف السنن میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”و بالجملة فهذا الأذان كان قبل التأذين بين يدي الخطيب، و كان في أول

(۱)أخرجه الترمذي، في سننه، ”أبواب الجمعة، باب ما جاء في أذان الجمعة“:ج۱،ص:۱۱۵،رقم:۵۱٦.

وقت الظهر متصلاً بالزوال"(۱)

"(ويجب السعي وترك البيع بالأذان الأول)، والواقع عقيب الزوال "(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

جمعہ کی اذان کے بغیر نماز کا حکم!

(۱۴۲) **سوال:** حضرت مفتی صاحب!

خطبۂ جمعہ سے قبل جو اذان دی جاتی ہے اگر کسی وجہ سے اذان نہ کہی جائے تو کیا نماز میں کوئی خرابی بھی لازم آئے گی؟ نماز ہوگی یا نہیں، شریعت اس بارے کیا رہنمائی کرتی ہے؟ "بینوا وتوجروا"

فقط: والسلام
المستفتی: نوشاد عالم، سہرسہ

الجواب وبالله التوفيق: خطبۂ جمعہ سے پہلے امام کے سامنے جو اذان دی جاتی ہے، وہ سنت مؤکدہ، واجب کے قریب اور شعائر اسلام میں سے ہے؛ بلکہ جمعہ کی اصل اذان وہی ہے؛ لہٰذا اگر اذان کسی وجہ سے نہیں دی گئی تو نماز جمعہ بغیر اذان دیئے ہوئے بھی ہو جائے گی؛ لیکن اذان کے ترک کی وجہ سے جماعت کا ثواب گھٹ جائے گا، البتہ جمعہ کی نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی۔

"(ويؤذن) ثانياً (بين يديه)، أي: الخطيب"(۳)

"قال في شرح المنية: واختلفوا في المراد بالأذان الأول، فقيل: باعتبار المشروعية، وهو الذي بين يدي المنبر؛ لأنه الذي كان أولاً في زمنه عليه الصلاة والسلام وزمن أبي بكر وعمر حتى أحدث عثمان الأذان الأول على الزوراء حين

(۱) يوسف البنوري، معارف السنن: ج۴، ص:۳۹۶.

(۲) عبدالرحمن آفندی، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": دار الكتب العلمية، بيروت ج۱، ص:۲۵۳

(۳) الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳، ص:۳۸.

كثر الناس، والأصح أنه الأول باعتبار الوقت، وهو الذي يكون على المنارة بعد الزوال''

''قوله:''ويؤذن ثانياًبين يديه'':أي:على سبيل السنية كما يظهر من كلامهم، رملي (رد المحتار)[1]

''(إعلام مخصوص)لم يقل بدخول الوقت ليعم الفائتة، وبين يدي الخطيب ...... (وهو سنة)...... (مؤكدة) هي كالواجب في لحوق الإثم (للفرائض) الخمس (في وقتها ولو قضاء)؛ لأنه سنة للصلاة الخ''[2]

قوله: ''للفرائض الخمس'': دخلت الجمعة، بحر'' (رد المحتار)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۷/۳/۱۴۴۵ھ)

خطبہ اذان کا جواب دینا کیسا ہے؟

(۱۲۳) **سوال**: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

جب امام جمعہ کے خطبہ ثانی دے رہے ہوتے ہیں اس وقت خطبہ کی اذان کا جواب دینا کیسا ہے؟ اس اذان کے بعد اذان کے بعد کی دعا پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسے ہی اگر خطبہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اور دوسرے خطبہ میں اکثر دعائیں ہوتی ہیں تو ان پر آمین کہنا چاہیے یا نہیں؟ اور دو خطبوں کے درمیان جو وقفہ ہوتا ہے اس میں دعا ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے یا بنا ہاتھ اٹھائے دعا مانگنی چاہئے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اقبال خان، مرادآباد

(۱)ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'':ج۳،ص:۳۸.
(۲)الحصكفي،الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة:باب الأذان'':ج۲،ص:۴۷تا۴۹.

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا، اذان کے بعد دعا اور خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام آنے پر درود شریف پڑھنا اور خطبہ میں آنے والی دعاؤں پر آمین کہنا یہ سب زبان سے کہنا درست نہیں ہے، بلکہ دل ہی دل میں یہ سب کہہ لیا جائے تو گنجائش ہے، اور دو خطبوں کے درمیان بھی زبان سے دعا کرنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا درست نہیں ہے، بلکہ دو خطبوں کے درمیان دل ہی دل میں دعا کر لی جائے، تو کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے اس کی صراحت کی ہے۔

''وينبغي أن لا يجيب بلسانه اتفاقاً في الأذان بين يدي الخطيب ''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب	**الجواب صحیح:**
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی	محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند	محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
(۷/۳/۱۴۴۵ھ)	مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

کیا جمعہ کے روز تیسری اذان دی جاسکتی ہے؟

(۱۲۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

جیسا کہ لوگوں کی کثرت کو علت بنا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بروز جمعہ اذان ثانیہ یعنی موجودہ اذان اول کو رائج کیا گیا، کیا اس دور میں بھی اسی علت کو سامنے رکھ کر جب کہ آبادی اس زمانے سے کہیں زیادہ ہوگئی، تیسری اذان کو شروع کیا جاسکتا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد زبیر، ملاواں

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ جمعہ کے روز دوسری اذان کے لئے لوگوں کی کثرت کو جو اس زمانے میں علت قرار دیا گیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں دور تک آواز

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب: في كراهة تكرار الجماعة في المسجد'': ج۲، ص: ۷۰.

پہونچانے کا اور کوئی ذریعہ اس سے بہتر نہیں ایجاد ہوا تھا جو اعلان بھی ہو اور عبادت بھی، مگر موجودہ دور میں بہت سے آلات ایجاد ہو چکے ہیں جن کے ذریعہ اذان اول ہی کی آواز کو دور تک پہونچایا جا سکتا ہے، لہٰذا تیسری کسی اذان کی کوئی ضرورت نہیں رہی، بلکہ اذان ثانی کی بھی علت کمزور ہو جاتی ہے، مگر چوں کہ اذان اول باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم رائج ہوئی ہے اور اس اذان کی آج بھی ان تمام آلات کے باوجود ضرورت ہے، مزید حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنتوں کی اتباع کرنا بھی ہم پر لازم ہے، لہٰذا وہ اذان تو اب بھی رائج ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ رائج رہے گی، اب اس کو علت بنا کر ایسا عمل رائج کرنا جس کی نظیر دور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں نہ ملے بدعت ہی ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے:

”عن العرباض بن ساریه رضي الله عنهم اجمعين، قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضو عليها بالنواجذ......الخ“(۱)

”بأنها البدعة: ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويماً وصراطاً مستقيماً“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۵/۱/۱۴۴۶ھ، ۱/۸/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کے دن اذان اول سے پہلے گھنٹہ بجانا:

(۱۲۵) **سوال**: حضرت مفتی صاحب سلام مسنون!

جمعہ کے روز بعض دیہاتوں میں اذان اول سے کچھ قبل گھنٹہ بجا دیا جاتا ہے جو جمعہ کے دن کی

(۱) خطيب تبريزي، مشكوة المصابيح، ”كتاب الإيمان: باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني“: ج۱، ص:۳۰.
(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام“: ج۲، ص:۲۹۹.

یاددہانی کے طور پر ہوتا ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، محلّہ خانقاہ، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: بروز جمعہ مذکورہ گھنٹہ بجانا کیوں کہ صرف جمعہ کے دن کی یاددہانی کے لئے ہی ہوتا ہے اس کو دین اور عبادت سمجھ کر نہیں کیا جاتا ہے، لہٰذا مذکورہ عمل کے جاری رکھنے میں کوئی مضائقہ معلوم نہیں ہوتا۔

’’بأنها البدعة:ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويماً وصراطاً مستقيماً‘‘(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۵/۱/۱۴۴۶ھ، ۱/۸/۲۰۲۴ء)

اذان اول کے بعد خطبۂ جمعہ سے پہلے نکاح پڑھانا:

(۱۲۶)**سوال:** جمعہ کی اذان اول کے بعد نکاح پڑھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر جمعہ کی اذان اول کے بعد نکاح پڑھا دیا گیا ہو تو اس کا حکم کیا ہوگا؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عارف، کشمیر

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مذکورہ میں جمعہ کی اذان اول کے بعد سے چوں کہ اجماعاً سعی الی الجمعۃ میں مخل ہونے والا ہر کام ناجائز ہے، لہٰذا نکاح پڑھانا بھی جائز نہیں ہوگا، تاہم جمعہ کی اذان اول کے بعد کیا جانے والا نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(۱)ابن عابدين، رد المحتار’’كتاب الصلاة:باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام‘‘:ج۲،ص:۲۹۹.

”في المحلی یصح البیع إلا أن بعد الصلاة ولا یصح بخروج الوقت ولو کان بین کافرین ولا یحرم نکاح ولا اجازة ولا مسلم“(۱)

”وفي الرد، وحاصله أن السعي نفسه فرض والواجب کونه في وقت أذان الأول......وقوله وترك البیع) أراد به کل عمل ینافي السعي وخصه اتباعا للآیة“(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی — **کتبہ:** محمد عمران گنگوہی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند — (۱۴۴۶/۱/۲۵ھ، ۲۰۲۴/۸/۱ء)

جمعہ کے دن اذان اول کے بعد کھانا کھانا:

(۱۲۷)**سوال:** جمعہ کی اذان اول کے بعد سخت بھوک لگی ہونے کی وجہ سے کھانا کھانا یا دکان کھولنے کا کیا حکم ہے؟ بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عارف، شاہجہاں پور

الجواب وباللہ التوفیق: واضح ہو کہ اکثر فقہاء اذان اول کے بعد سے ہی ہر قسم کے معاملات ترک کرنے کے قائل ہیں، لیکن بعض فقہاء جیسے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وصاحب فتاوی عتابی وغیرہ نے ترک معاملات میں اذان ثانی ہی کو جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے اسی کو معتبر قرار دیا ہے، لہٰذا عند الضرورۃ دوسرے قول پر عمل کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

”قال صاحب الهدایة: قیل المعتبر في وجوب السعي وحرمة البیع هو الأذان الأصلي الذي کان علی عهد النبي صلی اللّٰه علیه وسلم بین یدی المنبر هو مذهب الطحاوي......وفي فتاویٰ العتابي هو المختار، وبه قال الشافعي رحمه اللّٰه

(۱)بدرالدین عینی، البنایة شرح الهدایة،”کتاب الصلاة: باب الجمعة“:ج۳،ص:۱۰۶۔

(۲)ابن عابدین، رد المحتار،”کتاب الصلاة:باب الجمعة،مطلب في حکم المرقي بین یدي الخطیب“:ج ۳،ص:۳۸۔

وأحمد وأكثر الفقهاء الأمصار، ونص المرغيناني أنه الصحيح"(۱)

"وفي الرد: حاصله أن السعي نفسه فرض والواجب كونه في وقت أذان الأول الخ"(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۵/۱/۱۴۴۶ھ، ۱/۸/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے سامنے دوسری یا تیسری صف میں دینا:

(۱۲۸) **سوال**: حضرات مفتیان کرام سلام مسنون!

دریافت یہ کرنا کہ جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے سامنے دوسری یا تیسری صف میں کھڑے ہوکر دی جا سکتی یا نہیں، مدلل وضاحت فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عمیر، ہردوئی

الجواب وبالله التوفيق: احناف رحمہم اللہ کے نزدیک جمعہ کی اذان ثانی امام کے سامنے مسجد میں ہونی چاہئے، صف اول کا ہونا ضروری نہیں ہے، دوسری، تیسری صف میں بھی دی جا سکتی ہے۔

"قال في شرح المنية واختلفوا في المراد بالأذان الأول فقيل الأول باعتبار المشروعية وهو الذي بين يدي المنبر لأنه الذي كان أولاً في زمنه عليه الصلاة والسلام وزمن أبي بكر وعمر حتى أحدث عثمان رضي الله عنه الأذان الثاني على الزوراء حين كثر الناس والأصح أنه الأول باعتبار الوقت وهو الذي يكون على

(۱) بدر الدين العينى، عمدة القاري، "كتاب الصلاة: باب المشي إلى الجمعة"، ج۵، ص:۶۲، ۶۳۔

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب في حكم المرقي بين يدي الخطيب"، ج۳، ص:۳۸۔

المنارة بعد الزوال، والزوراء بالمد اسم موضع في المدينة''(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۵ھ، ۲۰۲۴/۸/۱ء)

اذان ثانی کے بعد اذان کے بعد کی دعاء کا پڑھنا کیسا ہے؟

(۱۲۹) **سوال:** جمعہ کے دن اذان ثانی کے اختتام پر اذان کے بعد کی دعا پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسرائیل، محی الدین پور

الجواب وبالله التوفيق: احادیث میں مطلق اذان کا جواب دینا مسنون قرار دیا ہے جس میں جمعہ کی اذان ثانیہ کی کوئی تخصیص معلوم نہیں ہوتی ہے، تاہم خطیب کے خروج کے بعد صلوٰۃ وکلام ممنوع قرار دیا ہے، مگر بعض فقہاء اسے کلام الناس پر محمول کرتے ہیں رہی تسبیح وغیرہ ان کو ممنوع نہیں کہا ہے، مگر احترامِ خطبہ میں دل ہی دل میں پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں پھر بھی خاموش رہ کر خطبہ سماعت کرنا افضل ہے، لہٰذا مذکورہ دعاء سے پرہیز ہی کرنا چاہئے۔

''قال بعضهم إنما يكره الكلام الذي هو من كلام الناس وأما التسبيح واتباعه فلا وقال بعضهم كل ذلك والأول أصح، كذا في المبسوط فخر الأسلام ....وذكر في المصفى عن العون أن المراد بالكلام فى هذين الوقتين أي بعد الفراغ من الخطبة قيل شروع الصلاة وقبلها إجابة المؤذن أما غيره من الكلام فيكره إجماعاً''(۲)

---

(۱) الحصكفي عابدين، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب في حكم المرقي بين يدي الخطيب'': ج۳، ص:۳۸؛ وهكذا في فتاوى الرحيمة، ''كتاب الصلاة'': ج۶، ص:۱۰۸.
(۲) اللكهنوي، تاوى للكهنوي، ''كتاب الصلاة: ما يتعلق بالجمعة'': ص:۳۵، بيروت.

''وينبغي أن لا يجيب بلسانه اتفاقا الخ''(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۵ھ، ۲۰۲۴/۸/۱ء)

اذان ثانی خطیب کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوکر دینا:

(۱۳۰) **سوال:** جمعہ کے روز اذانِ ثانی خطیب کے دائیں جانب دو یا تین گز کے فاصلے پر دیدی گئی کیا ایسا کرنا درست ہے اور ایسی اذان کا کیا حکم ہوگا؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شعیب، ملاواں

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ جمعہ کے روز اذان ثانی امام کے بالکل سامنے کھڑے ہوکر دینا ہی سنت متوارثہ ہے، تاہم تھوڑا بہت دائیں بائیں ہٹ کر اذان کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے، مگر اس کی عادت بنالینا درست نہ ہوگا۔

''فكونه بين يديه عام شامل لما قام في محاذاته أو شيئاً إلى اليمين أو الشمال أو يكون على الأرض أو الجدار الخ''(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۵ھ، ۲۰۲۴/۸/۱ء)

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد'': ج ۲، ص: ۷۰.

(۲) خليل أحمد سهارنفوري، بذل المجهود، ''كتاب الصلاة: باب الفداء يوم الجمعة'': ج ۲، ص: ۱۸۰.

زوال سے قبل اذان جمعہ پڑھنا:

(۱۳۱) **سوال**: حضرت مفتی صاحب سلام مسنون:

بعض علاقوں، ملکوں میں جمعہ کی اذان زوال سے پہلے یعنی وقت شروع ہونے سے پہلے دیدی جاتی ہے جس میں کافی فاصلہ بھی رہتا ہے ایسی اذان اوراس دوران پڑھی گئی سنتوں کا کیا حکم ہوگا؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اقتدار، ہردوئی

الجواب وباللہ التوفیق: احناف رحمہم اللہ کے یہاں جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے، لہٰذا احناف کے نزدیک زوال سے پہلے اذان دینا درست نہیں ہے جس کو لوٹا لینا بہتر ہے اگر آپ دوسرے ملک مثلاً سعودیہ وغیرہ میں ہیں تو اس دران آپ سنتیں نہ پڑھیں اگر پڑھ لی گئی تو لوٹانی پڑے گی اور پڑھی ہوئی نماز نفل ہوجائے گی۔

”تقديم الأذان على الوقت في غير الصحيح لا يجوز اتفاقاً وكذا في الصحيح عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ وإن قدم يعاد في الوقت، هكذا في شرح مجمع البحرين لابن الملك وعليه الفتوى، هكذا في التتار خانيه ناقلا عن الحجة“(۱)

”وبالجملة فهذا الأذان كان قبل التأذين بين يدي الخطيب وكان في أول وقت الظهير متصلاً بالزوال“(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۵ھ، ۲۰۲۴/۸/۱ء)

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول“: ج ۱، ص: ۱۱۰۔
(۲) البنوري، معارف السنن، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج ۴، ص: ۳۹۶۔

جمعہ کی اذانِ ثانی کہاں ہونی چاہئے؟

(۱۳۲) **سوال:** اذان ثانی کس جگہ ہونی چاہئے؟ مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اذان ثانی خارج عن المسجد ہونی چاہئے؟

دو مسجدیں قریب قریب ہیں تو کیا دونوں میں جمعہ درست ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اشرف، ہریدوار

الجواب وبالله التوفيق: جمعہ کی اذان ثانی حنفیہ کے نزدیک مسجد کے ممبر کے پاس ہونی چاہئے یہی توارث امت ہے اور یہی سنت ہے ''ويؤذن ثانيا بين يدي الخطيب''[۱] بعض حضرات کو اس سے اختلاف ہے؛ انہیں میں سے مولانا عبدالحی صاحب کو تصور کیا جائے لیکن عند الاحناف مسئلہ یہی ہے۔

اگر اس کی ضرورت ہو کہ دونوں مسجدوں میں نماز جمعہ ہو کہ لوگوں (نمازیوں) کی کثرت ہو یا مقتدیوں کی اسی میں سہولت ہو تو دونوں مسجدوں میں درست ہے۔

''(وتؤدى في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقاً على المذهب، وعليه الفتوىٰ''[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

❁❁❁

(۱) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج۳،ص:۱۵،۱۶۔

ويؤذن ثانياً بين يديه أي الخطيب ...... إذا جلس على المنبر. (الحصكفي، الدر المحتار مع در المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في حكم المرقي بين يدي الخطيب'': ج۳،ص:۳۹)

(وإذا صعد الإمام على المنبر جلس وأذن المؤذنون بين يدي المنبر) بذلك جرى التوارث. (ابن الهمام، فتح القدير، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة'': ج۲،ص:۶۸)

فصل سادس

جمعہ کے دن کے مسنون اعمال کا بیان

جمعہ کے دن فرائض وسنن کی تعداد کیا ہے؟

(۱۳۳)**سوال:** جمعہ کے دن احناف کے نزدیک فرائض وسنن کی تعداد کیا ہے اور بعد جمعہ سنت مؤکدہ چار ہیں یا چھ ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: منشی جمیل احمد، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ، پھر فرض کے بعد چار رکعت سنت مؤکدہ، پھر دو رکعت سنت، یعنی نماز جمعہ کے بعد مفتی بہ قول کے مطابق چھ رکعت مؤکدہ ہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۵/۳۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) وأما السنة قبل الجمعة وبعدها فقد ذكر في الأصل: وأربع قبل الجمعة، وأربع بعدها، وكذا ذكر الكرخي، وذكر الطحاوي عن أبي يوسف أنه قال: يصلي بعدها ستاً، وقيل: هو مذهب علي رضي الله عنه وما ذكرنا أنه كان يصلي أربعاً مذهب ابن مسعود، وذكر محمد في كتاب الصوم: أن المعتكف يمكث في المسجد الجامع مقدار ما يصلي أربع ركعات، أو ست ركعات، أما الأربع قبل الجمعة؛ فلما روي عن ابن عمر رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتطوع قبل الجمعة بأربع ركعات؛ ولأن الجمعة نظير الظهر، ثم التطوع قبل الظهر أربع ركعات كذا قبلها. ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

کیا جمعہ میں سورہ جمعہ کا پڑھنا مسنون ہے؟

(۱۳۴) **سوال:** ہمارے امام صاحب جمعہ میں پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ کا پہلا رکوع اور دوسری میں دوسرا پڑھتے ہیں۔ اوراس کوسنت طریقہ قرار دیتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: احمد مشتاق، لکھنؤ

الجواب وباللہ التوفیق: گاہے گاہے جمعہ کی رکعت اولیٰ میں سورہ اعلیٰ اور ثانیہ میں سورۂ غاشیہ پڑھنا سنت ہے۔ اور کبھی کبھی رکعت اول میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون پڑھنا بھی مسنون ہے۔ لیکن جیسا کہ آپ کے امام صاحب کرتے ہیں اور اس کو مسنون بتلاتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے، کچھ اماموں نے اس کو سنت سمجھ کر اس طرح پڑھنے کی عادت بنالی ہے جو درست نہیں ہے، لیکن اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ (۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۶/۶/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......وأما بعد الجمعة فوجه قول أبي يوسف: إن فيما قلنا جمعا بين قول النبي صلى الله عليه وسلم وبين فعله؛ فإنه روي أنه أمر بالأربع بعد الجمعة، وروي أنه صلى ركعتين بعد الجمعة، فجمعنا بين قوله وفعله، قال أبو يوسف: ينبغي أن يصلي أربعاً، ثم ركعتين، كذا روي عن علي رضي الله عنه كي لايصير متطوعاً بعد صلاة الفرض بمثلها، وجه ظاهر الرواية ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من كان مصلياً بعد الجمعة فليصل أربعاً. وماروي من فعله صلى الله عليه وسلم فليس فيه ما يدل على المواظبة، ونحن لانمنع من يصلي بعدها كم شاء، غير أنا نقول: السنة بعدها أربع ركعات لا غير؛ لما روينا. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، "كتاب الصلاة: الصلاة المسنونة، بيان ما يكره": ج۱، ص:۶۳۸، ۶۳۹)

(وسن) مؤكدا (أربع قبل الظهر و) أربع قبل (الجمعة و) أربع (بعدها بتسليمة) فلو بتسليمتين لم تنب عن السنة، ولذا لو نذرها لايخرج عنه بتسليمتين، وبعكسه يخرج (وركعتان قبل الصبح وبعد الظهر والمغرب والعشاء) شرعت البعدية لجبر النقصان، والقبلية لقطع طمع الشيطان. (الحصكفي، الدر المحتار مع ردالمحتار، "كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل، مطلب: في السنن والنوافل": ج۲، ص:۴۵۱، ۴۵۲)

(۱) عن ابن أبي رافع، قال: استخلف مروان أبا هريرة على المدينة، ......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

جمعہ کے دن سرمہ لگانا

(۱۳۵) **سوال:** جمعہ کے دن سرمہ لگانا کیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد جاوید، صفوا

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کے روز سرمہ لگانا مسنون نہیں ہے؛ البتہ لگانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۱۰/۱۰/۱۴۳۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کے دن کی سنتیں

(۱۳۶) **سوال:** کیا فرماتے علماء دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... وخرج إلى مكة، فصلى لنا أبو هريرة الجمعة، فقرأ بعد سورة الجمعة، في الركعة الآخرة: إذا جاءك المنافقون، قال: فأدركت أبا هريرة حين انصرف، فقلت له: إنك قرأت بسورتين كان علي بن أبي طالب يقرأ بهما بالكوفة، فقال أبو هريرة: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقرأ بهما يوم الجمعة.

عن النعمان بن بشير، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في العيدين، وفي الجمعة بسبح اسم ربك الأعلى، وهل أتاك حديث الغاشية، قال: وإذا اجتمع العيد والجمعة، في يوم واحد، يقرأ بهما أيضا في الصلاتين.

عن عبيد الله بن عبد الله، قال: كتب الضحاك بن قيس إلى النعمان بن بشير يسأله: أي شيء قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة، سوى سورة الجمعة؟ فقال: كان يقرأ هل أتاك. (أخرجه مسلم، في صحيحه، "كتاب الجمعة: باب قراءة القرآن في الجمعة": ج۱،ص:۲۸۷،رقم:۸۷۷)

(۱) عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يكتحل بالإثمد كل ليلة قبل أن ينام، وكان يكتحل في كل عين ثلاثة ميال. (أخرجه أحمد بن حنبل، في مسنده: ج۵،ص:۳۴۳،رقم:۳۳۲۰)

عن عكرمة عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن خير ما تداويتم به اللدود والسعوط، والحجامة والمشي وخير ما اكتحلتم به الإثمد فإنه يحلو البصر وينبت الشعر وكان لرسول الله صلى الله عليه وسلم مكحلة يكتحل بها عند النوم ثلاثا في كل عين. ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

جمعہ کے دن کون کون سے کام کرنا سنت ہے اس کا ثبوت کیا نصوص میں موجود ہیں؟ اگر نصوص میں موجود ہیں تو اس کا حوالہ ضرور تحریر کردیں تا کہ میں اپنے اہل حدیث دوست کو دکھا سکوں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد جنید، ایم پی

الجواب وبالله التوفيق: جمعہ کے دن درج ذیل امور مسنون ومستحب ہیں:

(۱) غسل کرنا۔ (۲) مسواک کرنا۔ (۳) خوشبو لگانا۔ (۴) عمدہ لباس پہننا۔ (۵) تیل لگانا۔

جیسا کہ البحر الرائق میں لکھا ہے کہ:

”فالمستحب في يوم الجمعة لمن يحضر الجمعة أن يدهن، ويمس طيبا ويلبس أحسن ثيابه، إن كان عنده ذالك ويغتسل ،لأن الجمعة من أعظم شعائر الإسلام، فيستحب أن يكون المقيم لها على أحسن وصف“[۱]

ہر ایک کی تفصلات درج ذیل ہیں۔

(۱) غسل کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو جمعہ کا دن نصیب ہو جائے وہ غسل کرے۔

”عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا جاء أحدكم الجمعة فليغتسل“[۲]

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... (أخرجه الترمذي، في سننه، ”أبواب الطب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب: ماجاء في السعوط وغيره“: ج۲،ص:۲۰،رقم:۲۰۴۸)

لا يكره (دهن شارب و) لا (كحل) إذا لم يقصد الزينة). (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصوم:باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب:فيما يكره للصائم“: ج۳،ص:۳۹۷)

(۱) الكاساني، بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ”كتاب الصلاة:فصل في صلاة الجمعة، بيان ما يستحب ليوم الجمعة وما يكره فيه“: ج۱،ص:۶۰۴.

(۲) أخرجه البخاري، في صحيحه، ”كتاب الجمعة: باب فضل غسل الجمعة“: ج۱،ص:۱۲۰،رقم:۸۷۷.

(۲) مسواک کرنا:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جمعہ والے دن) مسواک کرے۔

''عن أبي بكر بن المنكدر، قال: حدثني عمرو بن سليم الأنصاري، قال: أشهد علي أبي سعيد، قال: أشهد على رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الغسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم، وأن يستن، وأن يمس طيبا إن وجد''(۱)

(۳) تیل لگانا:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ والے دن تیل لگائے۔

''عن سلمان الفارسي، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا يغتسل رجل يوم الجمعة ويتطهر ما استطاع من طهر، ويدهن من دهنه أو يمس من طيب بيته''(۲)

(۴) اچھا لباس پہننا:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن اچھا لباس پہنے۔

''عن أبي ذر رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: من اغتسل يوم الجمعة فأحسن غسله، وتطهر فأحسن طهوره، ولبس من أحسن ثيابه، ومس ما كتب الله له من طيب أهله، ثم أتى الجمعة، ولم يلغ، ولم يفرق بين اثنين غفر له ما بينه وبين الجمعة الأخرى''(۳)

---

(۱) أيضا: ج۱، ص:۱۲۰، رقم:۸۸۰.

(۲) أيضا: ''باب الدهن للجمعة'': ج۱، ص:۱۲۱، رقم:۸۸۳.

(۳) أخرجه ابن ماجه، في سننه، ''كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الزنية يوم الجمعة'': ج۱، ص:۷۷، رقم:۱۰۹۸.

(۵) ایسے ہی نماز فجر میں امام کا سورہ سجدہ اور سورہ دہر کی تلاوت کرنا۔ (۷) نماز جمعہ کے لیے پیدل جانا۔ (۸) جمعہ کے لیے مسجد میں جلدی جانا۔ (۹) امام کے قریب بیٹھنا۔ (۱۰) جمعہ کے خطبے کو خاموشی کے ساتھ سننا۔ (۱۱) نماز جمعہ میں امام صاحب کا سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ یا سورہ جمعہ اور سورہ منافقین کی تلاوت کرنا۔

''عن ابن عباس أنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في صلاة الجمعة في الركعة الأولىٰ سورة الجمعة، وفي الثانية: سورة المنافقين''(۱)

(۱۲) جمعہ کے دن درود پاک کثرت سے پڑھنا۔

''أكثرو الصلاة علي يوم الجمعة فإنه مشهود يشهده الملائكة الخ''(۲)

(۱۳) جمعہ کے دن دعا مانگنا خاص کر دونوں خطبوں اور عصر سے مغرب کے درمیان واضح رہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان دعا صرف دل دل میں کی جائے، زبان سے نہیں اور نہ ہی اس کے لیے ہاتھ اٹھائے جائیں۔

''إن في الجمعة لساعة لا يوافقها مسلم يسأل الله تعالى فيها خيرا؛ إلا أعطاه إياه''(۳)

''التمسوا الساعة التي ترجى في يوم الجمعة بعد العصر إلى غيوبة الشمس''(۴)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، "كتاب الصلاة: فصل: في صلاة الجمعة، مقدار الجمعة وبيان ما يفسدها": ج۱، ص:۶۰۳۔

(۲) خطيب تبريزى، مشكوة المصابيح، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، الفصل الثالث": ج۳، ص:۴۱۵، رقم:۱۳۶۶۔

(۳) أيضاً: ''الفصل الأول'': ج۳، ص:۴۰۳، رقم:۱۳۵۷۔

(۴) أيضاً: ''الفصل الثاني'': ج۳، ص:۴۰۸، رقم:۱۳۶۰۔

جمعہ کے دن کون سی سورت کا پڑھنا افضل ہے

(۱۳۷) **سوال**: حضرات مفتیان کرام سلام مسنون!

عرض ہے کہ جمعہ کے دن کون سی سورت کا پڑھنا زیادہ بہتر اور افضل ہے؟ رہنمائی فرما کر ممنون مشکور فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالمالک، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرنا افضل ہے، احادیث شریفہ میں اس کے بڑے فضائل مذکور ہیں؛ چناں چہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھے وہ اگلے آٹھ دن تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا، حتی کہ اگر دجال نکل آئے تو اس کے فتنے سے بھی محفوظ رہے گا۔

''من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة فهو معصوم إلى ثمانية أيام من كل فتنة وإن خرج الدجال عصم منه''(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

❁❁❁

(۱) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ''سورة الكهف: ۵''، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج ۵، ص: ۱۲۲۔

فصل سابع:

جمعہ کے متفرق مسائل کا بیان

جمعہ میں قعدہ اخیرہ میں شریک ہونے والا جمعہ اداء کرے یا ظہر؟

(۱۳۸) **سوال:** ایک شخص نماز جمعہ میں قعدہ میں شریک ہوا تو وہ جمعہ ادا کرے یا ظہر ادا کرے؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ نذیر احمد، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: اس صورت میں دو رکعت نماز جمعہ کی ادا کرے، ظہر نہ پڑھے یہ ہی صحیح قول ہے۔[1]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۸/۱۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز جمعہ میں قنوت نازلہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۳۹) **سوال:** نماز جمعہ میں قنوت نازلہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں جب کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ نماز فجر میں پڑھتے ہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ سجاد حسین، سہارنپور

(۱) ومن أدركها في التشهد أو في سجود السهو أتم جمعة. (حسن بن علي الشرنبلالي، نورالایضاح، ”کتاب الصلاۃ: باب الجمعة“: ص: ۱۱۸ حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”کتاب الصلاۃ: باب الجمعة“: ص: ۵۲۲)
...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

الجواب وبالله التوفيق: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز فجر میں (بوقت ضرورت) قنوت نازلہ پڑھنا افضل اور بہتر ہے، کسی دوسری سری یا جہری نماز میں مشروع نہیں ہے۔

شوافع کے یہاں جن روایات سے فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں قنوت نازلہ کی مشروعیت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ روایات ہمارے نزدیک منسوخ ہیں۔

''عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهراً بعد الركوع في صلاة الصبح يدعو على رعل وذكوان ويقول عصية عصيت الله ورسوله''(۱)

''قوله: (فيقنت الإمام في الجهرية) ...... وأما القنوت في الصلات كلها للنوازل لم يقل به؛إلا الشافعي وكأنهم حملوا ما روي عنه عليه الصلاة والسلام أنه قنت في الظهر والعشاء كما في مسلم، وأنه قنت في المغرب أيضاً كما في البخاري على النسخ لعدم ورود المواظبة والتكرار الواردين في الفجر عنه عليه الصلاة والسلام''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۹/۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز جمعہ کے بعد دعاء سے قبل بیان کرنا:

(۱۴۰) **سوال:** مسجد میں نماز جمعہ کے بعد پانچ منٹ کے لیے اصلاح معاشرہ کے عنوان پر بیان ہوتا ہے اور پھر دعاء ہوتی ہے۔ تمام نمازی پوری توجہ سے بیان سنتے ہیں اور اس سے بہت فائدہ

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(ومن أدركها في تشهد أو سجود سهو)...... (يتمها جمعة). (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجمعة'': ج۳،ص:۳۳.

(۱) أخرجه البخاري في صحيحه، ''كتاب الوتر:باب القنوت قبل الركوع وبعده'': ج۱،ص:۱۳۶،رقم:۱۰۰۳.

(۲) ابن عابدين، ردالمحتار على الدر المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل، مطلب: في القنوت للنازلة'': ج۲،ص:۴۴۹.

ہوتا ہے، اس کے بعد مسجد کا چندہ ہوتا ہے، دو چار آدمی ڈبہ لے کر صفوں میں گھوم جاتے ہیں اس سے مسجد کی ضروریات پوری ہوتی ہیں تو یہ عمل کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: منیر احمد، سہارنپور

الجواب وبالله التوفيق: نماز کے بعد جو دعا کی جاتی ہے وہ سنت ہے۔ اس کی پابندی لوگ اس وجہ سے کرتے ہیں کہ فرائض کے بعد خاص طور پر دعا مقبول ہوتی ہے۔ اس لیے نماز جمعہ کے بعد دعاء کو مؤخر کرنے اور مذکورہ تقریر و چندہ کو مقدم کرنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ ہاں اس کے بعد جو دعا کی جائے گی وہ دعاء اس حدیث کا مصداق نہیں ہوگی جس میں کہا گیا ہے کہ فرائض کے بعد قبولیت دعاء کا بہترین وقت ہے اور اس کا وہ اجر نہ ہو سکے گا جو بعد فرض متصلاً دعاء پر ملتا ہے؛ اس لیے بہتر یہ ہے کہ سب نمازیوں کو پہلے سے اطلاع دے دی جائے کہ بعد دعاء صرف پانچ منٹ بیان ہوگا امید کہ لوگ ضرور ٹھہر کر سنیں گے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
كتبه: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۷/۵/۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحيح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ (سورة الم نشرح: ۷)

وقال قتادة: فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلىٰ ربك في الدعاء. (أحمد بن على الجصاص، أحكام القرآن، ''سورة القدر: ۳''؛ ج ۳، ص: ۸۱۳)

وعن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: اللهم اغفرلي ما قدمت، وما أخرت، وما أسررت، وما أعلنت، وما أسرفت، وما أنت أعلم به مني، أنت المقدم وأنت المؤخر لا إله إلا أنت. (أخرجه أبو داود، في سننه، ''كتاب الصلاة: باب ما يقول الرجل إذا سلم''؛ ج ۱، ص: ۲۱۲، رقم: ۱۵۰۹)

قوله: (قلت الخ)......ولا ينبغي أن يتكلف لإلتزام ما لم يكن في الصدر الأول. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل، مطلب: في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي الخ''؛ ج ۲، ص: ۵۰۱)

باب الجمعة

سہولت کے پیش نظر نماز جمعہ کے وقت میں تبدیلی کرنا

(۱۴۱) **سوال:** ہماری مسجد میں نماز جمعہ کا وقت ایک بجے مقرر ہے اور قرب وجوار کی مساجد میں بھی یہ ہی وقت ہے جس کی وجہ سے بازار کے دوکانداروں اور آنے والے مسلمانوں کی نمازیں چھوٹ جاتی ہیں، ایک وقت میں سبھی لوگوں کا نماز کے لیے جانا مشکل ہوتا ہے، خاص کر دوکانداروں کے لیے پریشانی کا باعث ہے تو کیا ہم وقت میں تبدیلی کر سکتے ہیں؟ تا کہ سبھی دکاندار اور باہر سے آنے والے نماز جمعہ میں شریک ہو سکیں شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: مصلیان مسجد، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت اسلامیہ کی نظر میں قیام جمعہ کا مقصد تکثیر جماعت مسلمین ہے تا کہ ان کو وعظ ونصیحت اور خطبہ سننے کا موقع ملے اور اس کے ذریعہ مسائل اور دینی معلومات فراہم ہوں؛ لیکن فریضہ کی ادائیگی ایک ساتھ مل کر کر سکیں اس کے پیش نظر مسجد کے قرب و جوار کے مسلمان، دوکانداروں اور صادرین مسلمان جس وقت میں زیادہ سے زیادہ جمع ہو سکیں اور سب کو نماز جمعہ سہولت کے ساتھ مل سکے ایسے وقت کا تعین ذمہ داران مسجد کے لیے جائز ہے۔ اور اس کے پیش نظر تبدیلی وقت بھی بلاشبہ جائز اور درست ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۸/۹/۱۴۱۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد عمران دیوبندی غفرلہ
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کے دن سفر

(۱۴۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص جمعہ کے دن سفر کر رہا ہے؛ حالاں کہ اس کے گھر والے اسے یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن سفر کرنا

---

(۱) وقال الجمهور ليس بمشروع؛ لأنها تقام بجمع عظيم فتأخيره مفض إلى الحرج. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، "كتاب الصلاة: مطلب: في طلوع الشمس من مغربها": ج۲،ص:۲۵)

جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ جمعہ کے دن سفر کرنے سے بہت دشواری، رکاوٹ پیدا ہوتی ہے کیا اس صورت میں اس شخص کا سفر کرنا درست ہے اور اس صورت میں جمعہ کی نماز ادا کرے گا؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، دربھنگہ

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کے دن کی فجر سے پہلے اور جمعہ کی نماز کے بعد سفر کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے بالاتفاق جائز ہے، اور فجر کے بعد زوال سے پہلے سفر شروع کرنے میں بھی احناف کے یہاں کوئی کراہت نہیں ہے، جائز ہے، البتہ زوال کے بعد یعنی جمعہ کا وقت شروع ہو جانے کے بعد سفر شروع کرنا احناف کے یہاں مکروہ ہے ہاں اگر ساتھی کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو، یا شدید مجبوری ہو، ٹرین کا ٹائم وہی ہو اور کوئی مناسب متبادل نہ تو زوال کے بعد بھی سفر کیا جا سکتا ہے۔

’’كما يكره السفر بعد دخول وقت الجمعة‘‘(۱)

’’ويكره بعد الزوال يوم الجمعة لا قبله، و في شرح الأقطع: لا يكره قبله و بعده، و في النوادر: أن يسافر يوم الجمعة قبل الصلاة من غير فصل، و في المبسوط:لا يجوز السفر بعد الزول يوم الجمعة عند الشافعي، وكذاعند المالكية ذكره في الذخيرة للقرافي‘‘(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۰/۳/۱۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کے دن دوکان کھولنا

(۱۴۳) **سوال:** جمعہ کے دن مسلمان دوکاندار کو دکان کھولنی چاہئے یا نہیں؟ اور کس وقت

(۱) ابن الهمام الحنفي، فتح القدير، ’’كتاب الصلاة:باب الإمامة‘‘: ج۱، ص:۳۴۹.

(۲) العيني، البناية، شرح الهداية، ’’كتاب الصلاة:البيع و الشراء بعد أذان الجمعة الأول‘‘: ج۳، ص:۹۴.

سے کس وقت تک کھولنا چاہئے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شاداب، سیلم پور، دہلی

الجواب وبالله التوفیق: جمعہ کے روز تمام کاروبار خرید وفروخت جمعہ کی اذان اول تک جائز ہے، اس کے بعد مکروہ تحریمی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے۔ ''وكره البيع عند أذان الأول'' پس اذان کے ہوتے ہی جملہ کاروبار ترک کر کے جمعہ کے لئے خالی ہوجانا چاہئے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۰/۹/۱۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

دو تین دن تک مسجد میں جماعت نہ ہونا

(۱۴۴) **سوال:** ایک مسجد میں کافی عرصہ سے جمعہ ہو رہا تھا اتفاق سے امام صاحب اپنے گھر چلے گئے جس کی وجہ سے دو تین روز تک جماعت نہ ہوسکی تو اب اس میں جمعہ کی نماز و جماعت درست ہے یا نہیں جب کہ دسیوں سال سے وہاں جمعہ ہوتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: رفیق الحق

الجواب وبالله التوفیق: اس صورت میں جماعت کا نہ ہونا ایک اتفاقی امر ہے جس کے باعث حکم سابق منقوض نہیں ہوگا لہٰذا جمعہ کی نماز حسب سابق درست اور لازم ہے۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۵/۱۲/۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) وترك البيع..... (بالأذان الأول) في الأصح، وإن لم يكن في زمن الرسول ﷺ؛ بل في زمن عثمان رضي الله عنه. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار ''كتاب الصلاة: باب الجمعة''، ج۳، ص: ۳۸)

(۲) قوله: (وفي القهستاني الخ)..... تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة..... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر.....

گاؤں میں اذان کی آواز آنے سے گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۱۴۵) **سوال**: سہارنپور کے قریب دو گاؤں ہیں سہارنپور کی اذان فجر ان گاؤں میں سنائی دیتی ہے جب کہ اسپیکر سے اذان پڑھی جاتی ہے اور نماز جمعہ کی اذان کی آواز بھی آتی ہے تو نماز جمعہ کے لیے سہارنپور آنا ضروری ہے یا نہیں؟ اوران گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مکرم علی، بجنور

الجواب وباللہ التوفیق: جب یہ دونوں دیہات سہارنپور سے علیحدہ اور مستقل ہیں اور سہارنپور کے محلے نہیں ہیں اگر ان گاؤں میں شرائط جمعہ نہیں پائی جاتی ہیں تو ان کے باشندوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے۔ آواز کا آنا وجوب جمعہ کے لیے کافی نہیں ہے۔

’’ولا يجب على من كان خارجه ولو سمع النداء من المصر سواء كان سواده قريباً من المصر أو بعيداً على الأصح فلا يعمل بما قيل بخلافه وإن صحح‘‘[1]

’’(فلا يعمل بما قيل) قال في الشرح: قد علمت بنص الحديث والأثر والرواية عن ائمتنا أبي حنيفة وصاحبيه واختيار المحققين من أهل الترجيح أنه لا عبرة ببلوغ النداء، ولا بالغلوة والأميال، وإنه ليس بشيء فلا عليك من مخالفة غيره وإن ذكر تصحيحه فمنه ما في البدائع أنه إن أمكن أن يحضر الجمعة وبيت بأهله من غير تكلف يجب عليه الخ‘‘[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۶/۲۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... التي فيها أسواق. (ابن عابدين، رد المختار مع الدر المختار، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘: ج ۳، ص: ٦)

(۱) أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘، ص: ۵۰۴.
(۲) أيضاً، ص: ۵۰۵.

باب الجمعة

جمعہ کے دن عید ہو جائے تو دونوں خطبے پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۱۴۶) **سوال:** اگر جمعہ کے دن عید آجائے تو عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ دونوں خطبے پڑھنا یعنی عید و جمعہ کے ضروری نہیں ہے۔ دونوں میں سے ایک خطبہ پڑھ لینا کافی ہے کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: منصور احمد، سہارنپور

الجواب وبالله التوفيق: یہ بات صحیح نہیں ہے کہ دونوں میں سے ایک کا پڑھ لینا کافی ہے؛ بلکہ عید و جمعہ کے دونوں خطبے اور دونوں نمازیں پڑھنا ضروری اور واجب ہے۔

”وفي الجامع الصغير عيدان اجتمعا في يوم واحد، فالأول سنة، والآخر فريضة، ولا يترك واحد منهما“[1]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۷/۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

تبلیغی پنڈال میں نماز جمعہ قائم کرنا

(۱۴۷) **سوال:** یہاں پر تبلیغی اجتماع ہو رہا ہے، جہاں پر پنڈال بنایا گیا ہے وہ جگہ شہر کی حدود میں ہے مگر شہر کی آبادی سے باہر ہے۔ تو اس پنڈال میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالمنان، دہلی

الجواب وبالله التوفيق: یہ اجتماع فناء شہر میں ہے، لہٰذا پنڈال میں نماز جمعہ صحیح ہے۔ صحت جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں ہے۔ شہر یا فناء شہر میں کہیں بھی جہاں پر نماز پڑھنے کی عام

---

(۱) المرغيناني، الهداية، ”كتاب الصلاة: باب العيدين“: ج۱، ص:۱۷۲۔

اجازت ہو نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے مگر مسجد میں پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

”(أو فناؤه) ...... (وهو ما) حوله (اتصل به) أو لا كما حرره ابن الكمال وغيره (لأجل مصالحه) كدفن الموتى، وركض الخيل“(۱)

فنائے شہر یعنی شہر کے اردگرد کارآمد میدان، جو شہر کے مفاد اور مصالح کے لئے ہوتا ہے جیسے مردوں کی تدفین گھوڑ دوڑ اور فوجی اجتماع وغیرہ۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۶/۳ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

ضرورت کی وجہ سے بازار کی مسجد میں جمعہ قائم کرنا

(۱۴۸) **سوال**: قصبہ نانوتہ میں ایک مسجد ہے جو سقوں والی مسجد کے نام سے مشہور ہے، یہ مسجد بازار میں ہے۔ اس میں جمعہ قائم ہوسکتا ہے یا نہیں اگرچہ اور دوسری مسجدوں میں جمعہ قائم کیا جاتا ہے۔ وضاحت فرمائیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اسلم، نانوتہ سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: بلا ضرورت تعدد جمعہ کی اجازت نہیں؛ لیکن اگر دوکانداروں کو ان مساجد تک جانے میں جن میں جمعہ ہوتا ہے دشواری ہوتی ہو اور یہ فائدہ بھی پیش نظر ہو کہ دیہات سے خریداری کے لیے آنے والے لوگوں کو بھی جمعہ پڑھنے کی سہولت ہوجائے گی تو بازار کی مذکورہ مسجد میں جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

”(وتؤدى في مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقاً، قوله: (مطلقاً) أي سواء

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج۳، ص:۷.

کان المصر کبیراً أو لا......و سواء کان التعدد في مسجدین أو أکثر"[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۰۹/۸/۱۱ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

بعد نماز جمعہ مائک پر سلام واشعار پڑھنا

(۱۴۹) **سوال**: ایک امام صاحب جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد بچوں کو لے کر مائک پر بلند آواز سے سلام واشعار پڑھتے ہیں اور کافی دیر تک دعا مانگتے ہیں، مصلیان مسجد اس سے سخت ناراض ہیں مگر کچھ جاہل لوگ ان کا ساتھ دے رہے ہیں جس کی بناء پر دو فرقے بن گئے ہیں، تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ابراہیم، بلند شہر

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جمعہ کے بعد دعائے ثانی کے لیے مصلیوں کو روکنا اور دعاء ثانی کرنا اور اس کے بعد سلام پڑھنا یہ عمل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین سے اور ائمہ محدثین وفقہاء سے ثابت نہیں ہے، جب کہ یہ حضرات سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام خداوندی پر عمل کرنے میں پوری امت میں پیش پیش رہے ہیں، یہ عمل خلاف سنت ہونے کے ساتھ بدعت اور گمراہی ہوگا جس سے مسلمان کو پرہیز کرنا ضروری ہے اور بدعت وگمراہی کا خاصہ ہے کہ اس سے ایمان والوں میں تفریق پیدا ہوتی ہے۔[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۰۸/۱۰/۳ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، "کتاب الصلاۃ: باب الجمعۃ"، ج ۳، ص: ۱۵۔ ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

کیا تین جمعہ چھوڑنے سے دل میں سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے؟

(۱۵۰)**سوال**: زید کہتا ہے کہ لگاتار تین جمعہ چھوڑنے سے انسان کے دل میں سیاہ داغ ہو جاتا ہے، مگر خالد اس بات کو نہیں مانتا، یہ بات درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد وحید الزماں

الجواب وباللہ التوفیق: کسی عذر کی بناء پر اگر ایسا ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے البتہ استخفاف اور سستی کے طور پر اگر ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر مہر ثبت کر دیتے ہیں اور آدمی خیر کثیر سے محروم ہو جاتا ہے یہ بات حدیث میں ہے۔[۱]

گناہ کبیرہ کے بارے میں ایک حدیث شریف میں موجود ہے کہ جب انسان ایک گناہ کرتا ہے، تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے، جب دوسرا کرتا ہے، تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے حتی کی سیاہ نقطوں سے اس کا دل بھر جاتا ہے؛ تاہم جب گناہ سے توبہ کر لے تو ہر کبیرہ گناہ سچی اور پکی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له"[۲]

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۵/۶/۲۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

❁❁❁

---

(۲)عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد، متفق عليه. (الملا علي القاري، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، "كتاب الإيمان: باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول": ج۱،ص:۱۳۰،رقم:۱۴۰)

ولم يكن له أصل من الشريعة الغراء. (علامه أنور شاه الكشميري، العرف الشذي:ج۱،ص:۲۳۱)

من تعبد الله تعالىٰ بشيء من هذه العبادات الواقعة في غير أزمانها فقد تعبد ببدعة حقيقية،لا إضافيه فلاجهة لها إلى المشروع؛بل غلبت عليها جهة الإبتداع فلا ثواب فيها. (أبو اسحاق الشاطبي،الاعتصام:ج۲،ص:۲۶)

(۱)وروي عن ابن عمر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: من ترك ثلاث جمع تهاونا، طبع الله على قلبه، ومثل هذا الوعيد لا يلحق إلا بترك الفرض، وعليه إجماع الأمة. (الكاساني، بدائع الصنائع، "كتاب الصلاة: صلاة الجمعة": ج۱،ص:۲۵۶)

(۲)المبسوط، السرخسي، "كتاب الصلاة:شروط الجمعة": دارالكتب العلميه، بيروت، ج۲،ص:۲۵.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب العیدین

فصل اول: عیدین کی نماز کا بیان

فصل ثانی: عیدین کی نماز مسجد یا دیگر مقامات میں ادا کرنے کا بیان

فصل ثالث: نماز عیدین میں تعدد و تکرار کا بیان

فصل رابع: تکبیرات عیدین و تشریق کا بیان

فصل خامس: خطبۂ عیدین کا بیان

فصل سادس: نماز عیدین کے متفرقات کا بیان

فصل اول:

عیدین کی نماز کا بیان

نماز عید کا سلام پھیر کر دعا کی جائے یا خطبہ کے بعد؟

(۱) **سوال:** نماز عید کا سلام پھیر کر دعا کی جائے یا خطبہ کے بعد، سنت طریقہ کیا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: راؤ منظور خاں، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: نماز کے سلام پھیرنے کے بعد ہی دعا کی جائے کہ یہ ہی مطابق سنت ہے اور بعد خطبہ عیدین دعاء کرنا بے اصل اور خلاف سنت ہے؛ اس لیے کہ دعاء کا وقت بعد نماز عید ہے نہ کہ بعد خطبہ عید۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۳۰/۱/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) عن أبي أمامة قال: قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم أي الدعاء أسمع؟ قال جوف الليل ودبر الصلوات المكتوبات رواه الترمذي. (خطيب تبريزى، مشكاة المصابيح، "كتاب الصلاة: باب الذكر بعد الصلاة، الفصل الثاني" مکتبہ تھانوی، دیوبند: ص: ۸۹، رقم: ۹۶۸)

فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم. (أخرجه البخاري، في صحيحه، "كتاب الصلاة: باب وجوب الصلاة في الثياب": یاسر ندیم، دیوبند، ج ۱، ص: ۵۱، رقم: ۳۵۱)

ويشهدن الخير، ودعوة المسلمين. (أخرجه مسلم، في صحيحه، "كتاب صلاة العيدين: فصل إخراج العواتق وذوات الخدور والحيض في العيد": اعظم پبلیشرز، دیوبند، ج ۱، ص: ۲۹۱، رقم: ۸۹۰)

عید کی نماز کا وقت مسنون کب سے کب تک ہے؟

(۲)**سوال:** (۱) عید کی نماز کا وقت مسنون کب سے کب تک ہے؟
(۲) زید عید کی نماز کی اذان پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو اعلان ہے تو زید کے لیے کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: شمشاد حسین، دہلی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) چاشت کی نماز کا جو وقت ہے وہی وقت عید کی نماز کا ہے۔
(۲) غلطی کرتا ہے اور سنت متواترہ کے قطعی خلاف کرتا ہے اس کو منع کیا جائے۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۰/۴:۱۴۱۳ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین کی نماز سنت ہے یا واجب؟

(۳)**سوال:** عیدین کی نماز واجب ہے یا سنت ہے، ایک عالم نے بتلایا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے کیا یہ صحیح ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اقبال خان، مرادنگر، یوپی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عید کی نماز سنت سے ثابت ہے اس کا پڑھنا واجب

---

(۱) شهدت مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الصلاة يوم العيد، فبدأ بالصلاة قبل الخطبة بغير أذان ولا إقامةٍ. (أخرجه مسلم، في صحيحه، "كتاب صلاة العيدين": ج۱، ص:۲۸۹، رقم:۸۸۵)
يستحب تعجيل الإمام الصلاة في أول وقتها في الأضحي، وتاخيرها قليلاً عن أول وقتها في الفطر، بذلك كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عمرو بن حزم وهو بنجران: عجل الأضحي وأخر الفطر، قيل: ليؤدي الفطر، ويعجل إلى التضحية. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين" دارالکتاب، دیوبند: ج۱، ص:۵۳۲)

ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس طرح ہے۔ ’’عيد ان اجتمعا في يوم واحدٍ فالأول: سنة، والثاني: فريضة، ولا يترك واحد منهما‘‘ اس پر بعض نے عید کی نماز کے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عید کی نماز کا ثبوت سنت سے ثابت ہے اور جامع صغیر میں بھی ہے ’’سنة لأن وجوبها ثبت بالسنة‘‘ درمختار میں ہے ’’(تجب صلاتهما) في الأصح‘‘[۱] اور بدائع الصنائع میں ہے۔ ’’الصحيح: أنها واجبة و هذا قول أصحابنا‘‘[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۹/۱۰: ۱۴۱۳ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

جس کی عید فوت ہوجائے وہ کیا کرے؟

(۴) **سوال**: اگر زید عید گاہ اس وقت پہونچا کہ نماز عید کی پوری ہوگئی تو کیا وہ اب تنہا پڑھ لے تو ہوجائے گی؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالسلام، کھتولی

الجواب وباللہ التوفیق: اس صورت میں عید کی نماز تنہا نہ پڑھے؟ بلکہ عیدگاہ کی نماز کے بعد دوسری جگہ یا مسجد میں نماز عید کی ہوتی ہو وہاں جا کر پڑھے، اگر کسی عذر کی وجہ سے نہ جا سکے یا گیا وہاں بھی نہ ملے تو اچھا یہ ہے کہ چاشت کی نیت سے چار رکعت نفل کی پڑھے۔

’’(ولا يصليها وحده إن فاتت مع الإمام) ولو بالإفساد إتفاقاً في الأصح ......

---

(۱) ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، ’’كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: في القال والطيرة‘‘: مکتبہ زکریا، دیوبند، ج ۳، ص: ۴۵.

(۲) الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ’’كتاب الصلاة: فصل في صلاة العيدين‘‘ دار الکتاب، دیوبند: ج ۱، ص: ۶۱۶.

(و) لو أمكنه الذهاب إلى إمام آخر فعل......فإن عجز صلى أربعاً كالضحى"[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۹/۱۰: ۱۴۱۳ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

عذر کی وجہ سے ۱۱/ ذی الحجہ کو نماز عید اداء کرنا:

(۵) **سوال**: ہمارے شہر میں ۱۰/ ذو الحجہ کو نماز عید الاضحیٰ بحسن وخوبی ادا ہوئی۔ ہمارے قصبہ میں کچھ لوگ مقدمہ میں ماخوذ ہوکر کانپور گئے تھے، وہ بقر عید کے دن عدالت میں رہے، نماز نہیں پڑھ سکے یہ سب بارہ تیرہ آدمی تھے، اگلے روز اپنے وطن آئے انھوں نے ۹/ بجے دن ایک شخص کو امام بنایا اور نماز عید ادا کی تو یہ نماز عید ہوئی یا نفل نماز ہوئی؟

فقط: والسلام

المستفتی: اختر حسین، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: اگر عذر ہو جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو عید الاضحیٰ کی نماز ۱۲/ ذی الحجہ تک جائز ہے اور بلا عذر کے تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ "(لكن هنا يجوز تاخيرها إلى آخر ثالث أيام النحر بلا عذر مع الكراهة، وبه)......(بدونها)"[۱] پس صورت مسئولہ میں

---

(۱) الحصكفي، الدرالمختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج ۳، ص: ۵۸، ۵۹.

قوله: (ولم تقض إن فاتت مع الإمام)...... فمراده نفي صلاتها وحده وإلا فإذا فاتت مع إمام وأمكنه أن يذهب إلى إمام آخر فإنه يذهب إليه......وفي البدائع......ولا يقضيها عندنا كالجمعة؛ ولكنه يصلي أربعا مثل صلاة الضحى إن شاء. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين" دارالکتاب، دیوبند: ج ۲، ص: ۲۸۳، ۲۸۴)

(۲) الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج ۳، ص: ۵۹.

نماز بلا کراہت صحیح ہوئی اور نفل شمار نہ کی جائے گی۔ (۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۲/۹/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین کی نماز کی قضاء کیوں نہیں ہے؟

(۶) **سوال:** نماز عیدین واجب ہے یا نفل اور اس کی قضاء کیوں نہیں ہے؟ حالاں کہ وتر کی قضاء ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالستار، کانپور

الجواب وباللہ التوفیق: عید کی نماز واجب ہے اور اگر کسی شخص سے جماعت عیدین فوت ہو جائے، تو پھر اس کی قضاء نہیں ہے، کیوں کہ اس میں جماعت شرط ہے اور وتر میں جماعت شرط نہیں اور اس میں تحدید وقت بھی نہیں ہے۔ (۲)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۲/۱۶/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) كما في الشامية: (وتؤخر بعذر) كمطر (إلى الزوال من الغد فقط). (أيضاً: ج۳، ص:۵۹)

(وتؤخر) "صلاة عيد الفطر" (بعذر) "كان غم الهلال، وشهدوا بعد الزوال أو صلوها في غيم فظهر أنها كانت بعد الزوال فتؤخر (إلى الغد فقط) لأن الأصل فيها أن لا تقضي كالجمعة، إلا أنا تركناه بما روينا من أنه عليه السلام أخرها إلى الغد بعذر ...... الخ. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين": ج۱، ص:۵۳۶)

وفيه أيضاً: ("وتؤخر") صلاة عيد الأضحى ("بعذر") لنفي الكراهة وبلا عذر مع الكراهة لمخالفة المأثور (إلى ثلاثة أيام). (أيضاً: ج۱، ص:۵۳۸)

(۲) (ولا يصليها وحده إن فاتت مع الإمام). ولو بالإفساد اتفاقا في الأصح، كما في تيمم البحر. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

نماز عیدین کی نیت کس طرح کرے؟

(۷)**سوال:** نماز عیدین کی نیت کس طرح کرنی چاہئے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد فرید خاں، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: عیدین کی نماز کی نیت اس طرح کرے: نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز واجب عید الاضحیٰ یا عید الفطر مع چھ زائد تکبیروں کے پیچھے امام کے واسطے اللہ کے، یہ نیت دل سے ضروری ہے زبان سے بھی کہہ لے تو حرج نہیں ہے، پھر ''اللّٰہ أکبر'' کہہ کر نیت باندھے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۱۲/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

عید کی نماز کا مقررہ وقت سے تاخیر کرنا

(۸)**سوال:** عیدین کی نماز کا وقت مقرر ۸ بجے ہے مگر نمازیوں کی آمد کی وجہ سے کچھ دیر

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... مطلب: أمر الخلیفة لا یبقی بعد موته''، ج۳، ص:۵۸)

قوله: (ولم تقض إن فاتت مع الإمام) لأن الصلاة بهذه الصفة لم تعرف قربة إلا بشرائط لاتتم بالمنفرد...... وأطلقه فشمل ما إذا كان في الوقت أوخرج الوقت و ما إذا لم يدخل مع الإمام أصلاً أو دخل معه وأفسدها فلاقضاء عليه أصلاً. (ابن نجیم، البحر الرائق، ''کتاب الصلاة: باب العيدين''، ج۲، ص:۲۸۳)

(۱)(المعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة) فلا عبرة للذكر باللسان إن خالف القلب؛ لأنه كلام لانية؛ إلا إذا عجز عن إحضاره لهموم أصابته فيكفيه اللسان (وهو) أي عمل القلب (أن يعلم) عند الإرادة (بداهة) بلا تأمل، (أيّ صلاة يصلي) فلو لم يعلم إلا بتأمل لم يجز (والتلفظ) عند الإرادة (بها مستحب)، وهو المختار. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، بحث النية''، ج۲، ص:۹۱، ۹۲)

الفصل الرابع في النية، النية إرادة الدخول في الصلاة، والشرط أن يعلم بقلبه أيّ صلاة يصلي وأدناها: مالو سئل لأمكنه أن يجيب على البديهة، وإن لم يقدر على أن يجيب إلا بتأمل لم تجز صلاته، ولا عبرة للذكر باللسان، فإن فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن، كذا في الكافي. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهنديه، ''کتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية''، مکتبہ فیصل دیوبند: ج۱، ص:۱۲۳)

کردینا جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ثوبان، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: فرائض کی جماعت کا جو وقت مقرر ہے اس میں تو انتظار یا تاخیر غلط ہے؛ البتہ عیدین کی نماز کے موقعہ پر جب کہ آنے والے نظر بھی آ رہے ہیں، تو کچھ وقت دیدینا چاہئے۔ دس پندرہ منٹ تاخیر ہو جائے، تو اس کی گنجائش ہے۔ زیادہ وقفہ نہیں رہنا چاہئے کہ ایسا کرنا لوگوں کو انتظار اور پریشانی کا باعث بن جائے گا۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۲/۲/۱۴۱۴ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

عید کی نماز سے قبل یا بعد میں نوافل پڑھنا

(۹) **سوال:** عیدین کی نماز سے پہلے یا بعد میں نوافل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد نصر اللہ، فتح پور

الجواب وباللہ التوفیق: عید کے دن فجر کی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد سے عید کی نماز اداء کرنے تک نفل اداء کرنا مطلقاً (عیدگاہ میں ہو یا گھر یا کوئی اور جگہ) مکروہ تحریمی ہے اور عید کی نماز کے بعد سے اس دن کے زوال تک صرف عیدگاہ میں یا جس مسجد میں عید کی نماز اداء ہوتی

(۱) وقت صلاة العيد من ارتفاع الشمس قدر رمح أو رمحين إلى زوالها، قوله: (بل نفلا محرماً)...... ويستحب تعجيل الإمام الصلاة في أول وقتها في الأضحى، وتأخيرها قليلاً عن أول وقتها، في الفطر...... وأخر الفطر. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين''، ص: ۵۳۲)

فالحاصل أن التاخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب: في إطالة الركوع للجائي''، ج۲، ص: ۱۹۹)

ہو نفل اداء کرنا مکروہ ہے جب کہ عید کی نماز کے بعد گھر میں نفل اداء کرنا جائز ہے۔

”ولا يتنفل قبلها مطلقاً) ...... (وكذا) لا يتنفل (بعدها في مصلاها) فإنه مكروه عند العامة (وإن) تنفل بعدها (في البيت جاز)“[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۳۴/۶/۲۹ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

اتصال صفوف کی صورت میں گھر کی دہلیز پر نماز عید ادا کرنا:

(۱۰) **سوال:** اگر کسی صاحب کا مکان عیدگاہ کے قریب ہو اور صفیں برابر گھر تک لگی ہوں درمیان میں فاصلہ نہ ہو عیدگاہ میں جگہ نہ ہو تو گھر کی دہلیز میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالغفور، لدھاوالا، مظفر نگر

الجواب وبالله التوفيق: صورت مسئولہ میں بلا کراہت دہلیز پر نماز درست ہے۔[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب، يطلق المستحب على السنة وبالعكس“: ج۳، ص: ۵۰ تا ۵۲.

(ويكره التنفل قبل صلاة العيد في المصلیٰ) اتفاقاً (و) في (البيت) عند عامتهم، وهو الأصح؛ لأن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خرج فصلى بهم العيد لم يصل قبلها ولا بعدها متفق عليه. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين“: ص: ۵۳۲-۵۳۱)

(۲) عن عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل في حجرته وجدار الحجرة قصير فرأى الناس شخص النبي صلى الله عليه وسلم: فقام أناس يصلون بصلاته فأصبحوا فتحدثوا بذلك فقام الليلة الثانية، فقام معه أناس يصلون بصلاته صنعوا ذلك ليلتين أو ثلاثا حتى إذا كان بعد ذلك جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلم يخرج، فلما أصبح ذكر ذلك الناس ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

عید کی پہلی رکعت میں امام تکبیرات زوائد بھول گیا اور دوسری رکعت میں چھ زائد تکبیریں پڑھ دیں کچھ مقتدی رکوع میں چلے گئے

(۱۱)**سوال:** امام صاحب نماز بقرعید میں پہلی رکعت میں ثنا کے بعد زائد تکبیریں بھول گئے اور فوراً ہی قرأت شروع کردی؛ البتہ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد چھ تکبیریں زائد کہیں مقتدی حضرات کچھ قیام میں رہے اور کچھ رکوع میں چلے گئے کچھ سجدے میں چلے گئے پھر امام صاحب نے خود ہی دوبارہ نماز پڑھائی تو یہ کیسا ہے تو اس سے کون سی نماز صحیح ہوئی اور کون سی نہیں ہوئی؟ کیا دہرانا ضروری تھا؟

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ صادق حسین، کلکتہ

الجواب وباللہ التوفیق: امام صاحب نے پہلی رکعت میں تین زائد تکبیریں نہیں کہیں یہ سہو ہوگیا، پھر دوسری رکعت میں ان تکبیرات کو پورا کرلیا تو امام کی اور جن لوگوں نے امام کی متابعت میں ہی تمام ارکان پورے کئے ان سب کی نماز ادا ہوگئی۔ تاہم اگر کوئی حرج پیش آنے کا اندیشہ نہ ہو تو سجدہ سہو کرلینا چاہیے۔ (۱)

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......فقال إني خشيت أن تكتب عليكم صلاة الليل. (أخرجه البخاري، ''كتاب الجماعة والإمامة: باب إذا كان بين الإمام وبين القوم، حافظ أو سترة'': ج۱، ص:۱۰۱، رقم:۶۹۶)

عن صالح مولى التوأبه قال: صليت مع أبي هريرة رضي الله عنه فوق المسجد بصلاة الإمام وهو أسفل. (أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه، ''كتاب الصلاة: باب العيدين'' مكتبة الرشد، الرياض: ج۲، ص:۳۵، رقم:۶۱۵۹)

(۱)(ولا يأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعيدين) دفعاً للفتنة بكثرة الجماعة وبطلان صلاة من يرى لزوم المتابعة وفساد الصلاة بتركه. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب سجود السهو'': ص:۴۶۶-۴۶۵)

سهو الإمام يوجب عليه وعلى من خلفه السجو، ولا يشترط أن يكون مقتديا به وقت السهو حتى لو أدرك الإمام بعد ماسها يلزمه أن يسجد مع الإمام تبعاً له. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهنديه، ''كتاب الصلاة: الباب الثاني عشر في سجود السهو'': ج۱، ص:۱۸۸)

السهو في الجمعة والعيدين والمكتوبة والتطوع واحد، إلا أن مشايخنا قالوا: لايسجد للسهو في العيدين والجمعة لئلا يقع الناس في فتنة. (أيضاً: ج۱، ص:۱۸۷)

نماز دہرانا ضروری نہیں تھا۔ جن حضرات نے امام کی متابعت نہیں کی ان کی نماز اقتداء کے فوت ہو جانے کی وجہ سے فاسد ہوگئی تھی ان کو دوسری جگہ یا دوسرے امام کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لینی چاہئے تھی۔

امام کی نماز ادا ہوگئی تھی پھر دوبارہ نماز پڑھی تو امام اور مقتدیوں سب کی نماز نفل کے درجہ کی ہوئی۔

الجواب صحیح:　　فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید　　**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۱۲/۳۰ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند　　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز عید میں امام کے خلاف کرنے والوں کی نماز کا حکم

(۱۲) **سوال:** مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے عید کی نماز میں مقتدیوں سے غلطی ہوئی بعض لوگ تکبیرات زوائد میں ہیں، بعض لوگ رکوع میں ہیں اور بعض لوگ سجدے میں چلے گئے چوں کہ امام نے نماز عید میں تکبیرات چھوڑ دی تو کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: غفور، ہارون، ستار، مہاراشٹر

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ان تمام لوگوں کی نماز درست ہوگئی جو امام صاحب کے ساتھ رکوع و سجود میں شریک رہے اور جو حضرات رکوع یا سجود یا دونوں میں امام کے ساتھ شریک نہیں رہے ان کی نماز نہیں ہوئی۔ (۱)

الجواب صحیح:　　فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ　　**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۴/۹/۲ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند　　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) خمسة أشياء إذا ترك الإمام ترك المقتدي أيضاً وتابع تكبيرات العيد والقعدة الأولىٰ وسجدة التلاوة والسهو والقنوت إذا خاف فوت الركوع......وإن كان لايخاف يقنت ثم يركع. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیه، ''کتاب الصلاة: الباب الخامس في الإمامة، الفصل السادس: ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

عید کی نماز میں سجدہ سہو کیا جائے یا نہیں؟

(۱۳) **سوال:** عید کی نماز میں سجدۂ سہو کیا جائے یا نہ کیا جائے مدلل فرمائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد علی، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ وعیدین کے بارے میں فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر جم غفیر کی وجہ سے لوگوں میں انتشار پیدا ہونے کا خوف ہو تو سجدۂ سہو نہ کیا جائے اور اگر مقتدیوں میں انتشار کا اندیشہ نہ ہو مثلاً جماعت مختصر ہو یا تمام لوگوں کو سجدہ سہو کا علم ہو تو اس صورت میں ترک واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کیا جائے گا۔

''الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذلك......ليس المراد عدم جوازه؛ بل الأولیٰ تركه لئلا يقع الناس في فتنة''(۱)

''(ولا يأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعيدين) دفعا للفتنة بكثرة الجماعة''(۲)

''إلا أن مشايخنا قالوا: لا يسجد للسهو في العيدين والجمعة لئلا يقع الناس في فتنة، كذا في المضرات''(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۳۰/۱۰/۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......فيما يتابع الإمام وفيما لا يتابعه'': ج۱، ص: ۱۴۸)

وشروط صحة الاقتداء أربعة عشر شيئاً نية المقتدي، المتابعة، الخ. (الشرنبلالي، نورالایضاح، ''كتاب الصلاة: باب الإمامة'' مکتبہ الاسعدی، سہارنپور: ص: ۷۶)

الثالث أن يركع معه ويسجد قبله فإنه يقضي ركعتين......الخامس أن يأتي بهما قبله ويدركه الإمام فيهما وهو جائز؛ لكنه يكره. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: فيما لو أتى بالركوع و السجود أو بهما الخ'': ج۲، ص: ۳۴۴، ۳۴۵)

(۱) ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب سجود السهو'': ج۲، ص: ۵۶۰.

(۲) أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

زوال کے بعد نمازِ عید درست ہے یا نہیں؟

(۱۴) **سوال:** زوال کے بعد نماز عیدین درست ہے یا نہیں یا دوسرے دن نماز ادا کی جائے؟

فقط: والسلام
المستفتی: رحیم بخش، رحیم پور، روڑکی

الجواب وباللہ التوفیق: زوال کے بعد نماز عیدین کا وقت نہیں ہے اگر کسی شرعی مجبوری کی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو تو اگلے دن نماز پڑھیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۳/۱۱/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عورتوں کا عیدگاہ جانا

(۱۵) **سوال:** ایک اہل حدیث نے مجھ سے کہا کہ مستورات کو عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنے کا حکم ہے، اگر وہ حیض کی حالت میں ہو تو دعا میں شرکت کرے، اس سلسلے میں صحیح بات کیا ہے؟ دلیل سے سمجھائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، ہردوئی

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... "كتاب الصلاة: باب سجود السهو": ص: ۴۶۵.

(۳) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الثاني عشر في سجود السهو": ج ۱، ص: ۱۸۷.

(۱) وتؤخر بعذر إلى ثلاثة أيام؛ لأنها مؤقتة بوقت الأضحية فتجوز مادام وقتها باقيا ولاتجوز بعد خروجه لأنها لاتقضي، قيد بالعذر؛ لأن تاخيرها لغير عذر عن اليوم الأول مكروه بخلاف تاخير عيدالفطر لغير عذر فإنه لايجوز ولايصلي بعده، فالتقييد بالعذر هنا لنفي الكراهة وفي عيدالفطر للصحة. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين": ج ۲، ص: ۲۸۵)

ووقتها من ارتفاع الشمس إلى زوالها، أما الابتداء فلأنه عليه السلام كان يصلي العيد والشمس على قدر رمح أو رمحين، وهو بكسر القاف بمعنى قدر، وأما الانتهاء فلما في السنن أن ركبا جاؤوا إلى النبي صلى الله عليه وسلم يشهدون أنهم رأو الهلال بالأمس فأمرهم أن يفطروا إذا أصبحوا يغدون إلى مصلاهم، ولوجاز فعلها بعد الزوال لم يكن للتأخير إلى الغد معنى. (أيضاً: ج ۲، ص: ۲۸۰)

الجواب وباللہ التوفیق: پنج وقتہ نمازیں فرض ہیں وہ بھی اس طرح لازم نہیں کہ عورتیں مسجدوں ہی میں جماعت سے ادا کریں، اور عیدین واجب ہیں جو فرض سے کم درجہ ہیں تو اس کے لیے عیدگاہ جانے کا حکم کیوں ہوگا۔ پھر اگر مسجدوں میں جماعت کی پابندی عورتوں پر نہ ہونے میں فتنہ وفساد کا خوف ہے، تو عیدین میں تو یہ احتمال وخطرہ اور زیادہ ہے۔ بہر حال عیدگاہ میں نماز عید کے لیے عورتوں کو نہیں جانا چاہئے، عورتوں پر عید کی نماز واجب بھی نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۵/۲۶: ۱۴۳۶ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد عمران گنگوہی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

عیدین کی نماز میں تشہد میں شرکت کرنے والا

(۱۶) **سوال:** اگر کوئی شخص عیدین کی نماز میں اس حال میں پہونچا کہ دونوں رکعت ہو چکی تھی اور امام کو تشہد میں پایا تو اب یہ مسبوق اپنی نماز عید کیسے پوری کرے گا، اگر امام کی تکبیر زائد کہنے

---

(۱) فإن قلت: من أين علمت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها هذه الملازمة والحكم بالمنع وعدمه ليس إلا الله تعالى؟ (قلت): مما شاهدت من القواعد الدينية المقتضية لحسم مواد الفساد، والأولىٰ في هذا الباب أن ينظر إلى مايخشى منه الفساد فيجتنب لإشارته صلى الله عليه وسلم إلى ذلك بمنع الطيب والتزين؛ لما روى مسلم من حديث زينب امرأة ابن مسعود: إذا شهدت إحداكن المسجد فلاتمس طيباً، وروى أبوداؤد من حديث لاتمنعوا إماء الله مساجد الله؛ ولكن لبحرجن وهن تفلات، وكذلك قيد أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال ذلك في بعض المواضع بالليل؛ ليتحقق الأمن فيه من الفتنة والفساد. (بدرالدين العيني، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ''كتاب مواقيت الصلاة: باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس'' ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت: ج۶، ص:۱۵۹)

الملا علي القاري، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ''كتاب الصلاة: باب العيدين، الفصل الثالث'': ج۳، ص:۸۳۷، رقم: ۱۰۶۰، ط: دار الفكر، بيروت.

عن عبدالله عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها، وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها. (أخرجه أبو داؤد، في سننه، ''كتاب الصلاة: باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد'': ج۱، ص:۹۴، رقم: ۵۷۰)

کے بعد شریک ہوا تو کبیر کس طرح کہے گا، اگر ایک رکعت فوت ہو جائے تو کس طرح باقی نماز پر پوری کرے گا؟ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: شاہد جامعی

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جیسی چھوٹی ہے، اسی ترتیب سے ادا کی جاتی ہے۔ عید کی نماز میں کوئی الگ ترتیب نہیں ہے۔ امام کے سلام کے بعد مسبوق دونوں رکعتیں مع زائد تکبیرات کے ادا کرے، بالکل اسی طرح جس طرح امام نے ادا کی تھی۔ یعنی پہلی رکعت میں ثنا پڑھنے کے بعد تین تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں کہے۔

اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت شریک ہوا کہ امام عید کی تکبیروں سے فارغ ہو گیا ہو، تو اب اگر قیام میں شریک ہوا ہے تو نیت باندھنے کے فوراً بعد تکبیریں کہہ لے۔ اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو۔ اگر رکوع میں شریک ہوا، تو اگر گمان غالب ہو کہ تکبیریں کہنے کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا، تو نیت باندھ کر پہلے تکبیریں کہہ لے۔ اس کے بعد رکوع میں جائے اور اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہو، تو رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور حالت رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے، مگر اس حالت میں تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر تین مرتبہ تکبیریں کہنے سے پہلے ہی امام رکوع سے سر اٹھائے، تو یہ مقتدی بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئی ہوں، وہ اس سے معاف ہیں۔

اگر کسی کی عید کی ایک رکعت رہ گئی ہو، تو امام کے سلام کے بعد جب وہ اس کو ادا کرنے لگے، تو پہلے قرأت کرے اس کے بعد یہ تکبیریں کہے۔ اگر دونوں رکعتیں رہ گئی ہوں یعنی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد کوئی شخص شریک ہوا، تو امام کے سلام کے بعد وہ اسی طرح عید کی نماز ادا کرے جس طرح امام نے ادا کی ہے یعنی پہلی رکعت میں ''**سبحانك اللهم**'' کے بعد قرأت سے پہلے زائد تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد زائد تکبیریں کہے۔ (درمختار)

اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو یعنی امام کے سلام کے بعد آیا ہے، تو وہ شخص تنہا عید نہیں پڑھ سکتا۔ بلکہ جو شخص نماز عید میں شریک ہو گیا ہے اور پھر کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہو اس پر بھی اس کی قضا

واجب نہیں۔ہاں اگر اس کے ساتھ کچھ اور آدمی شریک ہو جائیں، تو پھر پڑھنا واجب ہے۔(درمختار)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی **کتبہ:** محمد اسعد جلال قاسمی

محمد عمران گنگوہی نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند (۱۲/۲۸: ۱۴۳۸ھ)

---

(۱) قوله: (لئلا يتوالي التكبير) أي لأنه إذا كبر قبل القراءة، وقد كبر مع الإمام بعد القراءة لزم توالي التكبيرات في الركعتين، قال في البحر: ولم يقل به أحد من الصحابة، ولو بدأ بالقراءة يصير فعله موافقًا لقول علي رضي الله عنه فكان أولىٰ، كذا في المحيط. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج۳،ص:۵۶)

(ولو أدرك) المؤتم (الإمام في القيام) بعدما كبر (كبر) في الحال برأي نفسه؛ لأنه مسبوق، ولو سبق بركعة يقرأ ثم يكبر؛ لئلا يتوالي التكبير، (فلو لم يكبر حتى ركع الإمام قبل أن يكبر) المؤتم (لا يكبر) في القيام (و) لكن (يركع ويكبر في الركوع) على الصحيح؛ لأن للركوع حكم، القيام فالإتيان بالواجب أولى من المسنون.

(قوله: في القيام) أي الذي قبل الركوع، أما لو أدركه راكعا فإن غلب ظنه إدراكه في الركوع كبر قائما برأى نفسه ثم ركع، وإلا ركع وكبر في ركوعه خلافاً لأبي يوسف، ولا يرفع يديه؛ لأن الوضع على الركبتين سنة في محله، والرفع لا في محله، وإن رفع الإمام رأسه سقط عنه ما بقي من التكبير؛ لئلا تفوته المتابعة، ولو أدركه في قيام الركوع لا يقضيها فيه؛ لأنه يقضي الركعة مع تكبيراتها، فتح وبدائع قوله: (كبر في الحال) أي وإن كان الإمام قد شرع في القراءة، كما في الحلية قوله: (برأي نفسه إلخ) أي ولو كان إمامه شافعياً كبر سبعاً، فإنه يكبر ثلاثاً، بخلاف ما مر من أنه يتابعه في المأثور؛ لأنه في المدرك قوله: (لأنه مسبوق) أي وهو منفرد فيما يقضي، والذكر الفائت يقضي قبل فراغ الإمام بخلاف الفعل، فتح.

قلت: فعلى هذا إذا أدرك مع الإمام ما لا ينقص عن رأي نفسه ينبغي أن لا يقضي بعده شيئاً، فتنبه له. اهـ. حلية قوله: (يقرأ ثم يكبر) أي إذا قام إلى قضائها، أما الركعة التي أدركها مع الإمام فينبغي أن يجري فيها التفصيل المار من إدراكه كل التكبير أو بعضه أولا ولا كما أفاده في الحلية قوله: (لئلا يتوالى التكبير) أي لأنه إذا كبر قبل القراءة وقد كبر مع الإمام بعد القراءة لزم توالي التكبيرات في الركعتين، قال في البحر: ولم يقل به أحد من الصحابة، ولو بدأ بالقراءة يصير فعله موافقاً لقول علي رضي الله عنه فكان أولى، كذا في المحيط، وهو مخصص لقولهم: إن المسبوق يقضي أول صلاته في حق الأذكار. اهـ. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: في أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج۳،ص: ۵۵تا۵۷)

باب العيدين

لاک ڈاون میں عیدالفطر کی نماز

(۱۷)**سوال:** ملک میں لاک ڈاؤن لگا ہوا ہے جس کی وجہ سے عید گاہ اور جامع مسجد میں نماز نہیں ہوسکتی ہے ایسی صورت میں کیا عید کی نماز معاف ہو جائے گی؟ یا، گھروں میں جماعت سے عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کیا موجودہ صورت حال کی وجہ سے عید کی متعدد جماعتیں کی جاسکتی ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد راشد، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: جس طرح جمعہ کا نظام اب تک قائم ہے، اسی طرح عید کی نماز ادا کی جائے اس لیے کہ جمعہ کی جو شرطیں ہیں وہی عید کی بھی شرطیں، جن لوگوں پر جمعہ ہے انہی پر عید ہے، جس طرح ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کی نماز ہوسکتی ہے، اسی طرح ایک شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوسکتی ہے؛ اس لیے گھروں کے اس حصے میں جہاں پر باہر سے آنے کی اجازت ہو وہاں پر عید کی نماز ادا کرلی جائے، اور اگر ضرورت سے زائد لوگ جمع ہونے کا اندیشہ ہو تو کچھ لوگوں کو بلا کر باہر سے دروازہ بند بھی کیا جاسکتا ہے، اس سے اذن عام فوت نہیں ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ بارش وغیرہ عذر کی وجہ سے عید گاہ کے بجائے مسجد میں عید کی نماز پڑھتے تھے[۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر کی وجہ سے جگہ کو تبدیل کیا جاسکتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب عید کی نماز مسجد میں ہوگی تو سارے لوگ ایک مسجد میں نہیں سما سکیں گے؛ اس لیے متعدد مسجدوں اور دوسرے مقامات پر عید کی نماز پڑھنے کی ضرورت ہوگی۔ اسی طرح سنن بیہقی میں ایک حدیث ہے کہ اگر حضرت انس رضی اللہ کی عید کی نماز فوت ہو جاتی تو وہ گھر والوں کو جمع کر کے عید کی نماز پڑھاتے تھے[۲] اس سے بھی گھر میں اور دوسرے مقامات پر عید کی نماز کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

”وتجب صلاة العيدين على أهل الأمصار كما تجب الجمعة، و هكذا روى الحسن عن أبي حنيفة أنه تجب صلاة العيد على من تجب عليه صلاة الجمعة“[۳]

---

(۱)أخرجه البيهقي، في سننه: ج٦،ص:٧،رقم:٦٢٥٧.
(۲)أيضاً.
(۳)الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ”كتاب الصلاة: فصل في صلاة العيدين“: ج١،ص:٦١٦.

"وأما شرائط وجوبها وجوازها فكل ما هو شرط وجوب الجمعة و جوازها فهو شرط وجوب صلاة العيدين و جوازها من الإمام والمصر والجماعة والوقت إلا الخطبة؛ فإنها سنه بعد الصلاة و لو تركها جازت صلاة العيد"(۱)

جہاں پر امام کے علاوہ تین لوگ نہ ہو وہاں عید کی نماز نہ کی جائے وہ حضرات کسی دوسری جماعت میں شریک ہونے کا نظم بنالیں اور اگر کوئی نظم نہ ہو سکے تو گھر میں دو دو رکعت کر کے چار رکعت چاشت کی نماز پڑھ لیں، یہ نماز عید کی نماز کا بدل نہیں ہے؛ لیکن مستحب ہے کہ جن سے عید کی نماز فوت ہو جائے وہ چاشت کی چار رکعت پڑھ لیں۔

"إن فسدت بخروج الوقت أو فاتت عن وقتها مع الإمام سقطت، ولايقضيها عندنا و قال الشافعي: يصليها وحده كما يصلي الإمام يكبر فيها تكبيرات العيد والصحيح قولنا؛ لأن الصلاة بهذه الصفة ما عرفت قربة إلا بفعل رسول لله صلى الله عليه وسلم كالجمعة ورسول لله صلى الله عليه وسلم ما فعلها إلا بالجماعة كالجمعة، فلايجوز أدائها إلا بتلك الصفة؛ و لأنها مختصة بشرائط يتعذر تحصليها في القضاء، فلا تقضي كالجمعة؛ و لكنه يصلي أربعا مثل صلاة الضحى إن شاء؛ لأنها إذا فاتت لا يمكن تداركها بالقضاء لفقد الشرائط فلو صلى مثل صلاة الضحى لينال الثواب كان حسنا؛ لكن لا يجب لفقد دليل الوجوب"(۲)

جن جگہوں پر جمعہ کے شرائط نہیں پائے جاتے ہیں اور وہاں پر جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے اور وہاں کے لوگ عید کی نماز پڑھنے کے لیے دوسری بستی میں جاتے تھے ایسے لوگوں پر عید کی نماز واجب نہیں ہے، وہ لوگ اس دن اپنے گھر میں یا مسجد میں عید کی نماز نہیں پڑھیں گے اگر چاہیں تو وہ حضرات بھی چاشت کی چار رکعت پڑھ سکتے ہیں۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۱/۱۰/۱۵ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) أيضاً: "كتاب الصلاة: فصل في شرائط وجوبها وجوازها": ج۱، ص:۶۱۶.
(۲) أيضاً: "كتاب الصلاة: باب العيدين، فصل في بيان ما يفسدها": ج۱، ص:۶۲۴.

باب العيدين

گھر میں عید کی نماز میں خواتین کی شرکت

(۱۸) **سوال:** لاک ڈاؤن کی وجہ سے گھر میں عید کی نماز ہو رہی ہے کیا اس میں گھر کی خواتین بھی شریک ہوسکتی ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد کامران، بجنور

الجواب وبالله التوفيق: اگر گھر میں عید کی نماز ہو رہی ہے تو خواتین بھی عید کی نماز میں شریک ہوسکتی ہیں، آپ ﷺ کے زمانے میں خواتین عید کی نماز میں شریک ہوتی تھیں جس طرح جمعہ کی نماز میں خواتین شریک ہوسکتی ہیں اسی طرح عیدین میں بھی خواتین شریک ہوسکتی ہیں۔ اس لیے کہ گھر سے باہر مسجد میں نماز کے لیے خواتین کے نکلنے کی ممانعت کی وجہ فتنہ ہے یہاں پر جب نماز گھر میں ہو رہی ہے تو کوئی فتنہ نہیں ہے۔ اس لیے گھر میں اگر عید نماز ہو تو خواتین بھی اس میں شریک ہوسکتی ہیں۔

”ولأن خروجهن سبب الفتنة بلا شك، و الفتنة حرام و ما أدى إلى الحرام فهو حرام“(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۵/۱۰/۱۴۴۱ھ)

---

(۱) الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ”كتاب الصلاة: باب العيدين، فصل في شرائط وجوبها وجوازها“: ج۱،ص:۶۱۷.

(ويكره حضور هن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقاً) ولو عجوزاً ليلاً (على المذهب) المفتي به لفساد الزمان. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: إذا صلى الشافعي قبل الحنفي هل الأفضل الصلاة مع الشافعي أم لا؟“: ج۲،ص:۳۰۷)

ایک شخص کا دوجگہ عید کی نماز پڑھانا

(۱۹) **سوال:** لاک ڈاؤن کی وجہ سے مختلف جگہوں پر عید کی نماز ہو رہی ہے اس کی وجہ سے امام نہیں مل رہے ہیں کیا ایک شخص اس مجبوری میں دوجگہ عید کی نماز پڑھا سکتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسجد، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: کوئی شخص عید کی نماز پڑھا چکا ہے تو اب وہ دوسری جگہ جا کر عید کی نماز میں امامت نہیں کر سکتا ہے؛ اس لیے کہ اس کا واجب ادا ہو چکا ہے اب اگر وہ دوبارہ عید کی نماز پڑھائے گا تو وہ نفل نماز ہوگی جب کہ اس کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز واجب ہے تو یہ اقتداء المفترض خلف المتنفل کے قبیل سے ہوگا جو درست نہیں ہے۔(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۰/۱۵: ۱۴۴۱ھ)

عید اور جمعہ میں فرق اور عید کی نماز کا طریقہ

(۲۰) **سوال:** عید اور جمعہ کی نماز میں بنیادی فرق کیا ہے؟ نیز عید کی نماز میں خطبہ کا کیا حکم ہے؟ لاک ڈاؤن کی وجہ سے گھروں میں عید کی نماز ہو رہی ہے اس لیے عید کی نماز کا مختصر طریقہ بھی

---

(۱) (و) لا (مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر) لأن اتحاد الصلاتين شرط عندنا. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبي وحده؟": ج ۲، ص: ۳۲۴، ۳۲۵)

قوله: (ومفترض بمتنفل وبمفترض آخر) أي وفسد اقتداء المفترض بإمام متنفل أو بإمام يصلي فرضا غير فرض المقتدي؛ لأن الاقتداء بناء ووصف الفرضية معدوم في حق الإمام في الأولىٰ، وهو مشاركة وموافقة ...... والحاصل أن اتحاد الصلاتين شرط لصحة الاقتداء. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب الإمامة": ج ۱، ص: ۶۳۱)

بیان کر دیا جائے تا کہ نماز میں سہولت ہو؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد نعمان، امروہہ

الجواب وباللہ التوفیق: عید کی نماز اور جمعہ کی نماز میں بنیادی فرق یہ ہے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ شرط ہے عید کی نماز میں خطبہ شرط نہیں ہے، بلکہ عید کی نماز میں خطبہ مسنون ہے،[1] اور جمعہ میں خطبہ نماز سے پہلے ہے اور عید میں خطبہ نماز کے بعد ہے۔ خطبہ زبانی یاد ہو تو زبانی پڑھ سکتے ہیں اور اگر یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھ سکتے ہیں۔

عید کی نماز جمعہ اور عام نمازوں سے مختلف ہے لیکن اتنا مشکل نہیں ہے کہ جو لوگ جمعہ پڑھا سکتے ہیں وہ عید کی نماز نہ پڑھا سکیں، عید کی نماز بھی عام نمازوں کی طرح ہے صرف عید میں چھ زائد تکبیریں ہوتی ہیں ان کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ آگے عید کی نماز کا طریقہ لکھا جاتا ہے تا کہ گھروں میں اگر نماز ہو تو غلطی سے بچ سکیں۔

عید کی نماز واجب ہے، اس لیے نیت کریں کہ دو رکعت عید الفطر واجب پڑھتا ہوں چھ زائد واجب تکبیروں کے ساتھ۔ اس کے بعد امام صاحب اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور مقتدی حضرات بھی ہاتھ باندھ لیں اور ثنا پڑھیں، ثنا کے بعد امام صاحب تین تکبیر کہے ہر تکبیر میں ہاتھ کو کان کی لو تک لے جانا ہے اور چھوڑ دینا ہے، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ کان تک لے جا کر باندھ لینا ہے، اس کے بعد امام قرأت کرے، پھر رکوع سجدہ کے بعد امام دوسری رکعت میں کھڑا ہوگا اور قرأت شروع کرے گا

---

(۱) ویشترط للعید ما یشترط للجمعة إلا الخطبة......فإنها سنة بعد الصلاة وتجوز الصلاة بدونها. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين'': ج۱، ص:۲۱۱)

(تجب صلاتهما) في الأصح (على من تجب عليه الجمعة بشرائطها) المتقدمة (سوى الخطبة) فإنها سنة بعدها. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين'': ج۳، ص:۴۵، ۴۶)

فصل: وأما شرائط وجوبها وجوازها فكل ما هو شرط وجوب الجمعة وجوازها فهو شرط وجوب صلاة العيدين وجوازها من الإمام والمصر والجماعة والوقت إلا الخطبة؛ فإنها سنة بعد الصلاة، ولو تركها جازت صلاة العيد. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ''كتاب الصلاة: فصل في صلاة العيدين، فصل في شرائط وجوبها وجوازها'': ج۱، ص:۶۱۶)

قرأت سے فارغ ہونے کے بعد امام چار تکبیر کہے گا ہر تکبیر کے بعد امام اور مقتدی تمام حضرات ہاتھ کو کان کی لو تک لے جائیں گے پھر چھوڑ دیں گے اور چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں گے چوتھی تکبیر پر ہاتھ اٹھانا نہیں ہے؛ بلکہ ہاتھ اٹھائے بغیر سیدھے سب لوگ رکوع میں چلے جائیں گے اس کے بعد معمول کے مطابق نماز ہوگی نماز کے بعد دعا کریں اور دعا کے بعد امام صاحب دو خطبہ دے گا، خطبہ کے لیے ممبر کا ہونا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ ممبر کی جگہ کرسی کا استعمال کر سکتے ہیں۔

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۵/۱۰/۱۴۴۱ھ)

عیدین کی نماز کے لیے نقارہ بجانا

(۲۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
نماز عیدین کے لیے ہمارے گاؤں میں نقارہ بجاتے ہیں یہ شرعاً کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اقبال، کھتولی

الجواب وباللہ التوفیق: اگر نام ونمود (دکھلاوے اور بڑائی) کے لیے ہے تو جائز نہیں۔ اگر صرف نمازیوں کو مطلع کرنے کی نیت سے بجایا جاوے تو جائز ہے، لیکن آج کل یہ بلا ضرورت ہے اس لیے احتراز بہتر ہے۔(۱)

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۱/۱۲/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۱)(و) كذا (الإقامة سنة مؤكدة) في قوة الواجب لقول النبي صلى الله عليه وسلم: إذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم وليؤمكم أكبركم وللمداومة عليها (للفرائض) ومنها الجمعة فلا يؤذن لعيد واستسقاء وجنازة ووتر.
(حسن بن عمار الشرنبلالي، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح،''كتاب الصلاة:باب الأذان''،ص:٧٦)

اگر عیدین میں ایک رکعت فوت ہو تو کیا کرے؟

(۲۲) **سوال:** نماز عید میں ایک رکعت کے بعد کوئی شخص امام کی اقتدا کرے تو اس کو فوت شدہ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: حبیب الاسلام

الجواب وبالله التوفيق: چھوٹی ہوئی رکعت ادا کرنی ضروری ہے، رکعت پوری کرتے ہوئے تکبیرات زوائد بھی کہنی ضروری ہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۱/۸/۱۴۲۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اصل امام کی اجازت کے بغیر نائب امام کا نماز عید پڑھانا کیسا ہے؟

(۲۳) **سوال:** ہماری بستی کی عیدگاہ کے دو امام ہیں ایک اصل امام اور دوسرے نائب امام، اصل امام کی موجودگی میں نائب امام نے اصل امام کی اجازت کے بغیر عید کی نماز پڑھا دی، بعض لوگوں نے نائب امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کیا انہوں نے دوسرے امام کے پیچھے مسجد میں نماز ادا کی، کیا نائب امام کا اصل امام کی موجودگی میں نماز پڑھانا درست ہے؟ نیز نائب امام کے پیچھے

---

(۱) قوله: (في القيام) أما لو أدركه راكعا، فإن غلب ظنه إدراكه في الركوع كبر قائما برأى نفسه ثم ركع، وإلا ركع وكبر في ركوعه خلافا لأبي يوسف ولا يرفع يديه؛ لأن الوضع على الركبتين سنة في محله، والرفع لا في محله، وإن رفع الإمام رأسه سقط عنه ما بقي من التكبير؛ لئلا تفوته المتابعة، ولو أدركه في قيام الركوع لا يقضيها فيه؛ لأنه يقضي الركعة مع تكبيراتها.

ولو سبق بركعة يقرأ ثم يكبر لئلا يتوالى التكبير......أي لأنه إذا كبر قبل القراءة وقد كبر مع الإمام بعد القراءة لزم توالي التكبيرات في الركعتين قال في البحر: ولم يقل به أحد من الصحابة ولو بدأ بالقراءة يصير فعله موافقا لقول علي رضي الله عنه فكان أولىٰ كذا في المحيط. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج۳، ص:۵۶)

نماز بلا کراہت درست ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد رفیع مستری، رامپور

الجواب وباللہ التوفیق: عیدگاہ کے اصل امام کی موجودگی میں نائب امام کو امامت بغیر اجازت نہیں کرانا چاہئے تھی؛ لیکن نائب امام کے پیچھے تمام مقتدیوں کی بھی نماز صحیح ہوگئی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۱۴/۱۰/۳۰ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کیا مسجد میں عیدین کی نماز مکروہ ہے؟

(۲۴)**سوال:** (۱) حدیث میں نماز عیدین کے لیے خروج الی الجبانہ فرمایا گیا ہے، سنت مؤکدہ جو مساجد میں نماز عیدین پڑھنے کی صورت میں متحقق نہیں ہوتا تو اس کا حکم کیا ہے؟

(۲) کیا شہر کی مساجد میں عیدین کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔

فقط: والسلام
المستفتی: افضل حسین، بیگوسرائے

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) نماز عیدین کا عیدگاہ میں پڑھنا افضل ہے بشرطے کہ کوئی عذر نہ ہو جیسے بارش، برد شدید، ضعف وبیماری وغیرہ بلا عذر مساجد میں نماز عید ادا کرنے کی صورت میں خروج الی الجبانہ کا اطلاق نہ ہوگا۔

---

(۱)عن أبي مسعود رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يؤم الرجل في سلطانه ولا يجلس على نكر منه في بيته إلا بإذنه، هذا حديث حسن. (أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الأدب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: باب ما جاء في الاتكاء'' دارالاشاعت، دیوبند: ج۲،ص:۱۰۶، رقم:۲۷۷۲)

(و) أعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (أولىٰ بالإمامة من غيره) مطلقاً (إلا أن يكون معه سلطان أو قاض فيقدم عليه) لعموم ولا يتمها، وصرح الحدادي بتقديم الوالي عليه الراتب (والمستعير والمستأجر أحق من المالك)، لما مر. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد'': ج۲،ص:۲۹۷)

(۲) ایسا نہیں بلکہ جائز اور درست ہے؛ البتہ بلا عذر خلاف سنت ہے۔

''(ثم خروجه)......(ما شياً إلى الجبانة) وهي المصلىٰ العام والواجب مطلق التوجه (والخروج إليها) أي الجبانة لصلاة العيد (سنة وإن وسعهم المسجد الجامع) هو الصحيح''(۱)

''الخروج إلى الجبانة في صلاة العيد سنة وإن كان يسعهم المسجد الجامع علىٰ هذا عامة المشايخ، وهو الصحيح''(۲)

''وتجوز إقامة صلاة العيد في موضعين، وأما إقامتها في ثلاثة مواضع فعند محمد رحمه الله تعالىٰ تجوز وعند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ لا تجوز''(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۲/۵/۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدالاضحیٰ کی نماز میں اگر رکوع نہ کرے!

(۲۵) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

اگر امام سے عیدالاضحیٰ کی نماز میں تکبیرات چھوٹ جائے اور امام رکوع میں چلا جائے اور بغیر سجدہ سہو کے عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھادے تو عیدالاضحیٰ کی نماز ہوئی یا نہیں؟ نیز امام کی اقتداء میں بعض مقتدیوں نے رکوع نہیں کیا اور سجدہ میں امام کے ساتھ چلے گئے تو مقتدیوں کی عیدالاضحیٰ کی نماز جو بغیر رکوع کے ادا ہوئی ہے وہ ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ہارون، اناؤ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر عیدین کی نمازوں میں کثرتِ جماعت کی صورت

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار،''كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: بطلق المستحب على السنة وبالعكس'': ج۳، ص: ۴۸،۴۹۔

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية،''كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين'': ج۱، ص: ۲۱۱.

(۳) أيضاً.

میں سجدہ سہو سے اضطراب وانتشار کا اندیشہ ہو تو اس کے ترک میں حرج نہیں ہے، نماز درست ہو جاتی ہے، نیز مقتدیوں نے اگر امام کے رکوع سے اٹھ جانے کے بعد رکوع کیا ہے تو اس صورت میں مقتدیوں کی نماز بھی درست وادا ہو جائے گی، لیکن اگر انہوں نے بالکل ہی رکوع چھوڑ دیا ہو تو تارکِ فرض ہونے کی وجہ سے نماز ادا نہیں ہوئی۔

''(والسهو في صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتأخرين عدمه في الأوليين لدفع الفتنة ''(۱)

''وفي حاشية ابن عابدين: قوله: (وترك ركن بلا قضاء) كما لو ترك سجدة من ركعة وسلم قبل الإتيان بها''(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۷/۳/۱۴۴۵ھ)

عیدین کی نماز کے بعد، دعا سے متعلق
حضرت تھانویؒ اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی رائے!

(۲۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

عیدین کی نماز اور خطبے کے درمیان دعا کے کے سلسلے میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے درمیان رائے میں اختلاف کیا یہ صحیح ہے؟ اور اختلاف کیوں ہے؟ بالتفصیل جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالقیوم، ممبئی

(۱) الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب سجود السهو''، ج۲، ص:۵۶۰.

(۲) ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار ''كتاب الصلاة: باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: في المشي في الصلاة''، ج۲، ص:۳۹۲.

الجواب وباللہ التوفیق: حقیقت یہ ہے کہ احادیثِ مبارکہ میں اس کی کوئی تصریح نہیں ملتی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ عیدین میں دعا نماز کے فوراً بعد ہوگی یا بعد خطبہ؟ اس لیے حضرت تھانوی رحمہ اللہ دوسری نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے بعد نمازِ عید اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے استصحابِ حال اور دلائلِ صریحہ کی عدمِ موجودگی میں اختتامِ مجلس پر دعا کا حکم دیا ہے لیکن عموماً رائج دعاء نماز کے فوراً بعد کا ہے اس لیے اگر خطبہ کے بعد نماز دعاء کا حکم لگایا جائے تو اندیشہ ہے کہ لوگ دعاء میں شریک نہیں ہوں گے اس بنا پر حضرت تھانویؒ کی رائے کو اختیار کرنا زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

جیسا کہ حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ: بعد نماز دعا نہ کرنا اور بجائے اس کے بعد خطبہ مقرر کرنا تغییر سنت ہے اور قابلِ احتراز ہے۔ (۱)

''فیض الباري علی صحیح البخاري: و اعلم أنَّه لا دعاء بعد صلاة العیدین؛ لأنَّ المطلوب ههنا اتصال الصلاة و الخطبة، و لا ینفع فیه التمسك بالإطلاقات، و إنما یسوغ التمسك من الإطلاقات فیما لم تکن له مادة في خصوص المقام، وصلاته تلك لم تزل إلی تسع سنین، و لم ینقل أحدٌ فیه الدعاء بعدها'' (۲)

''فیض الباري علی صحیح البخاري: والمراد بالدعوة: الکلمات الدُّعَائیة التي في خلال الخطبة؛ لأنه لم یثبت عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم دبر صلاة العیدین دعاءٌ ولو مرةً، کما مر آنفاً'' (۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) مولانا اشرف علی تھانوی، امداد الفتاویٰ، مکتبہ زکریا، دیوبند: ج ۱، ص: ۴۴۔

(۲) علامه أنور شاه، الکشمیري، فیض الباري، دارالاشاعت، دیوبند: ج ۱، ص: ۴۹۳.

(۳) أیضاً: ج ۱، ص: ۵۰۲.

عورتوں پر عیدین کی نماز کا حکم

(۲۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
عیدین کی نماز عورتوں پر واجب ہے یا نہیں اگر واجب نہیں ہے تو پھر عورت دوران نماز عیدین کیا کرے گی؟ اگر وہ نماز پڑھنا چاہے تو کیا اس وقت کوئی نماز اس کے لیے ہے؟

فقط: والسلام
المستفی: محمد صادق، مئو

الجواب وبالله التوفيق: جمعہ و عیدین کی نمازیں مردوں پر واجب ہیں، عورتوں پر عیدین کی نماز واجب نہیں ہے، جمعہ و عیدین کی نمازیں گھر سے باہر جامع مسجد یا عیدگاہ میں ادا کی جاتی ہیں اور عورتوں کے لیے نماز کے لیے گھر سے نکلنا مکروہ ہے اس لیے عیدین میں نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ نہیں جائیں گی۔ بلکہ گھروں میں اس وقت اشراق کی نماز پڑھ سکتی ہیں۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی کی عید کی نماز فوت ہو جائے تو اشراق کی نماز پڑھ لے، اسی طرح عورتیں بھی گھروں میں اشراق کی نماز پڑھ لیں۔

”تجب صلاة العيد على من تجب عليه الجمعة“[۱]

”(ويكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقا) ولو عجوزًا ليلاً (على المذهب) المفتى به لفساد الزمان“[۲]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲/۲۲: ۱۴۴۵ھ، ۹/۹/ ۲۰۲۳ء)

---

(۱) ابن نجيم، البحر الرائق، ”كتاب الصلاة: باب العيدين“: ج۲، ص: ۲۷۵۔

(۲) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: إذا صلى الشافعي قبل الحنفي الخ“: ج۲، ص: ۳۰۷۔

عیدین میں صفوں کے درمیان میں چندہ کرنا

(۲۸) **سوال:** ہمارے یہاں نماز عید میں عیدگاہ یا مساجد و مدارس وغیرہ کے لئے چندہ کیا جاتا ہے۔ اور صفوں میں گھومتے ہیں یہ کیسا ہے؟

فقط والسلام

المستفتی: فیروز احمد شاہ جلال دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: خطبہ عید کے وقت چندہ کرنا درست نہیں ہے، نماز سے قبل یا خطبہ کے بعد چندہ کیا جائے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۷/۱۰ ۱۴۱۹ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

جس گاؤں میں جمعہ نہ ہو
اس میں اس میں عید کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲۹) **سوال:** ۳۵/سال قبل گاؤں کلاہٹی کے لوگوں نے پاس کے گاؤں متھانہ کے پاس جو کلاہٹی گاؤں کے رقبہ سے بالکل متصل ہے جگہ خرید کر عیدگاہ بنائی اس کے بعد سے یہ لوگ اس میں عیدین کی نماز ادا کرتے ہیں، زید کا کہنا یہ ہے کہ گاؤں متھانہ میں چونکہ جمعہ کی نماز نہیں ہوتی؛ اس لیے

---

(۱) مفتی کفایت اللہ، کفایت المفتی، "کتاب الصلاۃ: باب العیدین" مکتبہ زکریا، دیوبند: ج ۳، ص: ۱۲۵، ۱۲۶۔

والمختار أن السائل إن كان لا يمر بين يدي المصلي، ولا يتخطى الرقاب، ولا يسأل إلحافاً؛ بل لأمر لا بد منه، فلا بأس بالسؤال، والإعطاء. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في الصدقة على سوال المسجد": ج ۳، ص: ۴۲)

والأصل في الرواية أن يأتي بها في بيته، والسر في ذلك كله أن يقع الفصل بين الفرض والنوافل بما ليس من جنسها، وأن يكون فصلاً معتداً به يدرك به بادي الرأي الخ. (شاه ولى الله الدهلوى، حجة الله البالغه، "أذكار الصلاة، وهياتها المندوب إليها": ج ۲، ص: ۵۱)

اس گاؤں کے رقبہ میں ہی بنی ہوئی عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا درست نہیں تو کیا زید کا قول درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبداللہ، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: جس بستی میں جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہیں اس میں عیدین کی نماز اداء کرنا درست ہے اور جس بستی میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں اس میں عیدین کی نماز اداء کرنا درست نہیں ہے، اگر متھانہ میں شرائط جمعہ نہ پائی جانے کی وجہ سے جمعہ نہیں ہوتا تو اس میں عیدین کی نماز اداء کرنا درست نہیں ہے۔ تاہم مذکورہ بستی اور عیدگاہ کا کسی ماہر مفتی سے معائنہ کرادیا جائے وہ جو فتویٰ دیں اس پر عمل کیا جائے۔

"(تجب صلاتهما) في الأصح (على من تجب عليه الجمعة بشرائطها) المتقدمة (سوى الخطبة) ...... وفي القنية: صلاة العيد في القرى تكره تحريماً: أي لأنه اشتغال بمالا يصح؛ لأن المصر شرط الصحة"(۱)

"وعبارة القهستاني تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق"(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ، مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۲۳/۷/۱۴۳۲ھ)، نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز عید کے بعد نجاست کا علم ہوا تو اب کیا کرے؟

(۳۰) **سوال:** میں نے عید کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اعضاء وضو پر ٹیپ کا ایک ٹکڑا چپکا ہوا دیکھا جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ میرا وضو درست نہیں ہوا تھا اور میں نے اسی ناپا کی کی حالت میں نماز ادا کرلی، تو اب میرے ذمہ عید کی نماز کی قضاء ہے یا نہیں؟ اور اگر میں تنہا قضا کروں تو

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، "كتاب الصلاة: باب العيدين": ج۳، ص: ۴۵، ۴۶.

(۲) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳، ص: ۶.

ويشترط للعيد مايشترط للجمعة إلا الخطبة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين": ج۱، ص: ۲۱۱)

اس کا کیا طریقہ ہوگا؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالرحیم، کرنول

الجواب وبالله التوفيق: عید کی نماز کی قضاء نہیں ہے، اس لئے اگر آپ نے بے وضو عید کی نماز پڑھ لی تو اب توبہ واستغفار کریں گے، اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے، ہاں اگر کسی دوسری جگہ عید کی نماز مل سکتی ہو تو وہاں جا کر عید کی نماز ادا کرلیں، عید کی نماز تنہا نہیں پڑھی جاسکتی عید کی نماز کے لئے جماعت شرط ہے، تاہم جس شخص کی عید کی نماز فوت ہو جائے اس کے لئے عید کے دن اشراق کے بعد چار رکعت نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے، دو رکعت بھی پڑھ سکتا ہے سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اعلی، سورہ ضحیٰ، سورہ الم نشرح اور سورہ والتین پڑھنا بہتر ہے۔

”نعم بقي أن يقال: من شرائطها الجماعة التي هي جمع والواحد هنا مع الإمام جماعة، فكيف يصح أن يقال: إن شروطه شروط الجمعة. وهذا كله قول الإمام، وقالا: هو على كل من يصلي المكتوبة؛ لأنه تبع لها. والفتوى على قولهما في هذا أيضًا كما في (السراج)“[1]

”عن الشعبي رحمه الله تعالى، قال: قال عبد الله بن مسعود رضي الله عنه: ”من فاتته العيد فليصل أربعًا“.

قوله: عن الشعبي الخ: قال المؤلف: دلالته على الباب ظاهرة، و لا دليل على الوجوب، و أقلّ ما يثبت به الاستحباب، و به نقول...... و قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى: إن شاء صلى، و إن شاء لم يصلّ، فإن شاء صلى أربعًا، و إن شاء ركعتين...... الخ“[2]

”فإن عجز صلى أربعا كالضحى. قوله: (صلى أربعا كالضحى) أي استحبابا، كما في القهستاني، وليس هذا قضاء لأنه ليس على كيفيتها ط.

(۱) النهر الفائق شرح كنز الدقائق، ”كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين“ زکریا بکڈپو، دیوبند: ج ۱، ص: ۳۷۳.

(۲) ظفر أحمد عثماني التهانوي، إعلاء السنن، ”كتاب الصلاة: أبواب العيدين: باب من لم يدرك صلاة العيد يصلي أربعاً متنفلاً“ مکتبہ اشرفیہ، دیوبند: ج ۸، ص: ۲۶۲.

قلت: وهي صلاة الضحى كما في الحلية عن الخانية، فقوله: تبعا للبدائع كالضحى معناه أنه لايكبر فيها للزوائد مثل العيد، تأمل"(۱)

"الحنفية قالوا: الجماعة شرط لصحتها كالجمعة، فإن فاتته مع الإمام فلايطالب بقضائها لا في الوقت ولا بعده، فإن أحبّ قضاءها صلى أربع ركعات بدون تكبيرات الزوائد، يقرأ في الأولى بعد الفاتحة سورة "الأعلى"، وفي الثانية "الضحى" وفي الثالثة "الانشراح" وفي الرابعة "التين"(۲)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی	**کتبہ:** محمد اسعد جلال قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی	نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند	(۱۴۴۶/۱/۲۰ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۷ء)

جنازہ گاہ میں عیدین کی نماز پڑھنے کا حکم:

(۳۱) **سوال:** حضرات علمائے کرام ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے:

ہمارے یہاں عیدگاہ کے لیے کوئی مستقل جگہ نہیں ہے، قبرستان کے پاس ایک خالی جگہ تھی ہمارے بڑوں نے اس جگہ کو جنازہ کی نماز کے لیے متعین کر دیا تھا اور آپس میں یہ بات بھی مشورہ میں آئی تھی کہ سال میں صرف دو ہی بار نماز عیدین ہے اس لیے اس جگہ کو عیدین میں عیدگاہ کے لیے بھی استعمال کر لیں گے۔ یہ تقریباً بیس سال پرانی بات ہے۔ اب سوال آپس میں یہ پیدا ہو رہا ہے کہ ایسی جگہ جہاں جنازہ کی نماز ہوتی ہے وہاں عیدین کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ "بینوا وتو جروا"؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد سلیمان علی، کرناٹک

الجواب وبالله التوفيق: واضح رہے کہ ہر پاک جگہ پر نماز پڑھنا جائز ہے، لہٰذا

(۱) ابن عابدین، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين": ج۳، ص: ۵۹.

(۲) عبدالرحمن الجزيري، الفقه على المذاهب الأربعة، "كتاب الصلاة: مباحث صلاة العيدين: حكم الجماعة فيها وقضائها إذا فات وقتها": ج۱، ص: ۳۲۲.

جنازہ گاہ میں عیدین کی نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی، عیدین کی نماز کے درست ہونے کے لیے عیدگاہ یا مسجد کا ہونا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں جنازہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔

البتہ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا سنت ہے، اگر عیدگاہ مستقل طور پر نہ ہو تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اجتماعی کوشش سے عیدگاہ کے لیے جدوجہد کریں، البتہ اگر جنازہ گاہ کھلے میدان میں ہو تو جنازہ گاہ میں بھی عیدین کی نماز پڑھنے سے کھلے میدان میں عیدین کی نماز پڑھنے کی سنت ادا ہو جائے گی۔

”وفي الخلاصة والخانية: السنة أن يخرج الإمام إلى الجبانة، ويستخلف غيره ليصلي في المصر بالضعفاء بناء على أن صلاة العيدين في موضعين جائزة بالاتفاق، وإن لم يستخلف فله ذلك. اهـ نوح“[1]

”الخروج إلى الجبانة في صلاة العيد سنة وإن كان يسعهم المسجد الجامع، على هذا عامة المشايخ، وهو الصحيح، هكذا في المضمرات“[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب	**الجواب صحیح:**
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی	محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند	محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
(۲۳/۱/۱۴۴۶ھ، ۳۰/۷/۲۰۲۴ء)	مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

عیدین کی نماز سے پہلے وعظ ونصیحت کرنا کیسا ہے؟

(۳۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
عیدین کی نماز سے پہلے مادری زبان میں وعظ ونصیحت کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ضیاء الرحمن، ممبئی

(۱) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب العيدين“: ج۳، ص: ۴۹.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السابع عشر: في صلاة العيدين“: ج۱، ص: ۲۱۱.

الجواب وباللہ التوفیق: عیدین کی نماز میں مسلمانوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے اور یہ لوگوں تک شرعی احکامات پہونچانے کا بہترین موقع ہوتا ہے اس لئے ہمارے علاقوں میں وعظ ونصیحت کا معمول بنایا گیا، لہٰذا صورت مذکورہ میں عیدین کی نماز کا جز سمجھے بغیر نماز سے پہلے وعظ ونصیحت کرنا جائز ہے۔

’’عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بلغوا عني ولو آية وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج ومن كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار‘‘(۱)

’’قوله بلغوا عني (بلغوا) أمر المخاطبين من التبليغ وهو إيصال الخبر إلى أحد (الآية) لها معان كثيرة: ومعناها هنا: كل كلام مفيد نحو قوله:’’من صحت نجا‘‘ والدين النصحية، يعني بلغوا عني أحاديثي إلى أمتي ولو كان قليلاً، وهذا تحريضي علىٰ نشر العلم وتعليم الناس العلم وأحكام الدين ونشر الحديث‘‘(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عارف قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱ھ، ۲۰۲۴/۸/۷ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

عید کے بعد دعاء کس ہیئت سے مسنون ہے:

(۳۴۳) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

عیدین کی نماز کے بعد دعاء کرنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ امام صاحب قبلہ رخ ہوکر دعاء کرائیں یا دائیں وبائیں جانب رخ کرکے دعاء کرائیں، سنت کیا ہے اور دعاء کا مضمون کیا ہونا چاہئے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد مشرف فاروقی، رائے بریلی

---

(۱) خطیب تبریزی، مشکاة المصابیح، ’’کتاب العلم: الفصل الأول‘‘: ج ۱، ص: ۳۲۔
(۲) ملا علی قاری، مرقاة المفاتیح في شرح المصابیح، ’’کتاب الصلاة: باب العیدین‘‘: ج ۱، ص: ۲۹۷۔

الجواب وباللہ التوفیق: دعاء کرنے کے اداب کی رعایت کر کے جس طرح دیگر نمازوں میں دعاء مانگی جاتی ہے اسی طرح عیدین کی نماز کے بعد بھی دعاء مانگنی چاہئے، نماز کے بعد قبلہ رخ ہوکر، دوزانوں بیٹھ کر، دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے مقابل اٹھا کر دعاء کرے اس طرح کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دربار میں مدح وثناء پیش کرے پھر درود شریف پڑھ کر اپنی اور تمام مؤمنین کی حاجات اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرے اور دعاء کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لے، یہی طریقہ سنت ہے۔

”عن فضالة بن عبيد يقول: سمع النبي صلى الله عليه وسلم رجلاً يدعو في صلاته، فلم يصل على النبي صلى الله عليه وسلم:فقال النبي صلى الله عليه وسلم: عجل هذا، ثم دعاه، فقال له أو لغيره إذا صلى أحدكم فليبدأ بتحميد الله والثناء عليه ثم ليصل على النبي صلى الله عليه وسلم ثم ليدع بعد ما شاء“(۱)

”عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه“(۲)

”ومنها: أن يدعو وهو مستقبل القبلة، ومنها: أن يدعو في دبر صلواته، ومنها: أن يرفع اليدين حتى يحاذي بهما المنكبين، ومنها: أن يخفض صوته بالدعاء، ومنها: أن يمسح وجهه بيديه إذا فرغ من الدعاء“(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عارف قاسمی

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱/۲/۱۴۴۶ھ، ۷/۸/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه،”أبواب الدعوات: باب ما جاء في جامع الدعوات“: ج۲،ص:۱۸۶،رقم:۳۴۷۷.

(۲) أيضاً: ”أبواب الدعوات: باب ما جاء في رفع الأيدي عند الدعاء“: ج۲،ص:۱۷۶،رقم:۳۳۸۶.

(۳) أخرجه البيهقي في شعب الإيمان، ”باب في الرجاء من الله تعالى“ دارالکتب العلمیة، بیروت: ج۲،ص:۴۵.

نماز عید یا خطبۂ جمعہ سے پہلے سلام ومصافحہ کرنا:

(۳۴)**سوال:** ہماری مسجد کے امام صاحب جب خطبہ دینے کے لئے یا عید کی نماز پڑھانے کے لئے مصلی یا ممبر کی طرف بڑھتے ہیں تو کچھ لوگ اٹھ کر ان کو سلام کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور امام صاحب ان کے سلام کا جواب دیتے ہوئے اور مصافحہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

کیا اس موقعہ پر سلام ومصافحہ کرنا جائز ہے، جب کہ ’’**إذا خرج الإمام فلا صلوة ولا كلام**‘‘ سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عابد، کیرانہ

الجواب وبالله التوفيق: ’’إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام‘‘ میں علامہ عینی نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ خروج سے مراد صعود علی المنبر (امام کا نمبر پر چڑھنا) ہے۔ راجح یہی ہے کہ ممبر یا مصلیٰ پر پہونچنے سے پہلے سلام ومصافحہ کرنا اور امام کا جواب دینا جائز ہے۔

’’**(وإذا خرج الإمام يوم الجمعة) يعني: إذا خرج من منزلة أو من بيت الخطابة لأجل الخطبة، ويقال: المراد بخروجه صعوده على المنبر**‘‘(۱)

’’**وإذا خرح الإمام فلا صلاة ولا كلام ...... وفي البحر: وفسر الشارح الخروج بالصعود على المنبر، وهكذا في المضمرات**‘‘(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عارف قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱ھ، ۲۰۲۴/۸/۷ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین کی نماز میں مسنون قراءت:

(۳۵)**سوال:** حضرات علمائے دین! معلوم کرنا ہے کہ عیدین کی نماز میں کن کن سورتوں کی

---

(۱) بدر الدين العيني، البناية شرح الهداية، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘ مکتبہ نعیمیہ، دیوبند: ج ۳، ص: ۸۴.
(۲) ابن نجيم، البحر الرائق، ’’كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة‘‘: ج ۲، ص: ۲۷۰.

تلاوت کرنا مسنون ہے، جب کہ ہماری مسجد کے امام صاحب ہر جمعہ اور میری یادداشت کے مطابق اکثر عیدین کی نماز میں سورۂ فیل اور سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتے ہیں، معلوم کرنا ہے کہ عیدین اور جمعہ کی نماز میں تلاوت کن سورتوں کی کرنی چاہیے؟ بینوا وتوجروا۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد جمیل احمد، آسام

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں عیدین اور جمعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ اور ایک روایت میں ہے کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سورۂ قٓ اور دوسری رکعت میں سورۂ قمر کی تلاوت کیا کرتے تھے جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ پڑھا کرتے تھے، اور جب دونوں (عید اور جمعہ) ایک ہی دن جمع ہوجاتے تب بھی دونوں نمازوں میں یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

ایسے ہی امام مسلمؒ نے ایک روایت نقل کی ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کونسی سورت تلاوت کیا کرتے تھے؟ ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی دونوں نمازوں میں سورہ ق اور سورۃ القمر پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا عیدین اور جمعہ میں سورۃ الاعلیٰ سورۃ الغاشیہ ایسے ہی سورۂ ق اور سورۃ القمر کا پڑھنا مسنون ہے۔

”عن النعمان بن بشير قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في العيدين وفي الجمعة بسبح اسم ربك الأعلى، وهل أتاك حديث الغاشية، وربما اجتمعا في يوم واحد فيقرأ بهما“(۱)

”عن عبيد الله بن عبد الله، أن عمر بن الخطاب رضي الله عنهم، سأل أبا واقد الليثي: ماكان يقرأ به رسول الله صلى الله عليه وسلم في الأضحى والفطر؟

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه، ”أبواب العيدين: باب القراءة في العيدين“: ص: ۱۱۹۔

فقال: كان يقرأ فيهما بِ ق والقرآن المجيد، واقتربت الساعة وانشق القمر"[۱]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی — **کتبہ:** محمد حسنین ارشد قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی — نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند — (۲۴/۱/۱۴۴۶ھ، ۳۱/۷/۲۰۲۴ء)

عیدین کی نماز میں اذان واقامت کا حکم:

(۳۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

عیدین میں اذان واقامت کیوں نہیں ہے؟ اس کی کیا دلیل ہے؟ نیز اگر امام کے پیچھے کھڑا ہوا شخص (مقتدی) اقامت کہہ دے تو عید کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بالدلیل جواب عنایت فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اکرم علی، بیگوسرائے

الجواب وباللہ التوفیق: عیدین میں اذان واقامت نہیں ہے، کیوں کہ پانچ وقت کی فرض اور جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے اذان واقامت کہنا مردوں پر سنت مؤکدہ ہے، لہٰذا عیدین میں اذان واقامت نہیں کہی جائے گی، اس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی مرتبہ عیدین کی نماز بغیر اذان واقامت کے پڑھی ہے اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔

نیز مقتدیوں میں سے اگر کسی نے غلط فہمی میں اقامت کہہ دی تو اس سے عیدین کی نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا نماز ادا ہو جائے گی، البتہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

"عن جابر بن سمرة رضي الله عنه صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم العيدين غير مرة ولا مرتين بغير أذان ولا إقامة"[۲]

"و"كذا" (الإقامة سنة مؤكدة)" في قوة الواجب؛ لقول النبي صلى الله

(۱) أخرجه مسلم، في صحيحه، "كتاب العيدين: فصل في قراءة ق والقران المجيد واقتربت الساعة الخ"، ص: ۲۹۱.

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه، "أبواب العيدين: باب أن صلاة العيدين بغير أذان ولا إقامة"، ج ۱، ص: ۱۱۹، رقم: ۵۳۲.

علیه وسلم:إذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم وليؤمكم أكبركم،وللمدوامة عليها(للفرائض)،ومنها: الجمعة، فلايؤذن لعيد واستسقاء وجنازة ووتر"[1]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۴/۱/۱۴۴۶ھ، ۳۱/۷/۲۰۲۴ء)

❁❁❁

(۱) حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، "كتاب الصلاة: باب الأذان"،ص:۷۶.

فصل ثانی

عیدین کی نماز عیدگاہ کے علاوہ ادا کرنے کا بیان

عذر کی وجہ سے عیدگاہ میں نماز نہ پڑھنا

(۳۷) **سوال:** اگر کسی عیدگاہ میں بارش کی وجہ سے عید کی نماز نہیں ہوئی تو عید کے دن عید گاہ کو خالی چھوڑ دینا درست ہے یا نہیں عید کی نماز شہر میں پڑھی گئی ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: نسیم احمد، دیوبند

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عذر اور مجبوری کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۴/۱۰: ۱۴۱۳ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

بارش کی وجہ سے عید کی نماز مسجد میں اداء کرنے کی کوئی دلیل؟

(۳۸) **سوال:** بارش کی وجہ سے عیدین کی نمازیں مسجد میں ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟ حضور

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه أصابهم مطر في يوم عيد فصلى بهم النبي صلى الله عليه وسلم صلاة العيد في المسجد. (أخرجه أبوداؤد، في سننه، "كتاب الصلاة: باب يصلي بالناس في المسجد إذا كان يوم مطر": ج۱،ص:۱۶۴، رقم:۱۱۶۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أصاب الناس مطر في يوم عيد على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى بهم في المسجد. (أخرجه ابن ماجه، في سننه، "كتاب الصلاة: باب ما جاء في صلاة العيد في المسجد إذا كان مطر"، دارالاشاعت، دیوبند: ج۱،ص:۹۳، رقم:۱۳۱۳)

صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نمازیں مسجد میں اداء کی ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مفتی رشید احمد قاسمی

الجواب وباللہ التوفیق: عیدین میں امت مسلمہ کے تہوار اور دینی جشن ہونے کا تقاضا اور اس کی شان یہ ہی ہے کہ نماز کا اجتماع کسی کھلے میدان میں ہو اس لیے عام معمول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہی تھا کہ نمازِ عید عیدگاہ میں ہی ہوتی تھی؛ تاہم اگر بارش وغیرہ کوئی عذر ہو، تو مسجد میں ادا کرنا جائز اور درست ہوگا، جیسے حالات ہوں اور ضرورت ہو اس کے مطابق گنجائش اور درست ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی وجہ سے مسجد میں عید کی نماز پڑھائی ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۱۲/۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

ایسے میدان میں جہاں بزرگ کا مزار ہو نماز عیدین ادا کرنا کیسا ہے؟

(۳۹) **سوال:** عیدین کی نماز ایسی جگہ ادا کی جاتی ہے جہاں ایک بزرگ کا مزار ہے اور وہاں پر کافی جگہ ہے نماز اس وجہ سے اس جگہ ادا کی جاتی ہے کہ گاؤں میں عیدگاہ نہیں ہے اور نہ مسجد اتنی بڑی ہے کہ وہاں پر تمام لوگ اکٹھے نماز ادا کر سکیں، تو ایسی جگہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: شیخ چاند، مہاراشٹری

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه أصابه مطر في يوم عيد فصلى بهم النبي صلى الله عليه وسلم صلاة العيد في المسجد. (أخرجه أبو داؤد، في سننه، "كتاب الصلاة: باب يصلي بالناس في المسجد إذا كان يوم مطر": ج۱، ص:۱۶۴، رقم:۱۱۶۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أصاب الناس مطر في يوم عيد على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى بهم في المسجد. (أخرجه ابن ماجه، في سننه، "كتاب الصلاة: باب ما جاء في صلاة العيد في المسجد إذا كان مطر": ج۱، ص:۹۳، رقم:۱۳۱۳)

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعی طور پر وہاں نماز عید ادا کرنے کی جگہ ہے، تو وہاں پر نماز عید ادا کرنا درست ہے، بشرطیکہ وہاں پر گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین کی شرطیں پائی جاتی ہوں یعنی وہ گاؤں شرعاً بڑا گاؤں شمار ہوتا ہو۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۳؍۷؍۱۴۰۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

جیل میں عیدین کی نماز کا حکم

(۴۰) **سوال:** معلوم ہوا ہے کہ عیدین کی نماز گورمنٹ جیل میں کراتی یہ نماز ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: نظام الدین، سیتامڑھی

الجواب وباللہ التوفیق: قیدیوں پر جمعہ وعیدین واجب نہیں ہیں؛ لیکن اگر وہ جیل شہر یا فناء شہر میں واقع ہے اور اس جیل میں موجود تمام مسلمانوں کو خواہ قیدی ہوں تو قیدیوں کے لیے جیل میں جمعہ وعیدین کی نماز باجماعت پڑھنا جائز ہوگا انتظامی مصلحت کی وجہ سے باہر کے لوگوں کا

---

(۱) (ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر وهو ما لا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها) وعليه فتوىٰ أكثر الفقهاء مجتبى لظهور التواني في الأحكام، وظاهر المذهب أنه كل موضع له أمير وقاض يقدر على إقامة الحدود كما حررناه فيما علقناه على الملتقى. وفي القهستاني: إذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق إذن بالجمعة اتفاقاً على ماقاله السرخسي وإذا اتصل به الحكم. صار مجمعا عليه فليحفظ.

قوله: (ويشترط الخ)، قال في النهر: ولها شرائط وجوبا وأداء منها: ما هو في المصلىٰ. ومنها ماهو في غيره والفرق أن الأداء، لا يصح بانتفاء شروطه، ويصح بانتفاء شروط الوجوب ونظمها بعضهم فقال: وحر صحيح بالبلوغ مذكر......مقيم وذو عقل لشرط وجوبها، ومصر وسلطان ووقت وخطبة......وإذن كذا جمع لشرط أدائها. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة": ج۳، ص:۵ تا ۷)

شرط أدائها المصر وهو كل موضع له أمير وقاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود أو ...... مصلاه، قوله: (أو مصلاه) أي مصلي المصر؛ لأنه من توابعه، فكان في حكمه، والحكم غير مقصور على المصلي بل يجوز في جميع أفنية المصر؛ لأنها بمنزلة المصر في حوائج أهله. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة": ج۲، ص:۲۴۵ تا ۲۴۹)

داخلہ ممنوع ہونا مانع نہ ہوگا۔

”وشرط لافتراضها إقامة بمصر ...... وصحة ...... وحرية ...... وذكرة ...... وعدم حبس“(۱)

”وقال أيضاً قدرته على المشي وعدم حبس وعدم خوف“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب　　**الجواب صحیح:**

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۳/۱۰/۱۴۲۰ھ)　　خورشید عالم غفرلہ

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند　　مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدگاہ سے پہلے مسجد میں عید کی نماز پڑھنا

(۴۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز عیدگاہ کی علاوہ کسی مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ (۲) عیدگاہ میں نماز ہونے سے پہلے کسی مسجد میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز درست ہے یا نہیں؟ (۳) اگر کسی شخص نے عید الاضحیٰ کی نماز عیدگاہ کی نماز سے قبل ادا کرلی، تو اس کے لیے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴) شہر میں کسی جگہ عید الاضحیٰ کی نماز ہوچکی ہے زید نے ابھی نماز نہیں پڑھی، تو کیا وہ قربانی کرسکتا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالستار محلّہ پٹھان پورہ، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز عیدگاہ کے علاوہ دوسری جگہ ہوسکتی ہے اور آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی عید الفطر وعید الاضحیٰ کی نماز عیدگاہ کے علاوہ میں ہوتی تھی۔

(۲) عیدگاہ سے پہلے دوسری مساجد میں عید کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ مسنون عیدگاہ وہ

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج۳، ص:۲۶ تا ۲۹.
(۲) أيضاً: ج۳، ص:۲۹.

ہے جو شہر اور آبادی سے باہر ہوا گر عیدگاہ آبادی میں آ گئی، تو وہ مسنون عیدگاہ سے خارج ہوگئی اس میں نماز پڑھنا اور دیگر مساجد میں نماز پڑھنا برابر ہے[1] اگر عیدگاہ سے قبل عید کی نماز ادا کرلی، تو اس جگہ کے لوگوں کے لیے قربانی کرنا درست ہے۔

(۳) جی وہ شخص قربانی کرسکتا ہے۔

’’عن أبي اسحاق أن عليا أمر رجلا فصلى بضعفة الناس يوم العيد في المسجد ركعتين‘‘[2]

’’قال الشيخ ظفر أحمد العثماني: وإن نظرنا إلى أنه لم يثبت مانع صريح من التعدد فالأظهر الجواز مطلقا و العيد فيه سواء إلا أنه يستحب أن لا تؤدي بغير حاجة إلا في موضع واحد خروجا من الخلاف‘‘[3]

’’وتجوز إقامة صلاة العيد في موضعين، و أما إقامتها في ثلاثة مواضع فعند محمد رحمه الله تعالىٰ تجوز‘‘[4]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۱:۲/۱۰ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

نمازِ عیدین عیدگاہ میں ادا کرے یا جامع مسجد میں

(۴۲) **سوال**: عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا کرے یا جامع مسجد میں جب کہ عیدگاہ کے

---

(۱) مولانا أشرف علي تهانوي، امداد الفتاویٰ، ’’كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعه والعيدين‘‘ دار الكتاب، ديوبند: ج ۱، ص: ۶۴۳.

(۲) علي متقي، كنز العمال: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج ۳، ص: ۳۳۷.

(۳) ظفر أحمد عثماني، إعلاء السنن: مکتبہ فیصل، دیوبند، ج ۷، ص: ۷۳.

(۴) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة الجمعة‘‘: ج ۱، ص: ۲۱۱.

امام بدعتی ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد زاہد، میرانپور، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: نماز عیدین جامع مسجد میں ادا کرنا بھی درست ہے، لیکن مسنون وافضل صحرا میں ادا کرنا ہے اگر عیدگاہ میں واقعی امام بدعتی ہے تو دوسری جگہ جنگل میں نماز ادا کرلیں ورنہ تو جامع مسجد میں ہی ادا کریں۔

”(ثم خروجه) (......ما شياً إلىٰ الجبانة) وهي المصلىٰ العام......(والخروج إليها) أي الجبانة لصلاة العيد (سنة وإن وسعهم المسجد الجامع) هو الصحيح، وفي الشامية، وفي الخلاصة والخانية السنة أن يخرج الإمام إلى الجبانة، ويستخلف غيره ليصلي في المصر بالضعفاء بناء علىٰ أن صلاة العيدين في موضعين جائزة بالإتفاق“(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۹/۱۲/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مدرسہ کے احاطہ میں عیدین کی نماز اداء کرنا

(۴۳) **سوال:** عیدین کی نماز مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے پہلے مدرسہ کے احاطہ میں اور مدرسہ کی مسجد میں بعد میں ادا کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: غلام قادر، پونچھ

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب العيدين“: ج۳،ص: ۴۸، ۴۹.

وقال البدر العيني يجوز الإقتداء بالمخالف وكل بر وفاجر ما لم يكن مبتدعاً بدعة بكفر بها، و ما لم يتحقق من إمامه مفسداً لصلاته في اعتقاده، وإذا لم يجد غير المخالف فلا كراهة في الاقتداء به، والاقتداء به أولىٰ من الإفراد على أن الكراهة لا تنافي الثواب. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة، فصل: في بيان الأحق بالإمامة“: ص: ۳۰۴)

الجواب وباللہ التوفیق: عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا سنت ہے تاہم ضرورت یا عذر کی وجہ سے مدرسہ کے احاطہ و مسجد دونوں جگہ پر علیحدہ علیحدہ نمازیں درست ہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۷/۱۱/۱۴۲۵ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

قبرستان میں نماز عید ادا کرنا

(۴۴) **سوال:** عیدگاہ سے متصل قبرستان ہے، عیدین کی نماز میں عیدگاہ کی تنگی اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے قبرستان میں بھی لوگ نماز عید ادا کرتے ہیں، کیا قبرستان میں نماز اداء کرنا درست ہے؟ لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ عیدین کی نماز مسجد میں نہیں ہوتی اس لیے سب لوگ عیدگاہ پہنچتے ہیں اور قبرستان میں بھی نماز ادا کرنی پڑتی ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالستار، بلالی

الجواب وباللہ التوفیق: عیدگاہ میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے قبرستان میں بھی نمازیوں کی صفیں لگتی ہیں تو وہاں نماز عیدین پڑھنے والوں کو احتیاط رکھنی چاہئے کہ بالکل ایسی قبر کے سامنے نہ کھڑے ہوں جو واضح طور پر دکھائی دیتی ہو اور اگر شہر کی مسجدوں میں بھی نماز ہوتی ہے تو بہتر ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنے کے بجائے مساجد میں نماز پڑھ لی جائے، حسب ضرورت مساجد میں

(۱) لو صلی العید في الجامع ولم یتوجه إلی المصلیٰ فقد ترك السنة. (ابن نجیم، البحر الرائق: ج۲، ص:۲۷۸)

(و الخروج إلیها) أي الجبانة لصلاة العید (سنة وإن وسعهم المسجد الجامع) هو الصحیح. (الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، "کتاب الصلاة: باب العیدین": ج۳، ص:۴۹)

الخروج إلی الجبانة في صلاة العید سنة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، "الباب السابع عشر في صلاة العیدین": ج۱، ص:۲۱۱)

عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰه عنه قال: کان النبي صلی اللّٰه علیه وسلم یخرج یوم الفطر والأضحیٰ إلی المصلیٰ. (أخرجه البخاري، في صحیحه، "کتاب العیدین: باب الخروج إلی المصلیٰ بغیر منبر": ج۱، ص: ۱۳۱، رقم: ۹۵۶)

عیدین کی نمازیں بالکل درست ہیں یہ کہنا غلط ہے کہ جولوگ مساجد میں نماز عیدین ادا کرتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴/۱/۱۴۲۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جنگلات میں عیدین کی نماز پڑھنا

(۴۵) **سوال:** جنگلات میں گوجر برادری برسوں سے رہتے ہیں انہوں نے عیدین کی نماز کے لیے ایک جگہ مقرر کی ہے وہاں پر عیدین کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں جب کہ ہمارے یہاں شرائط نہیں ہوں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عمران نرمانوی

الجواب وباللہ التوفیق: مسلمانوں کی تمام عبادات نماز روزہ وغیرہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے نماز جائز طریقہ پر پڑھی جائے تو رضاء الٰہی کا سبب ہے اور اگر شرعی طریقہ پر نہ پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے پس اصل مقصد رضاء الٰہی ہے اور شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جہاں نماز جمعہ درست نہیں وہاں عیدین بھی درست نہیں ہے[2] اس لئے مذکورہ جگہ میں عیدین

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أنهم أصابهم مطر في يوم عيد فصلى بهم النبي صلى الله عليه وسلم صلاة العيد في المسجد. (أخرجه أبوداود، في سننه، "كتاب الصلاة: باب يصلي بالناس في المسجد إذا كان يوم مطر": ج۱، ص:۱۶۴، رقم:۱۱۶۰)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أصاب الناس مطر في يوم عيد على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى بهم في المسجد. (أخرجه ابن ماجه، في سننه، "كتاب الصلاة: باب ما جاء في صلاة العيد في المسجد إذا كان مطر": ص:۹۳، رقم:۱۳۱۳)

(۲) (تجب صلاتهما) في الأصح (على من تجب عليه الجمعة بشرائطها) المتقدمة (سوى الخطبة) فإنها سنة بعدها. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين": ج۳، ص:۴۵، ۴۶)

تجب صلاة العيد على كل من تجب عليه صلاة الجمعة، كذا في الهداية، ويشترط للعيد ما يشترط للجمعة، إلا الخطبة، كذا في الخلاصة فإنها سنة بعد الصلاة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين": ج۱، ص:۲۱۱)

درست نہیں اگر سہولت ہو اور کوئی پڑھنا چاہے تو قریب کے قصبہ میں نماز پڑھ لے نہ پڑھنے والوں پر کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ ان پر نماز واجب نہیں ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۰/۸/۱۴۲۳ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

پرانی عیدگاہ میں نماز عید لازم ہے یا نہیں؟

(۴۶) **سوال**: ہمارے گاؤں میں ایک عیدگاہ تھی وہ چھوٹی پڑ گئی تو اہل محلّہ کے مشورہ سے نئی عیدگاہ کے لئے ایک بڑی زمین لی گئی اور اس جگہ عیدگاہ بنادی گئی اور پرانی عیدگاہ کو ویران چھوڑ دیا گیا، کیا اس پرانی عیدگاہ میں عید کی نماز شروع کر دی جائے اس لئے کہ نئی عیدگاہ بننے کے بعد نماز عید اسی میں ہونے لگی ہے، اب اگر پرانی عیدگاہ میں بھی نماز ضروری ہے تو اس کو شروع کیا جائے اور دونوں جگہ عید کی نماز ہو یا آپ بتادیں کہ اس کو کس مصرف میں استعمال کیا جاسکتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالرحمٰن

الجواب وباللہ التوفیق: پرانی عیدگاہ کے تنگ ہونے کی وجہ سے نئی عیدگاہ بنالینا اچھی بات ہے اور قابل قدر اقدام ہے تاہم پرانی عیدگاہ کو ویران چھوڑ دینا درست نہیں ہے، اس عیدگاہ کی حفاظت بھی ضروری ہے ورنہ اس پر غیر کے قبضہ کا اندیشہ رہتا ہے، اس لیے اس پرانی عیدگاہ کی جگہ پنج وقتہ نمازوں کے لئے مسجد بنادی جائے اور اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو دینی مدرسہ و مکتب بھی بنایا جاسکتا ہے، اسی طرح اس جگہ پیڑ پودے لگا کر اس کی آمدنی نئی عیدگاہ میں بھی لگائی جاسکتی ہے، اس لئے اس کو ویران نہ چھوڑا جائے اور جلد از جلد اس جگہ پر کوئی کام شروع کر دیا جائے۔

”فقال محمد: إذا خرب وليس له ما يعمر به وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد أخر أو لخراب القرية ...... وقال أبو يوسف: هو مسجد أبدا إلى قيام الساعة لا يعود ميراثا، ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد أخر، سواء كانوا

یصلون فیه أولا وهو الفتوی"(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۰ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۷ء)

عید کی نماز مسجد اور عیدگاہ دونوں جگہ پڑھنا:

(۴۷) **سوال:** نماز عید کے لئے ایک چھوٹی عیدگاہ ہے، عیدگاہ میں بھی عید کی نماز ہوتی ہے اور محلّہ کی ہر مسجد میں بھی عید کی نماز ہوتی ہے، کیا عیدگاہ کے ہوتے ہوئے مسجدوں میں عید کی نماز ادا کرنا درست ہے، اور چوں کہ عیدگاہ چھوٹی ہے سارے نمازی اس میں آنہیں سکتے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے، گاؤں میں ایک بڑا مدرسہ ہے اس کے میدان میں کافی گنجائش ہے کیا ہم لوگ وہاں عید کی نماز ادا کر سکتے ہیں؟

عید کی نماز کے لئے بہتر جگہ کون سی ہے اس سلسلہ میں مفصل رہنمائی فرمائیں نوازش ہوگی۔

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالقیوم

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ نماز عید ایک جگہ پڑھی جائے جہاں زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شریک ہوسکیں، لیکن عیدگاہ میں گنجائش نہ ہونے کی صورت میں ایک سے زائد جگہ نمازِ عید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جو لوگ مسجدوں میں عید کی نماز ادا کریں ان کی نماز بھی درست ہے، لیکن اگر عیدگاہ میں گنجائش نہیں ہے تو مدرسہ کے کھلے میدان میں یا کسی دوسرے بڑے میدان میں عید کی نماز ادا کرنی چاہئے۔

---

(۱) ابن نجیم، البحر الرائق، "کتاب الوقف: فصل في أحكام المسجد": ج ۵، ص: ۴۲۱؛ ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، "کتاب الوقف: مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره": ج ۶، ص: ۵۴۸؛ جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "کتاب الوقف: الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به": ج ۲، ص: ۴۰۸۔

جس شہر میں عیدگاہ یا کوئی بڑا میدان میسر ہو وہاں عید کی نماز عیدگاہ میں ہی ادا کرنی سنت ہے، عیدگاہ کو یا اس میدان کو چھوڑ کر مسجد یا عمارت میں نماز عید ادا کرنے سے نماز عید تو ادا ہو جائے گی مگر سنت کا ثواب حاصل نہ ہوگا، آبادی سے باہر صحراء میں نماز عید ادا کرنا افضل وسنت ہے خواہ عیدگاہ ہو یا نہ ہو۔

"(تؤدي بمصر) واحد (بمواضع) كثيرة (اتفاقاً)"(۱)

"حتى لو صلى العيد في الجامع ولم يتوجه إلى المصلى فقد ترك السنة"(۲)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
كتبه: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۰ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۷ء)

مسجد میں عید کی دوسری جماعت کی صف بنانا:

(۴۸) **سوال:** ہماری مسجد تین منزلہ ہے آبادی زیادہ ہے اس لئے تینوں منزلیں پُر ہو جاتی ہیں اور بہت سے لوگوں کو نماز عید نہیں مل پاتی ہے، اس لئے کمیٹی کے مشورہ سے عید کی دوسری جماعت مسجد کے باہر سڑک پر ادا کی جاتی ہے جس میں صفیں سڑک پر لگتی ہیں اور پیچھے لوگ مسجد میں بھی صف بنا لیتے ہیں، تو کیا یہ دوسری جماعت مسجد کے باہر درست ہے؟ اور مسجد میں صف بنانا جہاں نماز ہو چکی ہے درست ہے یا نہیں اور جو لوگ اس میں نماز پڑھیں گے ان کی نمازیں درست ہوں گی یا نہیں؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، گھگرولی

الجواب وبالله التوفيق: مسجد تنگ ہونے کی بناء پر مسجد کے باہر دوسری جماعت

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين": ج۳، ص:۵۹.
(۲) ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين": ج۲، ص:۲۷۸.

کرنا بلا کراہت درست ہے، البتہ سڑک پر اس طرح نماز ادا کرنا کہ گزرنے والوں کو تکلیف ہو درست نہیں اس سے بچنا چاہئے اور کچھ راستہ کھلا چھوڑ دینا چاہئے تاکہ کسی کو پریشانی نہ ہو، تاہم جو لوگ صف بناتے بناتے مسجد میں پہونچ جائیں اور مسجد کے اندر صفیں بنالیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ایسی صورت میں مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی نماز بلا کراہت درست ہے اور یہ مسجد کے باہر کھلے میدان میں نماز پڑھنے والوں کے ساتھ جماعت میں شامل کہلائیں گے۔

"ویجوز اقتداء جار المسجد بإمام المسجد وهو في بينه إذا لم يكن بينه وبين المسجد طريق عام، وإن كان طريق عام ولكن سدته الصفوف جاز الاقتداء لمن في بيته بإمام المسجد"(۱)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی	**کتبہ:** محمد اسعد جلال قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی	نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند	(۲۰/۱/۱۴۴۶ھ، ۲۷/۷/۲۰۲۴ء)

۞۞۞

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الخامس: في الإمامة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الاقتداء وما لا يمنع": ج۱، ص:۱۴۶۔

فصل ثالث

نمازعیدین میں تعدد وتکرار کا بیان

نمازعید دومرتبہ پڑھنا؟

(۴۹) **سوال:** جیسا کہ آج کل تاریخوں میں اختلاف ہوجاتا ہے تو ایک شخص نے عیدالفطر کی نماز چہارشنبہ کو پڑھی اور کچھ لوگوں نے دوسرے دن نماز پڑھی اور جو شخص کل گزشتہ نماز عید ادا کر چکا ہے اسے لوگوں نے کہا آپ بھی عیدگاہ چلیں اور تقریر کردینا اس شخص نے تقریر کی اس کے بعد نماز کا وقت آگیا، اب اگر وہ شخص نماز نہیں پڑھتا ہے کیوں کہ کل پڑھ چکا ہے، تو لوگ بدگمان ہوجائیں گے یا اسے لوگ کہتے ہیں آپ ہی نماز پڑھائیں، ایسے حالات میں امام بنے نماز ادا کرے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: رئیس احمد، ضلع لکھیم پوری کھیری

الجواب وباللہ التوفیق: اگر تنہا نماز عید پڑھی ہے، تو اس کا اعتبار نہیں [۱] اور اگر جماعت سے پڑھی ہے، تو اس پر ضروری ہے کہ وہ صاف کہے کہ میں اپنی نماز پڑھ چکا ہوں اور امام نہ بنے، جماعت کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے، اس کی نماز نفل ہوجائے گی۔[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) قوله: (ويصلي الإمام بهم الخ) ويكفي في جماعتها واحد كما في النهر. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب :يطلق المستحب على السنة وبالعكس'': ج۳،ص:۵۳)

(۲) (و) لا (مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر). (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبي وحده؟'': ج۲،ص:۳۲۴)

قوله: (ومفترض بمتنفل وبمفترض آخر) أي وفسد اقتداء المفترض بإمام متنفل أو بإمام يصلي فرضا غير فرض المقتدي. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب الإمامة'': ج۱،ص:۶۳۱)

نمازِ عید فوت ہو جائے تو کیا نمازِ عید کے لیے دوسری جگہ جانا ضروری ہے؟

(۵۰) **سوال:** نمازِ عید چھوٹ جائے، تو کیا دوسری جگہ نماز کے لئے جانا اس پر ضروری ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یونس قاسمی، مرادآباد

الجواب وباللہ التوفیق: جس کی نماز عید چھوٹ جائے اگر دوسری جگہ جماعت عید ملنا ممکن ہو اور وہاں تک جانا بھی ممکن ہو، تو وہاں جانا چاہئے اور وہاں جا کر نماز عید ادا کرنی چاہئے؛ چوں کہ نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ بالاتفاق ادا کی جاسکتی ہے۔ اور اگر وہ وہاں جانے سے قاصر ہو، تو اس کو چاہئے کہ چار رکعت نماز چاشت کی طرح ادا کرے یہ نماز عیدین کی نماز نہ ہوگی؛ بلکہ چاشت کی نماز ہوگی، تو اس سے ثواب میں جو کمی واقع ہوگئی تھی اس کی کچھ تلافی ہو جائے گی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۰/۱۱/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مسلکی اختلاف کی وجہ سے ایک عیدگاہ میں دو جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

(۵۱) **سوال:** ایک گاؤں کے اندر ایک مسجد اور ایک عیدگاہ تھی؛ لیکن وہاں کے مسلمانوں نے آپس میں اختلاف کی وجہ سے سڑک پر ایک مسجد بنالی، تو اب مسجدیں دو عدد اور ایک عیدگاہ ہوگئی،

(۱) قوله: (ولم تقض إن فاتت مع الإمام)؛ لأن الصلاة بهذه الصفة لم تعرف قربة إلا بشرائط لا تتم بالمنفرد فمراده نفي صلاتها وحده، وإلا فإذا فاتت مع إمام وأمكنه أن يذهب إلى إمام آخر، فإنه يذهب إليه؛ لأنه يجوز تعدادها في مصر واحد في موضعين وأكثر اتفاقا. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين'': ج۲، ص: ۲۸۳)

(ولا يصليها وحده إن فاتت مع الإمام)...... أي رجل أفسد صلاة واجبة عليه، ولا قضاء (و) لو أمكنه الذهاب إلى إمام آخر فعل؛ لأنها (تؤدي بمصر) واحد (بمواضع) كثيرة (اتفاقاً) (الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته'': ج۳، ص: ۵۸، ۵۹)

اب جب عید کا دن آیا، تو بریلوی حضرات نے کہا کہ ہم دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے؛ چناں چہ لڑائی ہوئی اور فیصلہ قانوناً یہ ہوا کہ دو جماعت بنا کر یکے بعد دیگرے عیدگاہ میں نمازِ عید پڑھیں، کیا ایک ہی عیدگاہ میں دوبار اس طرح جماعت کر کے نماز عید ہو جائے گی؟

فقط: والسلام
المستفتی: سلطان احمد قاسمی، کرناٹک

الجواب وباللہ التوفیق: اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں، تاہم فتنے سے بچنے کے لیے صورت یہ ہی ہے کہ دونوں فریق ایک ہی جگہ نماز پڑھیں خواہ اختلاف کی وجہ سے الگ الگ پڑھنی پڑے لیکن جس جگہ پر پہلی جماعت ہو اس جگہ سے ایک دو صف چھوڑ کر دوسری جماعت کریں تا کہ ہیئت بدل جائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۷/۱۴۱۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

عیدگاہ میں جماعت ثانیہ کا حکم

(۵۲) **سوال:** عیدگاہ میں نمازِ عیدالاضحیٰ ادا کرنے کے بعد کچھ وہ لوگ جن کی نماز چھوٹ گئی تھی انہوں نے زبردستی عیدگاہ میں اگلی چند صفیں چھوٹ کر نماز اداء کی کیا دوسری مرتبہ پڑھی ہوئی نماز عید اداء ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عمران قاسمی، جلگاؤں، ورنگل

---

(۱) قوله: (ولم تقض إن فاتت مع الإمام)؛ لأن الصلاة بهذه الصفة لم تعرف قربة إلا بشرائط لا تتم بالمنفرد فمراده نفي صلاتها وحده، وإلا فإذا فاتت مع إمام وأمكنه أن يذهب إلى إمام آخر فإنه يذهب إليه؛ لأنه يجوز تعدادها في مصر واحد في موضعين وأكثر اتفاقا. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''کتاب الصلاة: باب صلاة العيدين''، ج ۲، ص: ۲۸۳) ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کہ پہلے سے عید کی نماز کے وقت کا اعلان کر دیا گیا اور اسی وقت پر نماز ادا کی گئی جس وقت کا اعلان تھا تو یہ شرعاً درست ہوا لوگوں کو وقت پر عیدگاہ حاضر ہو کر جماعت میں شریک ہونا چاہیے تھا۔ اور جب نماز عید باجماعت کچھ لوگوں کی چھوٹ گئی تھی تو عیدگاہ سے الگ کسی میدان یا مسجد میں جماعت کی جانی چاہیے تھی؛ اس لیے کہ عیدگاہ میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے تاہم اگر عیدگاہ میں دوبارہ نماز باجماعت اداء کر لی گئی، تو نماز درست ہوگئی؛ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے؛ اس لیے ان لوگوں کو استغفار کرنا چاہیے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۲/۲۱/۷/۱۴۱ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

ایک محلہ میں متعدد عیدگاہ کا ہونا

(۵۳)**سوال:** ایک جگہ جہاں پر متعدد عیدگاہیں ہیں مثلاً دو، اور پہلے ایک میں عید کی نماز پڑھی گئی پھر دوسری میں، تو کیا دوسری عیدگاہ کی نماز درست ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ظفر کشمیری

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(ولا يصليها وحده إن فاتت مع الإمام)......أي رجل أفسد صلاة واجبة عليه ولا قضاء (و) لو أمكنه الذهاب إلى إمام آخر فعل؛ لأنها (تؤدي بمصر) واحد (بمواضع) كثيرة (اتفاقاً). (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج۳،ص:۵۸،۵۹)

(۱)قوله:(ولم تقض إن فاتت مع الإمام)؛ لأن الصلاة بهذه الصفة لم تعرف قربة إلا بشرائط لا تتم بالمنفرد فمراده نفي صلاتها وحده، وإلا فإذا فاتت مع إمام، وأمكنه أن يذهب إلى إمام آخر فإنه يذهب إليه؛ لأنه يجوز تعدادها في مصر واحد في موضعين وأكثر اتفاقا. (ابن نجيم،البحر الرائق،"كتاب الصلاة:باب صلاة العيدين": ج۲،ص:۲۸۳)

يكره تكرار الجماعة في مسجد. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة:باب الإمامة، مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد": ج۲،ص:۲۸۸)

أن صلاة العيدين في موضعين جائزة بالإتفاق. (أيضاً "كتاب الصلاة:باب العيدين،مطلب:يطلق المستحب على السنة وبالعكس": ج۳،ص:۴۹)

الجواب وباللہ التوفیق: جس جگہ عید کی نماز درست ہے وہاں پر متعدد جگہوں پر بھی عید کی نماز درست ہے اس لیے صورت مسئولہ میں دونوں عیدگاہوں میں نماز عید ادا ہوجائے گی لیکن آپسی اختلاف سے اجتناب لازم ہے۔(۱)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ	**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۰/۲/۱۴۲۳ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند	نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مختلف بستیوں کا ایک ساتھ جمعہ وعیدین ادا کرنا

(۵۴) **سوال:** کئی بستی قریب قریب ہیں ان میں مسلمان ہیں ان سب کو ایک ساتھ ملا کر مشترکہ طور پر عیدگاہ بنا کر نماز کا حکم شرعی کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد قربان، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مذکورہ بستیوں میں سے کسی بستی میں جمعہ وعیدین درست ہو تو اس بستی میں عیدگاہ بنا کر تمام کا شریک ہوجانا درست ہے اور اگر کسی بستی میں بھی جمعہ وعیدین درست نہ ہوں تو کسی بھی بستی میں عیدگاہ بنا کر عید کی نماز ادا کرنا درست نہیں(۲) اس لیے بہتر

---

(۱) إن صلاة العيدين في موضعين جائزة بالاتفاق. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب العيدين: مطلب: يطلق المستحب على السنة وبالعكس‘‘: ج۳،ص:۴۹)

وتجوز إقامة صلاة العيدين في موضعين، وأما إقامتها في ثلاثة مواضع، فعند محمد رحمه الله تجوز. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين‘‘: ج۱،ص:۲۱۱)

(۲) قوله: (وفي القهستاني الخ.....وتقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق.....وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة. (ابن عابدين، ردالمحتار على الدر المختار، ’’كتاب الصلاة: باب الجمعة‘‘: ج۳،ص:۶، ۷)

لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب، كذا في المضمرات.

تجب صلاة العيد على كل من تجب عليه صلاة الجمعة، كذا في الهداية، ويشترط للعيد ما يشترط للجمعة إلا الخطبة، كذا في الخلاصة، فإنها سنة بعد الصلاة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين‘‘: ج۱،ص:۲۱۱)

یہ ہے کہ تجربہ کار مفتیوں کو بلا کر معائنہ کرالیں اور ان کے شرعی فیصلہ کے مطابق عمل کریں۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۳/۴/۱۴۲۳ھ)

خورشید عالم غفرلہ

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کثرت آبادی کی بناء پر عیدگاہ میں عید کی متعدد جماعتیں:

(۵۵) **سوال:** ہمارے یہاں نمازیوں کی تعداد کے حساب سے عیدگاہ چھوٹی ہے، اس لئے ہر سال تین جماعتیں ہوتی ہیں ایک جماعت تو عیدگاہ کے اندر ہوتی ہے اور دو جماعتیں عیدگاہ کے باہر کھلے میدان میں ہوتی ہیں تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ کیا عیدگاہ میں نماز ادا کرنا ضروری ہے اگر عیدگاہ میں نماز ادا نہ کی جائے تو کیا محلّہ والے گنہگار ہوں گے اور کیا عیدگاہ میں متعدد جماعتیں ہوسکتی ہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالمالک، مظفرآباد

الجواب وباللہ التوفیق: ایک مسجد یا عیدگاہ میں ایک مرتبہ عید کی نماز کے قیام کے بعد دوسری مرتبہ اس مسجد میں عید کی نماز قائم کرنا مکروہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا معمول یہی تھا کہ اگر مسجد کی جماعت فوت ہوجائے تو اس مسجد میں دوسری جماعت نہیں کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو فریقوں میں صلح کے لئے تشریف لے گئے تھے واپس آئے تو جماعت ہوچکی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جماعت ثانیہ نہیں کی؛ بلکہ گھر تشریف لائے اور گھر والوں کو جمع کر کے جماعت سے نماز ادا فرمائی، تاہم اگر متعدد جماعت کی وجہ نمازیوں کی کثرت ہے تو ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ مسجد یا عیدگاہ کے علاوہ کسی بڑے اور کھلے میدان میں عید کی نماز ادا کر لی جائے، کیوں کہ عید کی نماز کے لئے سنت بھی یہی ہے کہ میدان میں عید کی نماز ادا کی جائے۔

اور اگر عیدگاہ تنگ ہے اور کھلے میدان میں بھی سارے نمازیوں کی گنجائش نہیں ہے تو سوال میں مذکور طریقہ پر عیدگاہ کی نماز کے بعد دوسری جماعت عیدگاہ کے باہر کرنی درست ہے۔

”عن الحسن قال: كان أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم إذا دخلوا

المسجد، وقد صلي فيه، صلوا فرادیٰ“(۱)

”ولنا أنه عليه الصلاة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم، فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد، فرجع إلى منزله فجمع أهله وصلى“(۲)

”قال: (وإذا دخل القوم مسجداً قد صلى فيه أهله كرهت لهم أن يصلوا جماعةً بأذان وإقامة، ولكنهم يصلون وحداناً بغير أذان وإقامة)؛ لحديث الحسن: قال: كانت الصحابة إذا فاتتهم الجماعة فمنهم من اتبع الجماعات، ومنهم من صلى في مسجده بغير أذان ولا إقامة“(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۰/۱/۱۴۴۶ھ، ۲۷/۷/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

لوگوں کی سہولت کی خاطر عید کی متعدد جماعتیں:

(۵۶) **سوال**: ہمارے علاقہ میں عیدگاہ نہیں ہے جامع مسجد میں لوگ عید کی نماز ادا کرتے ہیں، مسجد کی کمیٹی نے لوگوں کی سہولت کی خاطر آپسی مشورہ سے یہ طے کیا کہ ایک جماعت ۷؍ بجے ہوگی دوسری جماعت آٹھ بجے ہوگی اور مسجد کے دو امام ہیں ہر ایک جماعت کے لئے ایک امام کو متعین کر دیا گیا۔

میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا اس طرح ایک مسجد میں دو جماعتیں ہو سکتی ہیں؟ اور کمیٹی کے مشورہ سے ایسا کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ ویسے تو اس طرح کافی سہولت ہو جاتی ہے اور لوگوں کی جماعت فوت نہیں ہوتی ہے، اگر پہلی جماعت نہ ملی تو دوسری جماعت مل ہی جاتی ہے، شریعت مطہرہ

---

(۱) أخرجه ابن شيبة في مصنفه، ”كتاب الصلاة: باب من قال: يصلون فرادى، ولا يجمعون“: ج ۲، ص: ۱۱۴، رقم: ۷۱۱۰.

(۲) ابن عابدين، ردالمحتار على الدر المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد“: ج ۲، ص: ۲۸۸.

(۳) السرخسي، في المبسوط، ”كتاب الصلاة: باب الأذان“: ج ۱، ص: ۲۸۰.

اس سلسلہ میں کیا حکم دیتی ہے رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، اکل کوا، مہاراشٹر

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی مسجد میں ایک نماز کی دو جماعتیں مکروہ ہیں جس میں امام ومؤذن مقرر ہوں اور اس کے مخصوص نمازی بھی ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا معمول یہ تھا کہ اگر مسجد جانے کے بعد معلوم ہوتا کہ جماعت ہوچکی ہے تو بعض حضرات دوسری مسجد کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے اس کا رخ کرتے اور بعض حضرات انفرادی نماز ادا کرتے تھے اس مسجد میں دوسری جماعت قائم نہیں کرتے تھے، اگر دوسری جماعت بلا کراہت درست ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس مسجد میں دوسری جماعت ضرور قائم کرتے، نیز جماعت ثانیہ قائم کرنے سے جماعت اولی کی اہمیت ختم ہوجاتی ہے، اصل تو جماعت اولیٰ ہی ہے، اسی کا ثواب ہے، متعدد جماعت کا نقصان یہ ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر پہلی جماعت مل گئی تو ٹھیک ہے ورنہ دوسری جماعت کریں گے، اس طرح پہلی جماعت کی اہمیت ختم کرنا انتہائی غلط ہے، شریعت کے خلاف ہے کمیٹی کا مشورہ قابل اعتناء نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ کمیٹی میں پڑھے لکھے اور باشعور لوگوں کے ساتھ کسی عالم ومفتی کو بھی شامل کیا جائے۔

”عن الحسن قال: كان أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم إذا دخلوا المسجد، وقد صلي فيه، صلوا فرادیٰ“[(۱)]

”ولنا أنه عليه الصلاة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم، فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد، فرجع إلى منزله فجمع أهله وصلى“[(۲)]

”قال: (وإذا دخل القوم مسجداً قد صلى فيه أهله كرهت لهم أن يصلوا جماعةً بأذان وإقامة، ولكنهم يصلون وحداناً بغير أذان وإقامة)؛ لحديث الحسن: قال: كانت الصحابة إذا فاتتهم الجماعة فمنهم من اتبع الجماعات، ومنهم من

---

(۱) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه، ”كتاب الصلاة: باب من قال: يصلون فرادى، ولا يجمعون“: ج ۲، ص: ۱۱۴، رقم: ۷۱۱۰۔

(۲) ابن عابدين، ردالمحتار على الدر المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد“: ج ۲، ص: ۲۸۸۔

صلی في مسجده بغیر أذان ولا إقامة"[1]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۰ھ، ۲۰۲۴/۷/۲۷ء)

ایک جگہ عید کی نماز پڑھنے کے بعد دوسری جگہ نماز میں شرکت:

(۵۷) **سوال:** میرا دوست عید الاضحیٰ کے موقع پر شہر میں اول وقت میں جہاں نماز ہوتی ہے وہاں نماز پڑھ کر گھر آیا تو اس کے محلّہ کی مسجد میں ابھی نماز نہیں ہوئی تھی، سب لوگ نماز پڑھنے جا رہے تھے تو میں نے نماز کے لئے اس کے گھر دستک دی تو اس نے کہا کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں تو میں نے کہا کہ اب محلّہ کی مسجد میں نماز کا وقت ہے یہاں پڑھ لو ورنہ لوگ سمجھیں گے کہ تم نے عید کی نماز نہیں پڑھی تو وہ تیار ہو کر ہمارے ساتھ مسجد گیا اور اس نے دوبارہ عید کی نماز ادا کی، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس کا اس طرح دوبارہ عید کی نماز پڑھنا درست ہوا اس میں کوئی گناہ کی بات تو نہیں ہے؟ کیا یہ شخص نماز بھی پڑھا سکتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: نماز کے لئے نیت شرط ہے جس نیت سے نماز پڑھی جائے گی وہی نماز ادا ہوگی، اس لئے عید کی نماز عید کی نیت سے شخص مذکور نے ایک جگہ پڑھ لی تو اس کے ذمہ سے وجوب ساقط ہوگیا البتہ دوسری جگہ عید کی نماز میں شرکت درست ہے یہ دوسری نماز اس کی نفل ہوگی، اور اس طرح عید کی نماز میں نفل کی نیت سے شریک ہونا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے، بلکہ اس کے دوست کا مشورہ ہی مناسب تھا، البتہ ایسا شخص عید کی نماز کی امامت نہیں کرسکتا ہے، امامت کے لئے ذمہ میں نماز کا واجب ہونا شرط ہے اور شخص مذکور سے نماز عید کا وجوب ساقط ہوگیا ہے اس

---

(۱) السرخسي، المبسوط، "كتاب الصلاة: باب الأذان": ج۱، ص: ۲۸۰.

لئے امامت کی صورت میں صلوٰۃ المفترض خلف المتنفل لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے۔

”ففي الفتاوى الهندية: النية إرادة الدخول في الصلاة، و الشرط أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي و أدناها ما لو سئل لأمكنه أن يجيب على البديهة، وإن لم يقدر على أن يجيب إلا بتأمل لم تجز صلاته، ولا عبرة للذكر باللسان، فإن فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن، كذا في الكافي“(۱)

”وفيها أيضاً: ويكفيه مطلق النية للنفل والسنة والتراويح، هو الصحيح، كذا في التبيين (إلى قوله) الواجبات والفرائض لا تتأدى بمطلق النية إجماعا“(۲)

”ويصلي المتنفل خلف المفترض لأن الحاجة في حقه إلى أصل الصلاة وهو موجود في حق الإمام فيتحقق البناء“(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
كتبه: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۰/۱/۱۴۴۶ھ، ۲۷/۷/۲۰۲۴ء)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

۞۞۞

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الثالث: في شروط الصلاة، الفصل الرابع: في النية“: ج۱، ص:۱۲۳.

(۲) أيضا: ج۱، ص:۱۲۳.

(۳) المرغيناني، الهداية، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة“: ج۱، ص:۱۲۷.

فصل رابع

تکبیرات عیدین وتشریق کا بیان

زائد تکبیرات کے وقت ہاتھ باندھے یا چھوڑے رکھے؟

(۵۸)**سوال:** عید کی نماز میں جواز کے لیے چھ تکبیریں ہیں ان میں ہاتھ باندھیں یا تکبیر کہتے وقت ہاتھ چھوڑیں صحیح طریقہ کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالسلام، کھتولی

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر زوائد کی ہر تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے، باندھے نہیں۔ [1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۹/۱۰/۱۴۱۳ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

عید کی زائد تکبیرات یا پہلی رکعت فوت ہو جائیں

(۵۹)**سوال:** عید کی نماز شروع ہوگئی تھی تو ایک آدمی آیا اور وہ بھی جماعت میں شریک ہوگیا مگر رکعت کی تکبیرات زوائد ہو چکی تھیں، تو فائتہ تکبیرات کیسے ادا کرے اور اگر پہلی رکعت ہی

---

(۱) ويرفع يديه في الزوائد، ويسكت بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث تسبيحات، كذا في التبين، وبه أفتى مشايخنا، كذا في الغياثة، ويرسل اليدين بين التكبيرتين، ولا يضع. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر: في صلاة العيدين": ج۱، ص:۲۱۱)

قوله:(ويرفع يديه في الزوائد)......وأشار المصنف إلى أنه يسكت بين كل تكبيرتين؛ لأنه ليس بينهما ذكر مسنون عندنا، ولهذا يرسل يديه عندنا وقدره مقدار ثلاث تسبيحات لزوال الاشتباه. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين": ج۲، ص:۲۸۲، ۲۸۳)

چھوٹ گئی تھی، تو پہلی رکعت امام کے بعد کیسے ادا کرے گا؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ محمد اختر، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: جو مقتدی پہلی رکعت کی تکبیرات کے بعد شریک ہوا، تو نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہے اور پھر فوراً تکبیرات زوائد کہے در مختار میں ہے ''(ولو أدرك) المؤتم (الإمام في القيام) بعد ما كبر (كبر) في الحال'' اور اگر دوسری رکعت میں شریک ہوا، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد رکعت فائتہ کی ادائیگی کے لیے کھڑا ہو، ثنا، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور کوئی صورت پڑھے، پھر رکوع کرنے سے پہلے تکبیرات زوائد کہے، بقیہ نماز اپنے طریقہ پر پوری کرے۔ ''ولو سبق بركعة يقرأ ثم يكبر لئلا يتوالى التكبير''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۸/۷/۱۴۱۸ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

تکبیر تشریق کتنی بار پڑھنی چاہئے؟

(۶۰) **سوال:** تکبیر تشریق میں ہمارے یہاں پر اختلاف ہو گیا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ تکبیر تشریق صرف ایک بار کہنا ہے اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ ایک بار تو تکبیر تشریق واجب ہے اور دوسری بار مستحب ہے۔ ان میں کون حق پر ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالرزاق، ہریدوار

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته'': ج ۳، ص: ۵۵، ۵۶.

أيضاً: ج ۳، ص: ۵۶.

ومن فاتته أول الصلاة مع الإمام يكبر في الحال ويكبر برأي نفسه، قوله: (يوالي بين القراء تين) ...... ثم المسبوق بركعة إذا قام إلى القضاء فإنه يقرأ ثم يكبر لأنه بدأ بالتكبير يصير مواليا بين التكبيرات. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين'': ج ۲، ص: ۲۸۲)

الجواب وباللّٰه التوفيق: ''(ويجب تكبير التشريق) في الأصح للأمر به (مرة) وإن زاد عليها يكون فضلاً قوله: (وإن زاد الخ) أفاد أن قوله:''مرة'' بيان للواجب؛ لكن ذكر أبو السعود أن الحموي نقل عن الفرا حصاري أن الإتيان به مرتين خلاف السنة''(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور مشہور قول مرۃ والا ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے اور قطع نظر ضعیف کے مرۃ والے زیادہ کو خلاف سنت کہتے ہیں اور زیادہ کے قائل مرۃ کے سنت ہونے پر متفق ہیں؛ پس احتیاط مرۃ ہی میں ہے۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴/۱۲/۱۴۱۸ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین کی زائد تکبیر چھوڑ دی اور سجدہ سہو نہ کیا، تو نماز درست ہوئی یا نہیں؟

(۶۱) **سوال:** عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں ہیں اگر ایک تکبیر بھول جائے اور سجدہ سہو بھی نہ کرے، تو نماز ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اسماعیل، کشمیر

الجواب وباللّٰه التوفيق: عیدین کی نماز میں چھ تکبیرات زوائد واجب ہیں، اگر

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين'': ج۳، ص: ۶۱، ۶۲.

(۲) (وصفته) أي صفة التكبير (أن يقول مرة) حتى لو زاد لقد خالف السنة. (عبد الرحمن بن محمد، مجمع الأنهر، ''كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين'' دار الكتب العلمية، بيروت: ج۱، ص: ۲۶۰)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: (ويجب تكبير التشريق) في الأصح للأمر به (مرة)، وإن زاد عليها يكون فضلا قاله العيني، قوله: (وإن زاد الخ): أفاد أن قوله: "مرة" بيان للواجب؛ لكن ذكر أبو السعود أن الحموي نقل عن القرا حصاري أن الإتيان به مرتين خلاف السنة. اهـ. قلت: وفي الأحكام عن البر جندي: ثم المشهور من قول علمائنا أنه يكبر مرة وقيل: ثلاث مرات. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين'': ج۳، ص: ۶۱، ۶۲)

کوئی تکبیر چھوٹ جائے، تو سجدہ سہو واجب ہوگا، پھر اگر مجمع زیادہ نہ ہو اور کسی انتشار کا خوف نہ ہو، تو سجدہ سہو کیا جائے اور اگر مجمع زیادہ ہو، تو چوں کہ فتنہ وانتشار کا خوف رہتا ہے؛ اس لیے سجدہ سہو نہ کیا جائے نماز ادا ہو جائے گی۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۹/۸/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین کی زائد تکبیریں کتنی ہیں؟

(۶۲) **سوال:** ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ بخاری شریف میں نماز عیدین کی بارہ تکبیریں مکمل ہیں، یعنی ہر رکعت میں چھ تکبیر ہیں، تو صحیح مسئلہ کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ابوالحسن، گنگوہ

الجواب وباللہ التوفیق: احناف کے نزدیک نماز عیدین کی تکبیرات زوائد صرف چھ ہیں یعنی ہر رکعت میں صرف تین تکبیریں ہیں اور حدیث ابوداؤد سے یہ ثابت ہے۔

"أن سعيد بن العاص رضي الله عنه، قال: سأل أبا موسىٰ الأشعري وحذيفة بن اليمان كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في الأضحى و الفطر فقال أبو موسىٰ: كان يكبر أربعاً تكبيرة على الجنائز، فقال حذيفة: صدق"(۲)

(۱) قوله: (عدمه في الأوليين) الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذلك......ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه لئلا يقع الناس في فتنة. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب سجود السهو": ج۲،ص:۵۶۰)

ولو ترك تكبيرة الركوع الثاني في ثلاثة العيد وجب عليه السهو؛ لأنها واجبة تبعاً لتكبيرات العيد، بخلاف تكبيرة الركوع الأول؛ لأنها ليست ملحقة بها، كذا في التبيين، السهو في الجمعة والعيدين والمكتوبة والتطوع واحد إلا أن مشايخنا قالوا: لايسجد للسهو في العيدين والجمعة لئلا يقع الناس في فتنة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الثاني عشر في سجود السهو": ج۱،ص:۱۸۷)

(۲) أخرجه أبو داؤد، في سننه، "كتاب الصلاة: باب التكبير في العيدين": ج۱،ص:۱۶۳؛ وأخرجه البيهقي في سننه، "كتاب صلاة العيدين: باب الخبر الذي فيه التكبير أربعاً" ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان: ج۳،ص:۲۸۹)

پس مذہب حنفیہ موافق حدیث کے ہے، حنفی امام کو اس کے خلاف نہ کرنا چاہئے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۹/۸: ۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نمازِ عید سے قبل بآواز بلند تکبیر پڑھنا

(۶۳) **سوال**: ہمارے یہاں یہ دستور ہے کہ عیدین کی نماز سے پہلے ایک دو آدمی ممبر پر کھڑے ہو کر زور زور سے تکبیر عید پڑھتے ہیں اس کے بعد حاضرین آواز ملا کر جواب دیتے ہیں یعنی تکبیر پڑھتے ہیں تا کہ لوگ جلد آجائیں اور کسی کی نماز نہ چھوٹے یہ عمل کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسماعیل جھارکھنڈ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ یعنی عیدگاہ میں بآواز بلند اجتماعی طور پر تکبیر کا التزام ایک رسم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین وغیرہم تابعین اور ائمہ فقہاء وغیرہ میں کسی سے بھی اس کا ثبوت نہیں ہے۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱/۱۲/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) أن القاسم أبا عبدالرحمن حدثه قال: حدثني بعض أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلى بنا النبي صلى الله عليه وسلم يوم عيد فكبر أربعا وأربعاً ثم أقبل علينا بوجهه حين انصرف فقال: لاتنسو كتكبير الجنائز وأشار بأصابعه وقبض إبهامه. (الطحاوي، شرح معاني الآثار، "كتاب الزيادات: باب صلاة العيدين، كيف التكبير فيها" مکتبہ تھانوی، دیوبند: ج۲، ص: ۳۷۱)

عن علقمة والأسود بن يزيد قال: كان ابن مسعود رضي الله عنه جالسا وعنده حذيفة وأبو موسىٰ رضي الله عنهما فسألهما سعيد بن العاص رضي الله عنه عن التكبير في الصلاة يوم الفطر والأضحى فجعل هذا يقول: سل هذا وهذا يقول سل هذا حتى فقال له حذيفة رضي الله عنه سل هذا لعبد الله بن مسعود رضي الله عنه فسأله فقال بن مسعود رضي الله عنه يكبر أربعاً ثم يقرأ، ثم يكبر فيركع ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

تکبیرات تشریق کا حکم کیا ہے؟

(۶۴) **سوال:** تکبیرات تشریق فرض، واجب، سنت میں سے کیا ہیں؟ اس کا تارک گناہگار رہوگا یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مشرف علی، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیرات تشریق واجب ہیں ان کو چھوڑنے والا گناہگار ہوگا، اس پر توبہ واستغفار لازم ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۱۲/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... ثم يقوم في الثانية فيقرأ، ثم يكبر أربعاً بعد القراءة. (أخرجه عبدالرزاق في مصنفه، "باب التكبير في الصلاة يوم العيد": ج۳،ص:۲۹۳،۲۹۴،رقم:۵۶۸۷)

(۲) والخروج إلى الجبانة سنة لصلاة العيد وإن كان يسعهم المسجد الجامع عند عامة المشائخ هو الصحيح، وفي المغرب: الجبانة المصلى العام في الصحراء...... قوله: (غير مكبر ومتنفل قبلها)...... فالحاصل أن الجهر بالتكبير بدعة في كل وقت إلا في المواضع المستثناة. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين": ج۲،ص:۲۷۸،۲۷۹)

(ثم خروجه)...... (ما شياً إلى الجبانة) وهي المصلىٰ العام، والواجب مطلق التوجه (والخروج إليها) أي الجبانة لصلاة العيد (سنة وإن وسعهم المسجد الجامع) هو الصحيح. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين": ج۳،ص:۴۸،۴۹)

(۱) (ويجب تكبير التشريق) في الأصح للأمر به (مرة) وإن زاد عليها يكون فضلا، قوله: (في الأصح) وقيل سنة، وصحح أيضاً؛ لكن في الفتح أن الأكثر على الوجوب، وحرر في البحر أنه لا خلاف؛ لأن السنة المؤكدة والواجب متساويان رتبة في استحقاق الإثم بالترك. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: في تكبير التشريق": ج۳،ص:۶۱،۶۲)

واختلف في أن تكبيرات التشريق واجبة في المذهب أو سنة، والأكثر على أنها واجبة. (ابن الهمام، فتح القدير، "كتاب الصلاة: باب العيدين، فصل في تكبيرات التشريق" مکتبہ الاتحاد، دیوبند: ج۲،ص:۷۹)

قوله: (وقد يقال الخ)...... اختلف في أن تكبيرات التشريق واجبة في المذهب أو سنة والأكثر على أنها واجبة، ودليل السنة أنه وهو مواظبته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين": ج۲،ص:۲۸۷)

تکبیرات تشریق کس کس پر واجب ہیں؟

(۶۵) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔
بہشتی زیور (عیدین کی نماز کا بیان) مسئلہ نمبر ۹ میں ہے کہ تکبیر تشریق کہنا ہر فرض نماز کے بعد واجب ہے بشرطیکہ وہ فرض نماز جماعت سے پڑھی گئی ہو لیکن منفرد اور عورت اور مسافر بھی کہہ لے تو بہتر ہے، جب کہ صاحبین کے نزدیک ان سب پر واجب ہے۔ اس عبارت سے منفرد ومسافر اور عورت پر عدم وجوب معلوم ہوتا ہے جب کہ درمختار اور شامی باب العیدین قبیل الکسوف سے ترجیح وجوب کو معلوم ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ بتایا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مفتی بہ قول کیا ہے اور تکبیرات تشریق کس کس پر واجب ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یوسف، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر تشریق کے وجوب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ تکبیر تشریق ہر فرض نماز باجماعت ادا کرنے والے پر واجب ہے۔ اور حضرت امام ابو یوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول یہ ہے کہ مطلقاً ہر فرض نماز پڑھنے والے پر واجب ہے، خواہ مقتدی ہو یا منفرد ہو یا مقیم ہو، مسافر ہو، مرد ہو یا عورت ہو۔ اسی قول پر فتوی ہے۔

”وعندهما كل من صلى المكتوبة في هذه الأيام فعليه التكبير مقيما كان أو مسافرا رجلا كان أو إمرأة في المصر أو في غير المصر في الجماعات أو وحده“[۱]

”(ويجب تكبير التشريق)......(على إمام مقيم) بمصر (و) على مقتد (مسافر أو قروي أو امرأة)......وقالا: بوجوبه فور كل فرض مطلقاً) ولو منفردا أو مسافرا أو امرأة لأنه تبع للمكتوبة......قوله: (لأنه تبع للمكتوبة) فيجب على كل من تجب عليه الصلاة المكتوبة، قوله: (وعليه الاعتماد)“[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۵/۱/۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) طاهر بن أحمد، خلاصة الفتاوى، اشرفیہ دیوبند: ج۱، ص: ۲۱۶۔

......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

چھوٹے گاؤں میں تکبیر تشریق کا حکم

(٦٦) **سوال:** چھوٹے گاؤں میں تکبیرات تشریق پڑھنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں اس میں اختلاف ہو رہا ہے صحیح کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد سلیم، سہارنپور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اہل قریہ پر تکبیرات تشریق واجب نہیں اور صاحبینؒ واجب قرار دیتے ہیں، مگر اس بارے میں زیادہ احتیاط یہ ہے کہ قول صاحبینؒ کے مطابق اہل قریہ کو تکبیرات پڑھنی چاہئے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۸/۱۱/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... (۲) الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''باب العيدين'': ج۳، ص: ٦١ تا ٦٤.
ووجوبه (على إمام مقيم) بمصر (و) على مقتد (مسافر أو قروي أو امرأة) بالتبعية؛ لكن المرأة تخافت، ويجب على مقيم اقتدى بمسافر (وقالا: بوجوبه فور كل فرض مطلقاً) ولو منفرداً، أو مسافراً، أو امرأة لأنه تبع للمكتوبة......(وعليه الاعتماد) والعمل والفتوىٰ في عامة الأمصار. (أيضا: ''مطلب: المحتار أن الذبيح إسماعيل'': ج۳، ص: ٦٤)
يجب على كل من تجب عليه المكتوبة في أيام التشريق، والرستاقي، والبلدي، والمسافر، والمقيم، والذي يصلي وحده، أو بجماعة سواء. (الفتاوىٰ التاتارخانية، ''كتاب الصلاة: الفصل السابع والعشرون في تكبيرات أيام التشريق''، مکتبہ زکریا، دیوبند: ج۲، ص: ٦٤٠، رقم: ۳۴۷۷)
(۱) ووجوبه (على إمام مقيم) بمصر (و) على مقتد (مسافر أو قروي أو امرأة) بالتبعية؛ لكن المرأة تخافت، ويجب على مقيم اقتدى بمسافر (وقالا: بوجوبه، فور كل فرض مطلقاً) ولو منفرداً أو مسافراً أو امرأة لأنه تبع للمكتوبة......(وعليه الاعتماد)، و العمل والفتوىٰ في عامة الأمصار. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: المحتار أن الذبيح إسماعيل'': ج۳، ص: ٦٤)
يجب على كل من تجب عليه المكتوبة في أيام التشريق، والرستاقي، والبلدي، والمسافر، والمقيم، والذي يصلي وحده، أو بجماعة سواء. (ابن العلاء، الفتاوىٰ التاتارخانية، ''كتاب الصلاة: الفصل السابع والعشرون في تكبيرات أيام التشريق'': ج۲، ص: ٦٤٠، رقم: ۳۴۷۷)

باب العيدين

عیدین کی تکبیرات کی ترتیب کیا ہے؟

(۶۷) **سوال:** نماز عید کی تکبیرات میں اکثر غلطیاں ہوجاتی ہیں لہٰذا بتائیں کہ اس کی ترتیب حنفی مسلک میں کیا ہے کب ہاتھ چھوڑے اور کب باندھے؟

فقط: والسلام
المستفتی: مقیم الدین، ہردوانی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رکعت اول میں مع تکبیر تحریمہ کے کل چار تکبیرات ہوں گی، چاروں تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور پہلی اور چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے، یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جہاں تکبیرات کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں ہاتھ باندھے اور جہاں کچھ نہیں پڑھنا ہے وہاں چھوڑ دے۔ دوسری رکعت میں رکوع میں جانے والی تکبیر ملا کر کل چار تکبیرات ہوں گی، پہلی تین تکبیروں میں ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دے اور چوتھی میں ہاتھ اٹھائے بغیر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے اس کو خیال میں رکھا جائے تو غلطی نہ ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۶/۸/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین کی نماز کے بعد تکبیرات تشریق پڑھنا کیسا ہے؟

(۶۸) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

---

(۱) فیکبر تکبیرة الافتتاح، ثم یستفتح، ثم یکبر ثلاثا، ثم یقرأ جهرا، ثم یکبر تکبیرة الرکوع، فإذا قام إلی الثانیة قرأ ثم کبر ثلاثا، ورکع بالرابعة، فتکون التکبیرات الزوائد ستا: ثلاثا في الأولی، وثلاثا في الأخری، وثلاث أصلیات، تکبیرة الافتتاح، وتکبیرتان للرکوع، فیکبر في الرکعتین تسع تکبیرات ویوالي بین القراء تین.
(جماعة من علماء الهند، الفتاوی الهندیة، "کتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العیدین": ج۱، ص:۲۱۱)
قوله: (وهي ثلاث في کل رکعة) أي الزوائد ثلاث تکبیرات في کل رکعة وهو قول ابن مسعود رضي اللّٰه عنه وبه أخذ أئمتنا أبو حنیفة وصاحباه. (ابن نجیم، البحر الرائق، "کتاب الصلاة: باب صلاة العیدین": ج۲، ص:۲۸۰، ۲۸۱)

عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیرات تشریق پڑھنا کیسا ہے؟

فقط والسلام
المستفتی: محمد ہاشم، چھٹمل پور

الجواب وباللہ التوفیق: نمازعیدالاضحیٰ کے بعد تکبیر تشریق پڑھنا مستحب ہے، مکروہ نہیں ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ(۱۴۱۹/۶/۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

تکبیرات تشریق عید کے ایک دن بعد تک کیوں پڑھی جاتی ہیں؟

(۶۹)**سوال:** عیدالاضحیٰ میں تکبیرات تشریق عید کے ایک دن بعد تک کیوں پڑھی جاتی ہیں اس کی حکمت کیا ہے؟

فقط والسلام
المستفتی: عبدالحق مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ اور اپنے فرض کی بسہولت ادائیگی کی توفیق پر شکرانہ کے طور پر ایک روز بعد تک تکبیرات تشریق پڑھی جاتی ہیں۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ(۱۴۲۰/۱۲/۱۳ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) قوله: (عقب كل فرض عيني)...... وخرج به الواجب كالوتر والعيدين والنفل، وعند البلخيين يكبرون عقب صلاة العيد لأدائها بجماعة كالجمعة، وعليه توارث المسلمين، فوجب اتباعه كما يأتي، وخرج بالعيني الجنازة، فلا يكبر عقبها، أفاده في البحر. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: المختار أن الذبيح إسماعيل": ج۳،ص:۶۳)

قوله: (فوجب) الظاهر أن المراد بالوجوب الثبوت، لا الواجب المصطلح عليه،...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

تکبیر تشریق تین مرتبہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۷۰)**سوال**: کسی جگہ پر ایام تشریق میں تکبیر تشریق ۳ر مرتبہ پڑھنے کا رواج ہے حالاں کہ تکبیر صرف ایک مرتبہ منقول ہے کیا یہ عمل صحیح ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عاکف، فتح گنج

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر تشریق ایک مرتبہ واجب ہے، ایک دفعہ سے زیادہ خلاف سنت ہے؛ اس لئے ایک مرتبہ کہنے پر ہی اکتفا کرنا چاہئے۔

”(ويجب تكبير التشريق) في الأصح للأمر به (مرة) وإن زاد عليها يكون فضلاً، قوله: (وإن زاد الخ)، أفاد أن قوله: ”مرة“ بيان للواجب؛ لكن ذكر أبو السعود أن الحموي نقل عن القرا حصاري أن الإتيان به مرتين خلاف السنة“[1]

”ومما يتصل بذلك تكبيرات أيام التشريق: الكلام في تكبيرات التشريق في مواضع: الأول: في صفته والثاني: في عدده وما هيته ...... أما صفته فإنه واجب، وأما عدده وما هيته فهو أن يقول مرة واحدة: الله أكبر، لا إله الله، والله أكبر، ولله الحمد“[1]

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ	**کتبہ**: محمد احسان غفرلہ (۲/۱۲/۱۴۲۱ھ)
مفتی دار العلوم وقف دیوبند	نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

...... گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... وفي البحر عن المجتبى: والبلخيون يكبرون عقب صلاة العيد؛ لأنها تؤدي بجماعة فأشبهت الجمعة. (أيضاً، ”مطلب: كلمة لا بأس قد تستعمل في المندوب“: ج۳،ص:۶۵)

(۲)(ويبدأ بتكبير التشريق بعد صلاة الفجر من يوم عرفة، ويختم عقيب صلاة العصر من يوم النحر) عند أبي حنيفة وقالا: يختم عقيب صلاة العصر من آخر أيام التشريق. (ابن الهمام، فتح القدير، ”كتاب الصلاة: باب العيدين“: ج۲،ص:۷۹،۸۰)

(۱)الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب العيدين“: ج۳،ص:۶۱،۶۲.

(۲)جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين“: ج۱،ص:۲۱۳.

تکبیر تشریق میں شہر اور دیہات کا حکم

(۷۱) **سوال**: حضرات مفتیان کرام!

مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ تکبیر تشریق کا شرعی کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص ایام تشریق میں تکبیرات نہ پڑھے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا تکبیراتِ تشریق کے پڑھنے میں شہر اور گاؤں کا فرق بھی ہے کہ شہر والوں پر تو لازم ہوں، مگر دیہات والوں پر لازم نہ ہوں؟ اور اگر کسی سے ترک ہو گیا تو اب وہ تارک کیا کرے گا؟ براہِ مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالقادر، لکھنؤ

الجواب وبالله التوفيق: واضح رہے کہ ایّامِ تشریق میں فرض نماز کے بعد تکبیراتِ تشریق ہر عاقل، بالغ، مسلمان پر ایک دفعہ پڑھنا شرعاً واجب ہے اور ایک قول کے مطابق اس کا بآواز بلند ہونا بھی ضروری ہے، چاہے مرد ہو یا عورت، شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا اور اس کو نہ پڑھنے والا ترکِ واجب کی وجہ سے گناہ گار ہوگا اور اب تک اس کے ترک کی صورت میں جو گناہ ہوا ہے، اس پر بصدقِ دل توبہ واستغفار بھی کریں۔ جیسا کہ کتب فقہ میں اسکی تفصیلات موجود ہیں۔

’’ففي الدر المختار: (و يجب تكبير التشريق) في الأصح للأمر به (مرة) و إن زاد عليها يكون فضلا قاله العيني‘‘(۱)

’’و في المبسوط للسرخسي: و قال أبو يوسف و محمد رحمهما الله تعالىٰ كل من يصلي مكتوبة في هذه الأيام فعليه التكبير مسافرا كان أو مقيما في المصر أو القرية رجلاأو امرأة في الجماعة أو وحده و هو قول إبراهيم رحمه الله تعالى‘‘(۲)

’’و في البحر الرائق: و أما عندهما فهو واجب على كل من يصلي المكتوبة

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، ’’كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: في تكبير التشريق‘‘: ج ۳، ص: ۶۱، ۶۲.

(۲) السرخسي، المبسوط، ’’كتاب الصلاة: باب العيدين‘‘، دارالكتب العلمية، بيروت: ج ۲، ص: ۴۴.

لأنه تبع لها فيجب على المسافر و المرأة و القروي، قال في السراج الوهاج والجوهرة: و الفتوىٰ على قولهما في هٰذا أيضاً، فالحاصل أن الفتوىٰ على قولهما في آخر وقته و فيمن يجب عليه"[۱]

"و في حاشية ابن عابدين: (قوله صفته إلخ) فهو تهليلة بين أربع تكبيرات ثم تحميدة و الجهر به واجب و قيل سنة قهستاني"[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

۞۞۞

(۱) ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب العيدين": ج۲، ص:۱٦٦.

(۲) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: يطلق اسم السنة على الواجب": ج۳، ص:٦۲.

فصل خامس

خطبۂ عیدین کا بیان

جمعہ وعیدین کے اول خطبہ کے بعد اردو میں تقریر کرنا

(۷۲)**سوال:** ہمارے اطراف کے ائمہ مساجد نماز جمعہ وعیدین کے اندر پہلے خطبہ کے بعد، خطبۂ ثانی سے پہلے اردو تقریر کرتے ہیں۔کیا یہ جائز ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: شمیم احمد، بہرائچ

الجواب وباللہ التوفیق: مسنون طریقہ خطبہ کا یہ ہے کہ دونوں خطبے عربی زبان میں ہوں اور دونوں کے درمیان کسی دوسری زبان میں تقریر وغیرہ سے فصل نہ کیا جائے۔ اگر لوگوں کو سمجھانے کے لیے کسی دوسری زبان کی ضرورت ہے، تو نماز عید سے اور خطبۂ جمعہ سے قبل احکام ومسائل وغیرہ دوسری زبان میں سمجھا دیے جائیں، تا کہ مقصد بھی پورا ہو جائے اور سنت بھی پوری ہو جائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۳/۱۲/۲۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) تتمه: لم يقيد الخطبة بكونها بالعربية اكتفاء بما قدمه في باب "صفة الصلاة" من أنها غير شرط ولو مع القدرة على العربية عنده، خلافا لهما حيث شرطاها إلا عند العجز كالخلاف في الشروع في الصلاة. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة": ج۳،ص:۱۹)

وقد صرح في السراج الوهاج بلزوم الاستئناف وبطلان الخطبة وهذا هو الظاهر؛ لأنه إذا طال الفصل لم يبق خطبة للجمعة. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة :باب صلاة الجمعة": ج۲،ص:۲۵۸)

وفي البدائع:ويكره للخطيب أن يتكلم في حال خطبته إلا إذا كان أمرا بمعروف فلا يكره لكونه منها. (ابن نجيم، البحر الرائق، "أيضاً": ص:۲۶۱)

خطبہ عید سننے کے لیے صف بندی ضروری ہے یا نہیں؟

(۷۳)**سوال:** نماز عید کے بعد لوگ آگے پیچھے ہوکر بیٹھ جاتے ہیں اور اکھٹا ہوکر بیٹھ جاتے ہیں کیا یہ درست ہے یا خطبہ کے لیے بھی نماز کی طرح صفوں میں بیٹھنا ضروری ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: قاری عبدالقیوم، میرٹھ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خطبہ کے لیے نماز کی طرح ہی صفوں میں بیٹھنا بہتر ہے، حضرات صحابہؓ کا یہ عمل رہا ہے، لیکن اگر آواز سننے کے لیے سب لوگ اکھٹے ہوکر بیٹھیں اور مقصد خطبہ کا صحیح سننا ہو، تو یہ بھی جائز ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۶/۱۰/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین میں امام کس جگہ کھڑے ہوکر خطبہ دے؟

(۷۴)**سوال:** عیدین میں امام کس جگہ کھڑے ہوکر خطبہ دے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد احترام الحق

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدین کی نماز کے بعد ممبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دینا

---

(۱) ولهذا قال في التجنيس: والرسم في زماننا أن القوم يستقبلون القبلة، قال: لأنهم لو استقبلو الإمام لخرجوا في تسوية الصفوف بعد فراغه لكثرة الزحام، وجزم في الخلاصة بأنه يستحب استقباله إن كان أمام الإمام. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة"، ج۲، ص:۲۵۹)

ويستحب للرجل أن يستقبل الخطيب بوجهه، هذا إذا كان أمام الإمام......والدنو من الإمام أفضل من التباعد عنه......ويستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلاة، كذا فی معراج الدراية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السادس عشر في صلاة الجمعة"، ج۱، ص:۲۰۸، ۲۰۹)

سنت ہے۔ (۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عارف قاسمی (۲/۹: ۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

عیدین کے خطبہ کا اردو ترجمہ بیان کرنا

(۷۵) **سوال:** عیدین کے عربی خطبہ کا ترجمہ کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: مشتاق احمد، کلکتہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضروری احکام صدقہ فطر وقربانی وغیرہ خطبہ میں بیان کرنے چاہئیں، عربی میں پڑھے ہوئے خطبہ کا اردو میں ترجمہ اسی وقت سنانا ثابت نہیں، ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ سننے والے اکتا جائیں گے، پریشان ہوں گے۔ البتہ نماز سے پہلے جو تقریر ہوتی ہے اسی میں تفصیلات بیان کر دینی چاہئیں۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۲/۳: ۱۴۰۸ھ)
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) (و) أن (يكبر قبل نزوله من المنبر أربع عشرة) وإذا صعد عليه لايجلس عندنا. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب:أمر الخليفة لا يبقى بعد موته'': ج۳،ص:۵۸)
قوله: (ويخطب بعدها خطبتين) اقتداء بفعله عليه الصلاة والسلام بخلاف الجمعة فإنه يخطب قبلها ...... وفي المجتبىٰ ...... ويبدأ بالتكبيرات في خطبة العيدين، ويستحب أن يستفتح الأولىٰ بتسع تكبيرات تترىٰ، والثانية بسبع، قال عبد الله بن عتبة بن مسعود: هو من السنة ويكبر قبل أن ينزل من المنبر أربع عشرة. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة:باب صلاة العيدين'': ج۲،ص:۲۸۳)

(۲) (و) أن (يعلم الناس فيها أحكام) صدقة (الفطر) ليؤديها من لم يؤدها وينبغي تعليمهم في الجمعة التي قبلها ليخرجوها في محلها ولم أره، وهكذا كل حكم احتيج إليه؛ لأن الخطبة شرعت للتعليم. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة:باب العيدين، ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ......

نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھ دیا

(۷٦) **سوال:** ہمارے امام صاحب نے عید کا خطبہ نماز عید سے پہلے پڑھ لیا، تو نماز کے دوبارہ خطبہ پڑھیں یا وہ کافی ہو گیا؟

فقط: والسلام
المستفتی: ننھے خاں، روڑکی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عید کے خطبہ کا وقت نماز عید کے بعد ہے، اگر پہلے پڑھ لیا تو غلط ہوا، مگر نماز کے بعد اعادہ کی ضرورت نہیں۔ الجوہرۃ النیرۃ میں ہے ''**وإن خطب قبل الصلاة اجزأه مع الاساءة ولا تعاد الصلاة**'' اس لیے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں تاہم اگر لوگوں کے کہنے پر احتیاطاً اعادہ کرلیا گیا تو تب بھی جائز ہو گیا۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۸/۷/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......مطلب:أمر الخليفة لا يبقى بعد موته'': ج۳،ص:۵۸)

قوله: (ويعلم الناس فيها أحكام صدقة الفطر) لأنها شرعت لأجله، وقال في السراج الوهاج: وأحكامها خمسة. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين'': ج۲،ص:۲۸۳)

ويعلم الناس صدقة الفطر وأحكامها، وهي خمسة......وفي عيد النحر يكبر الخطيب ويسبح، ويعظ الناس، ويعلمهم أحكام الذبح والنحر والقربان، كذا في التتار حانية. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين'': ج۱،ص:۲۱۲)

(۱)(فلو خطب قبلها صح وأساء) لترك السنة. (الحصكفي،الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته'': ج۳،ص:۵۷)

قوله:(ويخطب بعدها خطبتين) اقتداء بفعله عليه الصلاة والسلام بخلاف الجمعة؛ فإنه يخطب قبلها لأن الخطبة فيها شرط والشرط متقدم أو مقارن، وفي العبد ليست بشرط، ولهذا إذا خطب قبلها صح وكره؛ لأنه خالف السنة كما لو تركها أصلا. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين'': ج۲،ص:۲۸۳)

خطبہ عیدین میں الوداع یا شہر رمضان کہنا اور خطبہ کے بعد دعاء کرنا

(۷۷)**سوال:** خطیب نے عید کے خطبہ میں یہ الفاظ تین مرتبہ کہے الوداع الوداع یا شہر رمضان حالاں کہ اس کا ثبوت نہ قران وحدیث سے ہے نہ ہی خطبات مسنونہ سے، اس طرح عید کے دوگانہ کے بعد متصلاً دعا کرائی جاتی ہے؛ لیکن خطیب مذکور نے خطبے کے بعد دعا کرائی حالاں کہ اہل حدیث وبریلویوں کے یہاں یہ فعل ہوتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد مسیح اللہ، شاملی

الجواب وباللہ التوفیق: خطبہ حمد وصلوٰۃ اور وعظ ونصیحت نیز ادعیہ پر مشتمل ہوتا ہے، اس میں الوداع وغیرہ کے جملے بغیر التزام کے کہہ دینے میں تو حرج نہیں؛ لیکن اس کو سنت سمجھنا اور اس کا التزام درست نہیں ہے، خطبہ کے بعد دعاء نہ مسنون ہے اور نہ ہی بزرگوں کا طریقہ ہے[1] جب کہ نماز کے بعد دعاء مسنون ہے اور اسی پر بزرگوں کا عمل بھی ہے اس لیے دعا نماز کے بعد ہی کرنی چاہئے۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۵/۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد. (مشکوٰۃ المصابیح، "باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول": ج۱، ص: ۲۷، رقم: ۱۴۰)

(۲) إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته . (الطبراني، المعجم الكبير، "كتاب الصلاة": ج ۱۳، ص: ۱۲۹، رقم: ۳۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قوله: (وسن خطبتان بجلسته الخ) كما روىٰ عن أبي حنيفة أنه قال: ينبغي أن يخطب خطبة خفيفة يفتتح بحمد الله تعالىٰ ويثني عليه ويتشهد ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ويعظ ويذكر ويقرأ سورة ثم يجلس جلسته خفيفة، ثم يقوم فيخطب خطبة أخرى. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة": ج ۲، ص: ۲۵۸)

ایک شخص عید کا خطبہ پڑھے اور دوسرا شخص نماز پڑھائے، تو نماز درست ہوگی کہ نہیں؟

(۷۸)**سوال:** عید کی نماز میں اگر ایک شخص خطبہ پڑھے اور دوسرا آدمی نماز پڑھائے تو نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالغفور، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں بہتر یہی ہے کہ ایک ہی شخص خطبہ پڑھے اور وہی نماز پڑھائے، لیکن اگر ایک نے خطبہ پڑھا اور دوسرے نے نماز پڑھائی تو بھی نماز درست ہو جائے گی۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۸/۷/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین کے موقع پر جمعہ کا خطبہ پڑھنا:

(۷۹)**سوال:** عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں عید کے مقررہ خطبے پڑھنا ضروری ہے یا جمعہ والے خطبے بھی پڑھے جا سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد صفوان، بندی پور

---

(۱) تنبیہ:......وقد صرح في الخلاصة بأنه لو خطب صبي بإذن السلطان وصلى الجمعة رجل بالغ يجوز. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة": ج۳،ص:۱۹)

وقد صرح في الخلاصة: بأنه لو خطب صبي بإذن السلطان وصلى الجمعة رجل بالغ يجوز. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة": ج۲،ص:۲۵۸)

الجواب وباللہ التوفیق: عیدین کے خطبوں میں سنت یہ ہے کہ عیدین کے احکام بیان کئے جائیں، عیدالفطر، صدقۃ الفطر، قربانی، کے احکام اور سنن وواجبات بیان کئے جائیں جن میں ترغیب وترہیب کا ذکر ہو اس لیے یہ ہی بہتر ہے کہ عیدین میں وہی مقررہ خطبے پڑھے جائیں؛ البتہ اگر کسی وجہ سے جمعہ والا خطبہ پڑھ دیا تو خطبہ درست ہو جائے گا۔(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید — **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۵/۵/۱۴۱۷ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین کا خطبہ سننا واجب ہے یا سنت؟

(۸۰) **سوال:** عید کی نماز میں جو خطبہ بعد میں پڑھا جاتا ہے اس کا سننا واجب ہے یا سنت، اور عید کی نماز ایک ہی گاؤں میں کئی جگہ ہو سکتی ہے یا نہیں یعنی اگر عیدگاہ کے علاوہ مسجد میں بھی نماز عید پڑھیں تو کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد غفران، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: عید کی نماز کے بعد خطبہ سنت مؤکدہ ہے؛ لہٰذا نماز سے پہلے ہی لوگوں کو تاکید کردی جائے کہ وہ خطبہ سن کر ہی واپس جائیں اور خطبہ کی حیثیت واہمیت

---

(۱)(و) أن (يعلم الناس فيها أحكام) صدقة (الفطر) ليؤديها من لم يؤدها، قوله: (وهكذا الخ)......ويستفاد من كلامهم أن الخطيب إذا رأى حاجة إلى معرفة بعض الأحكام؛ فإنه يعلمهم إياها في خطبة الجمعة. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته'': ج۳،ص:۵۸)

قوله:(ويعلم الناس فيها أحكام صدقة الفطر) لأنها شرعت لأجله، وقال في السراج الوهاج: وأحكامها خمسة. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين'': ج۲،ص:۲۸۳)

ويعلم الناس صدقة الفطر وأحكامها، وهي خمسة......وفي عيد النحر يكبر الخطيب ويسبح، ويعظ الناس، ويعلمهم أحكام الذبح والنحر والقربان، كذا في التتار خانية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين'': ج۱،ص:۲۱۲)

پر بھی روشنی ڈالی جائے۔ (۱) اگر چھوٹا گاؤں ہے تو بلا عذر عید کی نماز عیدگاہ کے علاوہ دوسری جگہ نہ پڑھیں، ہاں! شدید عذر کی وجہ سے عیدگاہ کے علاوہ دوسری جگہ پر نماز پڑھی جاسکتی ہے اور اگر بڑا قصبہ یا شہر ہو اور عیدگاہ میں سب لوگ نہ آسکتے ہوں یا پہونچنے میں پریشانی ہو تو مساجد میں بھی عید کی نماز ادا کر لی جائے۔ چھوٹے گاؤں میں جب کہ بآسانی سب لوگ عیدگاہ پہونچ کر نماز ادا کرسکتے ہوں عیدگاہ ہی میں نماز پڑھنی چاہئے؛ لیکن اگر نماز مسجد میں بھی ادا کر لی گئی تو وہاں نماز پڑھنے والوں کی نماز ادا ہوگئی۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۹/۹/۱۴۱۵ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

نماز عید الفطر کے بعد عید الاضحیٰ والا خطبہ پڑھ دیا

(۸۱) **سوال**: عید الفطر کی نماز کے بعد خطبہ عید الاضحیٰ والا پڑھا گیا بعد میں معلوم ہوا تو کیا حکم ہے، نماز و خطبہ درست ہوگئے کہ نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد فاروق، کشمیری

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں نماز بھی درست ہوگئی اور خطبہ بھی درست ہوگیا۔ (۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۳/۴/۱۴۲۵ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)(ويخطب بعدها خطبتين) وهما سنة. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج۳،ص:۵۷)

(۲)عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه أصابهم مطر في يوم عيد فصلى بهم النبي صلى الله عليه وسلم صلاة العيد في المسجد. (أخرجه أبو داؤد، في سننه، "كتاب الصلاة: ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

خطبہ عید میں کتنی بار تکبیر کہے بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ؟

(۸۲)**سوال:** عیدین کے خطبہ میں شروع تین تکبیر کہہ کر خطبہ شروع کرے تو یہ تکبیر دونوں خطبوں میں کتنی مرتبہ کہنی چاہئے اور آہستہ پڑھے یا زور سے پڑھے؟

فقط: والسلام

المستفتی: ماہتاب عالم، جون پور

الجواب وباللہ التوفیق: عیدین کے خطبہ میں مستحب ہے کہ پہلے خطبہ کے شروع میں نو بار تکبیر بالجہر متواتر پڑھے۔ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ تکبیر بالجہر کہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۳۰/۱۰/۱۴۲۰ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......باب یصلي بالناس في المسجد إذا کان یوم مطر": ج۱،ص:۱۶۴، رقم:۱۱۶۰)

(۳) قوله: (وهكذا الخ)......ويستفاد من كلامهم أن الخطيب إذا رأى حاجة إلى معرفة بعض الأحكام فإنه يعلمهم. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج۳،ص:۵۸)

قوله: (ويعلم الناس فيها أحكام صدقة الفطر) لأنها شرعت لأجله، وقال في السراج الوهاج: وأحكامها خمسة. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين": ج۲،ص:۲۸۳)

ويعلم الناس صدقة الفطر وأحكامها، وهي خمسة......وفي عيد النحر يكبر الخطيب ويسبح، ويعظ الناس، ويعلمهم أحكام الذبح والنحر والقربان، كذا في التتار خانية. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين": ج۱،ص:۲۱۲)

(۱) (ويستحب أن يستفتح الأولىٰ بتسع تكبيرات تترى) أي متتابعات (والثانية بسبع) هو السنة. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين ، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج۳،ص:۵۸)

ويستحب أن يفتتح الخطبة الأولىٰ بتسع تكبيرات تترىٰ، والثانية بسبع، كذا في الزاهدي. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين" : ج۱،ص:۲۱۲)

ويستحب أن يستفتح الأولىٰ بتسع تكبيرات تترىٰ، والثانية بسبعٍ قال عبد الله بن عتبة بن مسعود: هو من السنة. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين": ج۲،ص:۲۸۳)

خطبہ جمعہ وعیدین میں جہراً ’’بسم اللہ‘‘ پڑھنا:

(۸۳) **سوال:** خطبہ جمعہ وعیدین میں جہراً بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور جو پڑھتا ہے وہ گناہگار ہوگا یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: علی احمد قاسمی، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں بسم اللہ پڑھنے اور نہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور پڑھنے والے کو گناہگار کہنا غلط ہے۔ اور بسم اللہ کو اس جگہ لازم وضروری سمجھنا بھی غلط ہے۔ جیسا بھی مناسب سمجھا جائے جہراً یا سراً پڑھ سکتے ہیں اور نہ بھی پڑھا جائے تو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۶/۱۱/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین کے خطبہ کے بعد دعاء کا کیا حکم ہے؟

(۸۴) **سوال:** ہمارے گاؤں کے بعض حضرات کہتے ہیں کہ عیدین کی نماز کے بعد دعاء

---

(۱) فالأخبار قد تواترت أن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقرأ القرآن في خطبتہ لا تخلو عن سورة أو آیة ثم قال: وإذا قرأ سورة تامة یتعوذ ثم یسمی قبلها وإن قرأ آیة قیل یتعوذ ثم یسمی الخ. (الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’کتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في نیة آخر ظهر بعد صلاة الجمعة‘‘: ج۳، ص:۲۱)

قوله: (وسن خطبتان بجلسته الخ) کما روی عن أبي حنیفة أنه قال: ینبغي أن یخطب خطبة خفیفة یفتتح بحمد اللہ تعالیٰ ویثني علیه ویتشهد ویصلي علی النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویعظ ویذکر ویقرأ سورة ثم یجلس جلسته خفیفة، ثم یقوم فیخطب خطبة أخری. (ابن نجیم، النحر الرائق، ’’کتاب الصلاة: باب صلاة الجمعة‘‘: ج۲، ص:۲۵۸)

وفي القنیة: قال أبو یوسف في الجامع: ینبغي للخطیب إذا صعد المنبر أن یتعوذ باللہ في نفسه قبل الخطبة. (أیضاً: ج۲، ص:۲۶۰)

ثابت نہیں ہے؛ کیوں کہ کوئی صریح حدیث نہیں، لہٰذا عیدین کی نماز کے بعد دعاء مانگنا کیسا ہے؟

فقط؛ والسلام

المستفتی: امانت اللہ، دہلوی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیث میں ہے کہ نماز کے بعد خصوصیت سے دعاء قبول ہوتی ہے اس عموم میں نماز عیدین بھی شامل ہے اس لئے اولیٰ ہے کہ نماز عیدین کے بعد دعاء کی جائے خطبہ کے بعد دعاء نہ کی جائے اور اولیٰ یہ ہے کہ سراً دعاء کی جائے اتفاقاً جہراً ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۳/۲/۲۱ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

عیدین میں پورے خطبے کی جگہ صرف سورہ فاتحہ پڑھنا:

(۸۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

---

(۱) عن أبي أمامة قال: قيل يا رسول الله أي الدعاء أسمع؟ قال: جوف الليل ودبر الصلوات المكتوبة رواه الترمذي. (خطیب تبریزی، مشكاة المصابيح، "كتاب الصلاة: باب الذكر بعد الصلاة، الفصل الثاني"، ج۱، ص:۸۹، رقم:۹۶۸)

ومن هنا قال جمع بكراهة رفع الصوت به. وفي الانتصاف حسبك في تعين الإسرار فيه اقترانه في الآية بالتضرع فالإخلال به كالإخلال بالضراعة إلى الله تعالیٰ، وإن دعاء لا تضرع فيه ولا خشوع لقليل الجدوي فكذلك دعاء لا خفية فيه ولا وقار بصحبه، وترى كثيرا من أهل زمانك يعتمدون الصراخ في الدعاء خصوصا في الجوامع حتى يعظم اللغط ويشتد وتستك المسامع وتستد ولا يدرون أنهم جمعوا بين بدعتين رفع الصوت في الدعاء وكون ذلك في المسجد.

وفضل آخرون فقالوا: الإخفاء أفضل عند خوف الرياء والإظهار أفضل عند عدم خوفه، وأولى منه القول بتقديم الإخفاء على الجهر فيما إذا خيف الرياء أو كان في الجهر تشويش على نحو مصل أو نائم أو قاری أو مشتغل بعلم شرعي، وبتقديم الجهر على الإخفاء فيما إذا خلا عن ذلك وكان فيه قصد تعليم جاهل. (علامه آلوسي، روح المعاني، "سورة الأعراف" مكتبہ زكريا، ديوبند: ج۸، ص:۲۰۸)

فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم. (أخرجه البخاري، في صحيحه، "كتاب الصلاة: باب وجوب الصلاة في الثياب": ج۱، ص:۵۱، رقم:۳۵۱)

ويشهدن الخير، ودعوة المسلمين. (أخرجه مسلم، في صحيحه، "كتاب العيدين: باب ذكر إباحة خروج النساء في العيدين": ج۱، ص:۲۹۱، رقم:۸۹۰)

عیدین میں پورے خطبے کی جگہ صرف سورہ فاتحہ پڑھانا کیسا ہے؟ مدلل بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد حمدان، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: واضح ہو کہ عیدین کے موقع پر خطبے مخصوص نہیں ہیں، بلکہ ایسا خطبہ پڑھنا مسنون ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی حمد وثنا درود شریف عیدین کی مناسبت سے احادیث اور احکام پر مشتمل کوئی بھی خطبہ پڑھا جا سکتا ہے، صورت مذکورہ میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے سے بھی خطبے کی سنت ادا ہو جائے گی، بہتر ہوگا سورۂ فاتحہ کے ساتھ تکبیرات کا بھی اضافہ کر لیا جائے تو پورے خطبے کی سنت ادا ہو جائے گی۔

''فإن أدخل بين التكبيرتين الحمد والتهليل كان حسنا ولا ينقص من عدد التكبير شيئاً''(۱)

''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم زينوا أعيادكم بالتكبير''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۵/۱/۱۴۴۶ھ، ۱/۸/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

بغیر خطبہ کے عید کی نماز پڑھنا:

(۸۶) **سوال:** عید کی نماز بغیر خطبہ دیئے ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، گیا

---

(۱) الإمام الشافعي، كتاب الأم، ''كتاب صلاة العيدين: التكبير في الخطبة في العيدين'': ج۱، ص:۲۵۳۔
(۲) أخرجه الطبراني في المعجم الصغير: ج۳، ص:۹۰۴، رقم:۵۹۹۔

الجواب وبالله التوفيق: واضح رہے کہ عید میں خطبہ دینا سنت ہے اور ان لوگوں پر جو وہاں موجود ہوں سننا واجب ہے تو اگر امام نے خطبہ نہیں دیا تو ترک سنت کا گناہ ہوگا، تاہم نماز عید ادا ہو جائے گی۔

"(تجب صلاتهما) في الأصح على (من تجب عليه الجمعة بشرائطها) المتقدمة، (سوى الخطبة) فإنها سنة بعدها قوله: (فإنها سنة بعدها) بيان للفرق وهو أنها فيها سنة لا شرط، وأنها بعدها لا قبلها، بخلاف الجمعة، قال في البحر: حتى لو لم يخطب أصلا صح وأساء لترك السنة"[1]

"فإنها (الخطبة) سنة بعد الصلاة وتجوز الصلاة بدونها وإن خطب الصلاة جاز وكره"[2]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۵ھ، ۲۰۲۴/۸/۱ء)

نماز عید کے لئے ایک ہی خطبہ پڑھنا:

(۸۷) **سوال:** نماز عید کے لئے ایک ہی خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالرحمٰن، ملاواں

الجواب وبالله التوفيق: نماز جمعہ کی طرح عید کی نماز کے بعد دو خطبے ہی پڑھنا مسنون ہے اگر کوئی شخص عید کے دن دو خطبوں کی جگہ ایک ہی خطبہ پڑھتا ہے تو ترک سنت کا مرتکب

(۱) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: في الفأل والطيرة": ج ۳، ص: ۴۵، ۴۶۔

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في العيدين": ج ۱، ص: ۲۱۱۔

ہوگا، لہٰذا خطبہ کی پوری سنت ادا کرنی چاہئے، تاہم عید کی نماز ہو جائے گی۔

"قوله: (ويخطب بعدها خطبتين) اقتداء بفعله عليه الصلاة والسلام بخلاف الجمعة فإنه يخطب قبلها لأن الخطبة قبلها شرط والشرط متقدم أو مقارن، وفي العيد ليست بشرط، ولهذا إذا خطب قبلها صح وكره لأنه خالف السنة كما لو تركها أصلاً"[1]

"اعلم أن الخطبة سنة وتأخيرها إلى ما بعد الصلاة سنة أيضاً"[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۵ھ، ۲۰۲۴/۸/۱ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

نابالغ کا خطبۂ عید پڑھنا اور بالغ کا نماز عید پڑھانا:

(۸۸) **سوال**: محترم مفتیان کرام!

ہماری مسجد میں امام صاحب نے عید کے دن خطبۂ عید ایک بچے سے پڑھوایا اور نماز خود پڑھائی ایسی صورت میں نماز اور خطبہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ مدلل بیان فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالخالق، مغربی چمپارن

الجواب وباللہ التوفیق: واضح ہو کہ عید کا خطبہ سنت ہے اور سنت کی ادائیگی کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں خطبہ اور نماز دونوں درست ہوگئیں، تاہم بالغ ہونا اور دونوں کے لئے ایک ہی شخص کا ہونا بہتر ہے۔

---

(۱) ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب العيدين"، ج ۲، ص: ۲۸۳.

(۲) أحمد بن إسماعيل الطحطاوي، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين"، ص: ۵۲۸.

”وفي القنية: واتحاد الخطيب والإمام ليس بشرط على المختار، وفي الذخيرة: لو خطب صبي عاقل وصلى بالغ جاز لكن الأولىٰ الاتحاد كما في شرح الأثار“[۱]

”(لا ينبغي أن يصلي غير الخطيب) لأنهما كشيئ واحد (فإن فعل بأن خطب صبي بإذن السلطان وصلى بالغ جاز) هو المختار“[۲]

الجواب صحيح: محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۵ھ، ۲۰۲۴/۸/۱ء)

نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھنا:

(۸۹) **سوال**: کیا عیدین کا خطبہ نماز عیدین کی ادائیگی سے پہلے دیا جاسکتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالرحیم، بانکا

الجواب وبالله التوفيق: عیدین کے خطبہ کے لئے مسنون طریقہ یہی ہے کہ عیدین کی نماز کے ادا کرنے کے بعد پڑھا جائے نماز کی ادائیگی سے قبل پڑھنا مکروہ ہے، تاہم اگر پہلے خطبہ دیدیا تو خطبہ اور نماز دونوں درست ہو جائیں گی۔

”اعلم أن الخطبة سنة وتاخيرها إلى ما بعد الصلاة سنة أيضاً“[۳]

”قوله: (ويخطب بعدها خطبتين) اقتداء بفعله عليه الصلاة والسلام بخلاف

(۱) أحمد بن إسماعيل الطحطاوي، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ص: ۵۰۸.

(۲) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“: ج ۳، ص: ۳۹، ۴۰.

(۳) أحمد بن إسماعيل الطحطاوي، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين“: ص: ۵۲۸.

الجمعة فإنه يخطب قبلها لأن الخطبة قبلها شرط والشرط متقدم أو مقارن، وفي العيد ليست بشرط، ولهذا إذا خطب قبلها صح وكره لأنه خالف السنة كما لو تركها أصلاً"[۱]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۱/۲۵ھ، ۲۰۲۴/۸/۱ء)

خطیب کو دوران خطبہ ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا:

(۹۰)**سوال:** جمعہ وعیدین کے خطبہ کے دوران اگر خطیب کسی شخص کی طرف دیکھتا ہے تو وہ شخص ہاتھ کے اشارہ سے سلام کر لیتا ہے، کیا اشارہ سے سلام کرنا بھی خطبہ کے دوران ممنوع ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد طاہر، پٹنوی

الجواب وباللہ التوفیق: دوران خطبہ کلام تو ممنوع ہے "إذا خرج الإمام فلا صلوة ولا کلام" کی وجہ سے اور اشارہ کلام نہیں مگر چوں کہ کلام کے مشابہ ہے، اس لئے کراہت سے خالی نہیں۔

نیز اشارہ سے سلام مطلقاً ممنوع ہے:

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أظنه مرفوعاً، قال: ليس منا من تشبه بغيرنا لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى، فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع، وإن تسليم النصارى بالأكف"[۲]

---

(۱) ابن نجیم، البحرا الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين": ج۲، ص:۲۸۳.
(۲) أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط: ج۵، ص:۲۹۴، رقم: ۷۳۸۰، بیروت.

اس لئے دوران خطبہ مقتدیوں کو ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے سے بچنا چاہئے۔

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی **کتبہ:** محمد عارف قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی مفتی دار العلوم وقف دیوبند

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند (۱/۲/۱۴۴۶ھ، ۷/۸/۲۰۲۴ء)

خطیب کا منبر پر چڑھ کر حاضرین کو سلام کرنا:

(۹۱) **سوال:** متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور سلام کرتے پھر بیٹھ جاتے تھے اب ہمارے ملک میں اس سنت پر عمل نہیں دیکھا جاتا کیا یہ فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھا یا اب بھی خطباء کو اس پر عمل کرنا چاہئے، احناف اور دیگر ائمہ کرام کی کیا رائے ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عبد القادر، کانپوری

الجواب وباللہ التوفیق: اس سلسلے میں جو مرفوع روایات ہیں وہ متکلم فیہ ہیں اور جو متکلم فیہ نہیں ہیں وہ مرسل ہیں اس لئے کتب احناف میں بعض میں ترک سلام کو افضل اور بعض میں مباح اور بعض میں مستحب لکھا ہے، احناف نے اس کو اس لئے اختیار نہیں کیا کہ عوام اس کو لوازم خطبہ میں سے سمجھنے لگیں گے جو کہ درست نہیں ہے، نیز "**إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام**" میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر سلام ملحق بالصلوٰۃ ہوگا یا ملحق بالکلام اور امام کے سلام کرنے سے حاضرین جواب دیں گے جو کہ کلام ہے اور مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر ممنوع ہے، تاہم اگر کوئی سلام کرلے تو اس پر بھی ملامت نہ کی جائے۔

"**ومن السنة جلوسه في مخدعه عن يمين المنبر، وليس السواد، وترك السلام من خروجه إلىٰ دخوله في الصلاة**"(۱)

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب: في قول الخطيب: قال الله تعالىٰ: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم": ج۳، ص:۲۲،۲۳۔

”والخطيب إذا صعد المنبر لا يسلم على القوم عندنا، وبه قال مالك: لأنه قد سلم عند دخوله فلا معنى تسليمه ثانيا“[۱]

”من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر“[۲]

”عن عطاء عن ابن عباس وابن عمر رضي اللّٰہ عنهم أنهما كانا يكرهان الصلاة والكلام يوم الجمعة بعد خروج الإمام“[۳]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عارف قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱ھ، ۲۰۲۴/۸/۷ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

۞۞۞

---

(۱) إبراهيم حلبي، حلبي كبيري: ص: ۵۶۲.

(۲) ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح، ”كتاب الصلاة: باب الدعاء في التشهد“: ج ۳، ص: ۲۶.

(۳) أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه، ”كتاب الصلاة: في الكلام إذا صعد الإمام المنبر وخطب“: ج ۱، ص: ۴۵۸، رقم: ۵۲۹۷.

فصل سادس:

نمازعیدین کے متفرقات کابیان

نمازعیدالاضحیٰ سے قبل کھاناپینا

(۹۲)**سوال:** عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرنے والے کے لیے نمازعید سے قبل کچھ کھاناپینا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ محمد اختر، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: بعض نے مکروہ لکھا ہے اور بعض نے عدم کراہت کی تصریح کی ہے، دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جو مکروہ فرماتے ہیں اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے اور جو کراہت کی نفی کرتے ہیں اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔

مسنون یہ ہے کہ نمازعیدالاضحیٰ کے بعد قربانی کے گوشت سے کھائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۱/۱۱/۱۴۱۸ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ويندب تاخير أكله عنها أي يندب الإمساك عما يفطر الصائم من صبحه إلى أن يصلي، فإن الأخبار عن الصحابة تواترت في منع الصبيان عن الأكل والأطفال عن الرضاع غداة الأضحىٰ الخ. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار ،"كتاب الصلاة:باب العيدين،مطلب:أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج۳،ص:۶۰)

وفي الكبرى: الأكل قبل الصلاة يوم الأضحى، هل هو مكروه؟ فيه روايتان، والمختار: أنه لا يكره لكن يستحب له أن لا يفعل، كذا في التتارخانية، ويستحب أن يكون أول تناولهم من لحوم الأضاحي التي هي ضيافة الله، كذا في العيني، شرح الهداية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين": ج۱،ص:۲۱۱)

(لكن يؤخر الأكل عنها) للاتباع فيهما وهو مستحب. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين": ج۲،ص:۲۸۴)

عیدگاہ نہ جانے والا گناہگار ہوگا یا نہیں؟

(۹۳) **سوال:** جب نمازی کے لیے عیدگاہ میں جانا مسنون ہے تو وہاں نہ جانے والا گناہگار ہوگا یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مغفور احمد خاں، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: نمازعید کے لیے عیدگاہ جانا مسنون ہے اور بلا عذر نہ جانا خلاف سنت ہے تاہم اگر آبادی کی وسعت اور عیدگاہ کے تنگ ہونے کی وجہ سے تمام لوگ عیدگاہ میں نہیں آسکتے ہیں تو عید کی نماز متعدد مساجد میں ادا کی جاتی ہے اور ایسے لوگ ترک سنت کے گنہگار نہیں ہوں گے اس لیے کہ ان لوگوں کا عیدگاہ نہ جانا عذر کی بنا پر ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۴/۵/۵ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

عید کے دن سوئیاں بنانے کی حیثیت کیا ہے؟

(۹۴) **سوال:** عیدگاہ جانے سے قبل مسنون باتیں کیا ہیں؟ ہمارے یہاں سیوئیاں بنانے کا عام رواج ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ جمیل احمد، سہارنپور

---

(۱) حتی توصل إلیه في الجامع ولم یوجه إلی المصلیٰ فقد ترك السنة. (إبراهیم بن محمد الحلبي، کبیري، "کتاب الصلاۃ": ج۱، ص:۵۲۹)

فإن کانت صلاۃ العید واجبة حتی لو صلی العید في الجامع ولم یتوجه إلی المصلیٰ فقد ترك السنة. (ابن نجیم، البحر الرائق، "کتاب الصلاۃ: باب صلاۃ العیدین": ج۲، ص:۲۷۸)

الجواب وباللہ التوفیق: عیدگاہ جانے سے قبل طاق عدد چھوارے یا کھجوریں ورنہ تو شیریں چیز کھانا مستحب ہے، سوئیوں وغیرہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے؛ بلکہ بے اصل ہے اس کو مسنون نہ سمجھا جائے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۲/۶/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

سرکاری جگہ پر نماز عید اداء کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۹۵) **سوال:** ہمارے گاؤں میں دو مسجدیں ہیں دونوں میں نماز عید ہوتی ہے اب دونوں جگہ تنگ ہوگئی ہیں تو سرکاری جگہ پر کھلیان میں نماز عید پڑھی جائے تو کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: وکیل احمد، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: اس جگہ پر نماز عید تو درست ہے؛ البتہ حکومت سے اجازت حاصل کرلی جائے تو بہتر ہے تاکہ کسی طرح کی کوئی پریشانی نہ ہو۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۸/۷/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) قوله: (حلوا) ...... ویستحب کون ذلك المطعوم حلوا لما في البخاري أنه كان عليه الصلاة والسلام لايغدو يوم الفطر حتى يأكل تمرات ويأكلهن وترا. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب العيدين": ج۳، ص:۴۸)

واستحب في عيد الفطر أن يأكل قبل الخروج إلى المصلىٰ تميرات ثلاثاً، أو خمساً، أو سبعاً، أو أقل، أو أكثر بعد أن يكون وتراً، وإلا ما شاء من أي حلوٍ كان، كذا في العيني شرح الكنز، ولو لم يأكل قبل الصلاة لا يأثم. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين": ج۱، ص:۲۱۱)

......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

عیدین کے دن اشراق، چاشت نفل کا حکم کیا ہے؟

(۹۶)**سوال:** عیدین کے دن نوافل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اشراق اور چاشت کے لیے کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد امتیاز الدین، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھی اور اس سے پہلے یا بعد آپ نے کوئی نفل نہیں پڑھی اس لیے احناف کے نزدیک عید کی نماز سے قبل نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ عیدگاہ میں ہو یا گھر پر ہو یا کسی اور جگہ پر ہو اور نماز عید ہو جانے کے بعد عیدگاہ میں تو نماز نفل مکروہ ہے گھر میں نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ گھر میں آ کر یا عیدگاہ سے الگ ہو کر نماز نفل پڑھ سکتے ہیں۔ نماز عید سے قبل اشراق کی نفل پڑھنا بھی مکروہ ہے البتہ نماز عید کے بعد گھر آ کر چاشت کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۱۱/۱۳ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... قوله:(وندم يوم الفطر أن يطعم الخ) اقتداء بالنبي صلى الله عليه وسلم: ويستحب كون ذلك المطعوم حلوا لما روي البخاري:كان عليه الصلاة والسلام لا نعد ويوم الفطر حتى يأكل تمرات ويأكلهن وترا، وأما ما يفعله الناس في زماننا من جمع التمر مع اللبن والفطر عليه فليس له أصل في السنة. (ابن نجيم، البحر الرائق، ’’كتاب الصلاة:باب صلاة العيدين‘‘:ج۲،ص:۲۷۷)

(۲)(و) تكره في (أرض الغير بلا رضاه) وإذا ابتلى بالصلاة في أرض الغير وليست مزروعة أو الطريق إن كانت لمسلم صلى فيها وإن كانت لكافر صلى في الطريق. (حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح متن نور الإيضاح، ’’كتاب الصلاة: باب العيدين‘‘ مکتبہ اسعدی، سہارنپور:ج۱،ص:۱۳۰)

(۱)ولا يتنفل قبلها مطلقاً...... (وكذا) لايتنفل (بعدها في مصلاها) فإنه مكروه عند العامة (وإن) تنفل بعدها (في البيت جاز). (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: يطلق المستحب على السنة وبالعكس‘‘:ج۳،ص:۵۰تا۵۲)......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

عیدین کی سنن ومستحبات کیا کیا ہیں؟

(۹۷) **سوال:** عیدین کی سنن ومستحبات کیا کیا ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مسیح الزماں قریشی، دلدار نگر

الجواب وباللہ التوفیق: عیدین کے دن مذکورہ چیزیں مسنون ہیں:

(۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا۔ (۲) غسل کرنا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) عمدہ سے عمدہ کپڑے نئے ہوں یا دھلے ہوئے ہوں پہننا۔ (۵) خوشبو لگانا۔ (۶) صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ (۷) عیدگاہ میں سویرے سویرے جانا۔ (۸) عیدگاہ جانے سے قبل کوئی میٹھی چیز کھجور یا چھوارا کھانا۔ (۹) عیدگاہ جانے سے قبل صدقۃ الفطر ادا کرنا۔ (۱۰) عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا، شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا۔ (۱۱) ایک راستے سے جانا دوسرے راستہ سے واپس ہونا۔ (۱۲) پیدل چل کر عیدگاہ جانا۔ (۱۳) راستہ میں تکبیر تشریق پڑھنا اور عید الاضحیٰ میں نماز سے پہلے نہ کھانا مستحب ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۱۱/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... ولا يتنفل في المصلیٰ قبل صلاة العيد لأن النبي صلى الله عليه وسلم لم يفعل ذلك مع حرصه على الصلاة ثم قيل الكراهة في المصلیٰ خاصة وقيل: فيه وفي غيره عامة لأنه صلى الله عليه وسلم لم يفعله. (المرغيناني، هداية، ''كتاب الصلاة: باب العيدين'': ج۱،ص:۱۷۳)

قوله: (ولا يتنفل في المصلى قبل صلاة العيد) وعامة المشائخ على كراهة التنفل قبلها في المصلیٰ والبيت وبعدها في المصلیٰ خاصة لما في الكتب الستة عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج فصلى بهم العيد لم يصل قبلها ولا بعدها. (ابن الهمام،فتح القدير،''كتاب الصلاة:باب العيدين'': ج۲،ص:۷۱)

(۱) وندب في الفطر ثلاثة عشر شيئاً أن يأكل وأن يكون المأكول تمرا ووترا ويغتسل ويستاك ويتطيب ويلبس أحسن ثيابه ويودي صدقة الفطر إن وجبت عليه ويظهر الفرح والبشاشة وكثرة الصدقة حسب طاقته والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار وهو المسارعة إلى المصلیٰ ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

عیدگاہ میں جنازہ آجائے تو پہلے کون سی نماز پڑھیں؟

(۹۸) سوال: اگر عیدگاہ میں جنازہ آجائے تو پہلے کون سی نماز پڑھیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مرشد احمد، میرٹھ

الجواب وبالله التوفيق: اگر عیدین اور نمازِ جنازہ جمع ہوجائیں، تو پہلے عید کی نماز پڑھی جائے؛ اس لیے کہ عید کی نماز واجب علی العین ہے۔ اور نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے اور عید کی نماز کے بعد خطبہ عید سے پہلے نماز جنازہ پڑھی جائے پھر خطبہ پڑھی جائے، البتہ اگر مجمع منتشر ہونے کا اندیشہ ہو تو جنازہ کی نماز خطبہ کے بعد پڑھ لی جائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۱۲/۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... وصلاة الصبح في مسجد حيه ثم يتوجه إلى المصلیٰ ماشيا مكبرا سرا ويقطعه إذا انتهى إلى المصلیٰ في رواية، وفي رواية أخرى إذا افتتح الصلاة ويرجع من طريق آخر، وأحكام الأضحیٰ كالفطر لكنه في الأضحیٰ يؤخر الأكل عن الصلاة ويكبر في الطريق جهراً ويعلم الأضحية وتكبير التشريق في الخطبة وتؤخر بعذر إلى ثلاثة أيام والتعريف ليس بشيء (حكم تكبير التشريق ومدته ومن تجب عليه). (حسن الوفائي الشرنبلالي أبوالإخلاص، نور الإيضاح ونجاة الأرواح، "كتاب الصلاة: باب العيدين"، ص:۸٦)

قوله: (وندب يوم الفطر أن يطعم ويغتسل ويستاك ويتطيب ويلبس أحسن ثيابه) ...... وزاد في الحاوي القدسي أن من المستحبات التزين وأن يظهر فرحاً وبشاشة ويكثر من الصدقة حسب طاقته وقدرته، وزاد في القنية، استحباب التختم والتكبير وهو سرعة الانتباه والابتكار وهو المسارعة إلى المصلى وصلاة الغداة في مسجد حية والخروج إلى المصلیٰ ماشيا والرجوع في طريق آخر والتهنئة بقوله "تقبل الله منا ومنكم" (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صلاة العيدين": ج ۲، ص: ۲۷۷)

(۱) (وتقدم) صلاتها (على صلاة الجنازة إذا اجتمعا)؛ لأنه واجب عينا، والجنازة كفاية، (و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة). (الحصكفي، الدر المختار مع ردالمحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين": ج ۳، ص: ۴٦)

وتقدم صلاة العيد على صلاة الجنازة إذا اجتمعتا، وتقدم صلاة الجنازة على الخطبة، كذا في القنية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين": ج ۱، ص: ۲۱۳)

عید جمعہ کے روز ہو، تو دونوں نماز پڑھی جائیں یا صرف عید کی نماز کافی ہے

(۹۹) **سوال:** اگر عیدین کے دن جمعہ واقع ہو جائے، تو ایک ہی نماز پڑھی جائے یا دونوں پڑھی جائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: شفیق الرحمٰن، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: اس صورت میں دونوں نمازیں پڑھنا ضروری ہے؛ کیوں کہ دونوں مستقل نمازیں ہیں ایک پر اکتفا جائز نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۱۲/۱۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عید کے دن پرانے کپڑے پہننا

(۱۰۰) **سوال:** اگر کوئی شخص عید کو بالکل پرانے ہی کپڑے پہنے رکھے تو کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبداللہ، ممبئی

---

(۱) من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فعليه الجمعة إلا مريض أو مسافر أو امرأة أو صبي أو مملوك. (أخرجه دار قطني في سننه، "كتاب الصلاة: باب من تجب عليه الصلاة": ج۲،ص:۱۶۳، رقم:۱۵۷۶)

(هي فريضة) لقوله تعالىٰ ﴿فاسعوا إلى ذكر الله﴾ (سورة الجمعة:۹) والأمر بالسعي إلى شيء خاليا عن الصارف لايكون إلا لإيجابه (شرط صحتها المصر) فلا تجوز في القرى خلافا للشافعي (وهو مالا يسع أكبر مساجده أهله) يعني من يجب عليه الجمعة لا سكانه مطلقاً. (علي حيدر، درر الحكام، "باب صلوٰة الجماعة": ج۱،ص:۱۳۶)

فخطب عثمان الناس بعد الصلاة، ثم قال: إن هذين العيدين قد اجتمعا في يوم واحد، فمن كان من أهل العوالي فأحب أن يمكث حتى يشهد الجمعة فليفعل، ومن أحب أن ينصرف قد أذنا له. (أخرجه عبد الرزاق في مصنفه، "باب اجتماع العيدين" دارالکتب العلمیہ، بیروت: ج۳،ص:۳۰۵، رقم:۵۷۳۲)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عید کے روز اپنے پاس موجود عمدہ سے عمدہ لباس پہننا سنت ہے، اگر کوئی شخص بغیر وجہ شرعی گندے یا میلے کچیلے کپڑے پہنے رکھے اور اس کے پاس عمدہ کپڑے موجود ہوں تو سنت کا ترک کرنے والا کہلائے گا۔ اور اگر کپڑے دوسرے ہوں ہی نہیں تو مجبوری ہے۔(۱)

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۵/۵/۱۴۱۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عید کے دن لوگوں کا امام کو نقد کی شکل میں ہدیہ دینا

(۱۰۱) **سوال:** ایک شخص مسجد میں امامت کراتا ہے، اور لوگ اس کو ہر ماہ تنخواہ بھی دیتے ہیں، وہ قرآن کریم کی تکمیل پر جو ہدیہ دیا جاتا ہے بطور رقم اس کو نہیں لیتا مگر لوگ انہیں عیدگاہ میں بعد نماز عید پیسے دیتے ہیں کیا وہ روپیہ لینا ان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالباسط، مظفرنگر

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس خوشی کے موقع پر امام صاحب کو ذاتی رقم سے ہدیہ

---

(۱)(ولبسه أحسن ثيابه)، ولو غير أبيض، قوله:(ولو غير أبيض) قال في البحر:وظاهر كلامهم تقديم الأحسن من الثياب في الجمعة والعيدين وإن لم يكن أبيض، والدليل دال عليه فقد روى البيهقي (أنه عليه الصلاة والسلام كان يلبس يوم العيد بردةً حمراء) وفي الفتح: الحلة الحمراء عبارة عن ثوبين من اليمن فيهما خطوط حمر وخضر لا أنها أحمر بحت فليكن محمل البردة أحدهما. اهـ. أي أحد الثوبين اللذين هما الحلة أي فلا يعارض ذلك حديث النهي عن لبس الأحمر، والقول مقدم على الفعل والحاظر على المبيح إذا تعارضا فكيف إذا لم يتعارضا بالحمل المذكور. اهـ. بزيادة وسيأتي إن شاء اللّٰه تعالىٰ تمام الكلام على لبس الأحمر في كتاب الحظر والإباحة. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: يطلق المستحب على السنة وبالعكس": ج۳،ص:۴۸)

ويستحب يوم الفطر للرجل الاغتسال، والسواك، ولبس أحسن ثيابه، كذا في القنية جديداً كان أو غسيلاً، كذا في محيط السرخسي. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين": ج۱،ص:۲۱۰)

دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام صاحب کے لیے اس پیسے کا لینا اور استعمال کرنا درست ہے۔ مسجد کے فنڈ سے نہ دیا جائے؛ کیوں کہ مسجد میں چندہ دینے والوں کی نیت ان سب کاموں میں رقم صرف کرنے کی نہیں ہوتی ہے۔ (۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۱۴۳۶/۱۲/۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز کے لیے ایک ہی راستہ سے آنا جانا درست ہے یا نہیں؟

(۱۰۲) **سوال:** عید الفطر میں ایک ہی راستہ سے جانا اور اسی راستہ سے واپس آجانے میں کراہت کس طرح کی ہے کیا اس میں کوئی گناہ ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد طیب قاسمی، موری گیٹ، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: نماز عید کے لیے ایک ہی راستہ سے جانا اور اسی سے واپس آجانا بلا کراہت جائز ہے، البتہ ایک راستہ سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا مستحب ہے۔ (۲)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۰/۹/۲۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ألا لا تظلموا، ألا لا تظلموا، ألا لاتظلموا، إنه لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه. (أخرجه أحمد في مسنده، حديث عم أبي حرة الرقاشي، دارالکتب العلمیة، بیروت: ج۳۴، ص:۲۹۹، رقم:۲۰۶۹۵)

قالوا مراعاة غرض الواقفين واجبة. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الوقف: مطلب: مراعاة غرض واقفين واجبة والعرف يصلح مخصص": ج۶، ص:۶۶۵)

(۲) عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما، قال: (كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا كان يوم عيد خالف الطريق). (أخرجه البخاري، في صحيحه، "كتاب العيدين: ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

عیدگاہ کو سجانا

(۱۰۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں آسام سے ہوں اور ہمارے گاؤں میں عید کے دن عیدگاہ کو رنگین کاغذ دھاگے میں لگا کر ان دھاگوں کو عیدگاہ کے اوپر اور چاروں طرف لگایا جاتا ہے سوامر مذکور کا کرنا شریعت کی نظر میں کیسا ہے اور کیا اس کے کرنے پر ثواب کا ترتب ہوگا؟ برائے مہربانی مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: عبادرالرحمٰن، آسام

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خوشی کا موقع ہے، لہٰذا عیدگاہ کی صفائی اور تزئین کاری درست ہے تاہم یہ خیال رہے کہ مسجد اور عیدگاہ کی رقم تزئین کاری میں استعمال نہ کی جائے، کوئی شخص انفرادی طور پر کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، البتہ تزئین کاری میں غیروں کی مشابہت سے گریز کیا جائے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۲۴/۱۱/۱۴۳۸ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......باب من خالف الطريق إذا رجع يوم العيد'': ج۱،ص:۱۳۴، رقم:۹۸۶)

ولا بأس بعوده راكبا، وندب كونه من طريق آخر، قوله: (من طريق آخر) لما رواه البخاري ''أنه كان صلى الله عليه وسلم إذا كان يوم عيد خالف الطريق'' ولأن فيه تكثير الشهود لأن أمكنة القرية تشهد لصاحبها شرح المنية. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: يطلق المستحب على السنة وبالعكس'': ج۳،ص:۴۹)

(۱)(ولا بأس بنقشه خلا محرابه) فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي، ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً في جدار القبلة قاله الحلبي، وفي حظر المجتبى: وقيل: يكره في المحراب دون السقف والمؤخر انتهى، وظاهره أن المراد بالمحراب جدار القبلة فليحفظ (بجص وماء ذهب) لو (بماله) الحلال (لامن مال الوقف) فإنه حرام (وضمن متوليه لو فعل) النقش أو البياض، إلا إذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به كافي، وإلا إذا كان لإحكام البناء. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: في أفضل المساجد'': ج۲،ص:۴۳۰، ۴۳۱)

نماز کے عید کے لیے امام کا تاخیر سے آنا

(۱۰۴)**سوال:** امام عیدین کا تاخیر سے آنا اور متکبرانہ انداز اختیار کرنا کیسا ہے؟ جب کہ وقت مقررہ کا اعلان کر دیا گیا ہو؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبدالرحمٰن، گلبرگہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز عیدین میں مجمع زیادہ ہوتا ہے اور مجمع میں ضعیف وکمزور اور بچے بھی ہوتے ہیں جن کی رعایت امام کے لیے ضروری ہے اس لیے امام کو تاخیر نہیں کرنی چاہئے، امام کی تاخیر سے سب کو پریشانی ہوگی؛ البتہ کسی وجہ سے اگر امام کو معمولی تاخیر ہو جائے تو مقتدیوں کو بھی پرسکون رہنا چاہئے اور تکبر تو کسی بھی انسان کے لیے جائز نہیں امام کو بھی متواضع ہونا چاہئے تواضع انسان کا بہترین زیور ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱/۱۱/۱۴۲۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز عید الاضحیٰ تک نہ کھانا کہاں سے ثابت ہے؟

(۱۰۵)**سوال:** نماز عید الاضحی ہونے تک نہ کھانا شریعت میں کہاں تک درست ہے؟ اور

---

(۱) قوله: (وإلا فلا بأس)...... ولفظة "لا بأس" تفيد في الغالب أن تركه أفضل، وينبغي أن يكون هنا كذلك، فإن فعل العبادة لأمر فيه شبهة عدم إخلاصها لله تعالىٰ لا شك أن تركه أفضل، لقوله عليه السلام: "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك" قوله: (ولو أراد التقرب إلى الله تعالىٰ)...... فالحاصل أن تاخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب: في إطالة الركوع للجائي": ج۲، ص: ۱۹۸، ۱۹۹)

وعن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلث منجيات وثلث مهلكات فأما المنجيات فتقوىٰ الله في السر والعلانية والقول بالحق في الرضا والسخط والقصد في الغني والفقر، وأما المهلكات فهوىً متبع وشح مطاع وإعجاب المرء بنفسه وهي أشدهن. (خطيب تبريزى، مشكاة المصابيح، "باب الغضب والكبر الفصل الثالث": ج۵، ص: ۴۳۴، رقم: ۵۱۲۲)

اس نہ کھانے کو نصف روزہ کہنا کیسا ہے اس کے معتقد کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عرفان، بیلگام، کرناٹک

الجواب وباللہ التوفیق: عیدالاضحیٰ کے روز مستحب یہ ہے کہ نماز عید کے بعد اپنی قربانی کا گوشت کھائے، اس سے پہلے کچھ نہ کھائے اور جو شخص قربانی نہ کرے اس کے لیے بھی یہی مستحب ہے کہ قربانی کا گوشت میسر آئے تو وہی کھائے اس سے پہلے کچھ نہ کھائے۔ کذا فی الہندیہ والشامی۔ لیکن اس دن کے ابتدائی حصہ میں نہ کھانے کو لازم سمجھنا یا اسے روزہ کہنا غلط ہے نہ اس میں روزہ کا ثواب ہے، نہ روزہ کی نیت، ایسے غلط اعتقاد کو ترک کرنا لازم ہے۔

"عن بريدة رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان يوم الفطر لم يخرج حتى يأكل شيئاً وإذا كان الأضحى لم يأكل شيئاً حتى يرجع وكان إذا رجع أكل من كبد أضحية"(۱)

"فمن كانت له أضحية فقد اتفق الفقهاء على أنه يسن له تأخير الفطر يوم النحر والإمساك عن الأكل ليفطر على كبد أضحية لما ورد عن بريدة رضي الله عنه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يخرج يوم الفطر حتى يفطر ولا يطلع يوم الأضحىٰ حتى يصلي وفي رواية ولا يأكل يوم النحر حتى يذبح ولأن في الأضحىٰ شرعت الأضحية والأكل منها فاستحب أن يكون الفطر علىٰ شيء منها"(۲)

الجواب صحیح:　　　　فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ　　　　**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۱/۱۲/۱ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند　　　　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدین کے غسل کا حکم

(۱۰۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) أخرجه البيهقي في السنن الكبرىٰ، "كتاب الصلاة العيدين: باب يترك الأكل يوم النحر حتى يرجع": ج۳، ص:۴۰۱۔
(۲) الموسوعة الفقهية الكويتية: ج۴۵، ص:۳۴۱۔

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن مردوں اور عورتوں کو غسل کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالسمیع، دیوبند

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن غسل کرتے تھے اور عورتوں کے لئے بھی مستحب ہے کہ وہ غسل کریں اور علیحدہ لباس پہنیں کیوں کہ یہ ان کی خوشی اور زینت کا دن ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۱/۱۲/۸/۱۴۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عیدالفطر کے دن روزہ رکھنا

(۱۰۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین شرح متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: خالد نے عیدالفطر کے دن عید کی نماز بھی پڑھائی اور خود روزہ بھی رہے تو ایسے شخص کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے اور عید کی نماز پڑھانے کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: غلام مصطفیٰ، بہرائچ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدالفطر کے دن روزہ رکھنا حرام اور ناجائز ہے پس امام

---

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغتسل يوم الفطر ويوم الاضحى.
(أخرجه ابن ماجه، في سننه، ''ما جاء في صلاة العيدين، باب ما جاء في الإغتسال في العيدين'': ج۱، ص:۹۳)
(و) ندب أي سن أن (يغتسل) وتقدم أنه للصلاة لأنه صلى الله عليه وسلم كان يغتسل يوم الفطر، ويوم النحر، ويوم عرفة...... قوله: (تقدم أنه للصلاة ذكر السرخسي عن الجوهر: يغتسل بعد الفجر فإن فعل قبله أجزاه، ويستوى في ذلك الذاهب إلى الصلاة القاعد لأنه يوم زينة...... واختار في الدرر أيضاً كون الغسل والنظافة فيه لليوم فقط، وعلله في النهر بأن السرور فيه عام فيندب فيه التنظيف لكل قادر عليه صلى أم لا.
(أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين'': ص:۵۲۹)

صاحب نے جونماز عید پڑھائی وہ تو ادا ہوگئی اس لیے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ روزہ رکھنے کا گناہ ان کے ذمہ پر ہے جس سے ان پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کریں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کتبه: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱/۱۱/۱۴۳۱ھ) نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نمازِ عیدین سے قبل نعت وغیرہ پڑھنا

(۱۰۸) **سوال:** (۱) عیدین کی نماز سے قبل نعت ترانہ وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) زید عیدین کی نماز پڑھاتا ہے اور بعد نماز خطبہ میں فحش غلطیاں کرتا ہے اور اس عیدگاہ میں اس بستی کے حضرات نماز کے لیے آتے ہیں اب چند حضرات ان کی فحش غلطیوں کو دیکھ کر متنفر ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ان امام صاحب کو معزول کردیا جائے اور چند حضرات ان کے موافق ہیں معزول کرنا نہیں چاہتے ہیں تا آنکہ نزاع کی شکل اختیار کرلیا ہے لہٰذا ایسے ماحول میں ان امام صاحب کو عیدین کی نماز پڑھانا صحیح ہے یا نہیں قرآن حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ابوبکر، گریڈ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر نماز کے مقررہ وقت میں گنجائش ہو تو تقریر یا نعت وغیرہ پڑھنا درست ہے اور تقریر میں نماز عیدین کے مسائل اور احکام کو بیان کرنا بہت ہی زیادہ بہتر ہے۔

(۲) نماز عیدین کا خطبہ واجب ہے اس میں غلطی نہ ہونی چاہئے اس لئے اول تو انہیں امام کو

---

(۱) ویکره صوم یوم العیدین وأیام التشریق...... ولا قضاء علیه إن شرع فیها ثم أفطر، کذا في الکنز هذا في ظاهر الروایة عن الثلاثة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصوم: الباب الثالث فیما یکره للصائم وما لا یکره'': ج۱، ص:۲۶۳)

(وأما) القسم السادس وهو (المکروه فهو قسمان تنزیها ومکروه تحریماً...... (والثاني) الذي کره تحریماً (صوم العیدین) الفطر والنحر للإعراض عن ضیافة اللّٰه ومخالفة الأمر. (أحمد بن إسماعیل الطحطاوي، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ''کتاب الصوم: فصل، في صفة الصوم وتقسیمه'': ص:۶۴۰)

چاہئے کہ خطبہ پڑھنے کی مشق کریں تا کہ غلطی نہ ہونے پائے اور لوگوں کا اعتراض ختم ہو جائے۔ تاہم اگر معقول وجہ ناراضگی کی ہو تو ایسے امام کو خود ہی امامت سے سبکدوش ہو جانا چاہئے تا کہ نماز جیسا اہم فریضہ کسی دوسرے امام کے پیچھے لوگ باتفاق ادا کر سکیں۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۹/۵/۱۴۳۱ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

عید کے دن مسجد میں تقریر کرنا

(۱۰۹) **سوال:** عید کے دن عید کی نماز سے قبل مسجد میں تقریر کا پروگرام رکھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: شبیر موسیٰ پٹیل، بھروچ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مسجد میں عید کی نماز ہو رہی ہے اور نماز عید سے پہلے تقریر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس مسجد میں عید کی نماز نہیں ہو رہی ہے تو پھر وہاں پر تقریر وغیرہ کے پروگرام کے بجائے عیدگاہ جانے کے لیے تیاری کی جائے اور عید کی نماز کے لیے جائیں۔ (۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۲۳/۱۰/۱۴۲۵ھ)

مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) قوله: (ويعلم الأضحية وتكبير التشريق في الخطبة) لأنها شرعت لتعليم أحكام الوقت ...... فينبغي للخطيب أن يعلمهم أحكامه في الجمعة التي قبل عيد الأضحى كما أنه ينبغي له أن يعلمهم أحكام صدقة الفطر ليتعلموها ويخرجوها قبل الخروج إلى المصلى..... ويستفاد من كلامهم أن الخطيب إذا رأى بهم حاجة إلى معرفة بعض الأحكام فإنه يعلمهم إياها في خطبة الجمعة خصوصا في زماننا من كثرة الجهل وقلة العلم فينبغي أن يعلمهم أحكام الصلاة كما لا يخفى. (ابن نجيم، البحر الرائق، ’’كتاب الصلاة: باب العيدين‘‘: ج ۲، ص: ۲۸۵) ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

❁❁❁

...... گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(۲) قوله: (ويعلم الأضحية وتكبير التشريق في الخطبة) لأنها شرعت لتعليم أحكام الوقت ...... فينبغي للخطيب أن يعلمهم أحكامه في الجمعة التي قبل عيد الأضحى كما أنه ينبغي له أن يعلمهم أحكام صدقة الفطر ليتعلموها وخرجوها قبل الخروج إلى المصلىٰ...... ويستفاد من كلامهم أن الخطيب إذا رأى بهم حاجة إلى معرفة بعض الأحكام فإنه يعلمهم إياها في خطبة الجمعة خصوصا في زماننا من كثرة الجهل وقلة العلم فينبغي أن يعلمهم أحكام الصلاة كما لا يخفى. (ابن نجيم، النحر الرائق، "كتاب الصلاة:باب العيدين": ج۲،ص:۲۸۵)

قوله: (وهكذا الخ)...... ويستفاد من كلامهم أن الخطيب إذا رأى حاجة إلى معرفة بعض الأحكام فإنه يعلمهم. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لا يبقى بعد موته": ج۳،ص:۵۸)

ويعلم الناس صدقة الفطر وأحكامها، وهي خمسة.....وفي عيد النحر يكبر الخطيب ويسبح، ويحظ الناس، ويعلمهم أحكام الذبح والنحر والقربان، كذا في التتار خانية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين": ج۱،ص:۲۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الجنائز

فصل اول: میت کو غسل دینے کا بیان

فصل ثانی: میت کی تجہیز و تکفین کا بیان

فصل ثالث: جنازہ کے احکام کا بیان

فصل رابع: جنازے کی نماز کا بیان

فصل خامس: میت کے ایصال ثواب کا بیان

فصل اول

میت کو غسل دینے کا بیان

کورونا میں مرنے والوں کے غسل کا حکم

(۱) **سوال:** کورونا میں مرنے والوں کے غسل کا کیا حکم ہے؟ بعض مرتبہ میت کی لاش کو پلاسٹک میں لپیٹ کر دیا جاتا ہے کیا اس کو کھول کر غسل دیا جائے بعض مرتبہ اس کو کھولنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے، بعض مرتبہ لوگ خود بھی ڈرتے ہیں اس کو کھولنے سے اس صورت میں میت کے غسل کا کیا طریقہ اور کیا حکم ہے تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: دانش، بھاگل پور

الجواب وباللہ التوفیق: میت کو غسل دینا واجب اور ضروری ہے؛ بلکہ نماز جنازہ کی صحت کے لیے شرط ہے، اگر بلا غسل کے میت پر نماز پڑھی گئی تو وہ نماز درست نہ ہوگی؛ بلکہ غسل کے بعد نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ چناں چہ مجمع الانہر میں ہے:

”وشرطها) أي شرط جواز الصلاة عليه (إسلام الميت) فلا تصح على الكافر لقوله تعالى: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ (سورة التوبة:۸۴) (وطهارته) فلا تصح على من لا يغسل، لأن له حكم الإمام حتى لو صلوا على ميت قبل أن يغسل تعاد الصلاة بعد الغسل“[۱]

المحیط البرہانی میں ہے:

”فدل أن الغسل واجب لإزالة نجاسة ثبتت بالموت كرامة للآدمي بخلاف

(۱)عبد الرحمن بن محمد، مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنائز، فصل في الصلاة على الميت“ دارالکتب العلمیہ، بیروت: ج۱، ص:۲۶۸۔

سائر الحیوانات"[1]

"قوله: (جرد عن ثيابه)......وغسلـه فرض كفاية بالإجماع كالصلاة عليه، وتجهيزه ودفنه حتى لو اجتمع أهل بلدة على ترك ذلك قوتلوا، بحر ونهر"[2]

حتی الامکان کوشش کی جائے کہ میت کو غسل ضرور دیا جائے، عالمی ادارہ صحت نے بھی اس کی وضاحت کی ہے کہ میت کو چھونے سے بیماری نہیں پھیلتی ہے؛ اس لیے گھر والوں کو محض خوف کی وجہ سے میت کے غسل شرعی جیسے فریضہ کو ترک کرنا جائز نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اندیشہ قوی ہو اور حکومتی ہدایات بھی سخت ہوں تو ایسی صورت میں میت کو احتیاطی تدابیر کو ملحوظ رکھ کر غسل دیا جائے، جس طرح احتیاطی تدابیر کے ساتھ ڈاکٹر علاج کرتے ہیں اور نرسیں دیکھ بھال کرتی ہیں، اسی طرح احتیاطی تدابیر کے ساتھ ان کے غسل کا بھی اہتمام کیا جائے۔ کم از کم پائپ کے ذریعہ ہی اس کے جسم پر اچھی طرح پانی پہونچا دیا جائے، مجبوری میں پانی کے بہانے کو بھی غسل کے درجہ میں رکھا گیا ہے۔ چناں چہ مراقی الفلاح میں ہے:

"وكان الميت متفسخا يتعذر مسحه، كفى صبُّ الماء عليه"[3]

"و المنتفخ الذي تعذر مسه يصب عليه الماء"[4]

اگر ہسپتال کی طرف سے میت کو پلاسٹک میں پیک کر کے دیا جا رہا ہو اور اس کو کھولنے کی اجازت نہ ہو تو بھی غسل کی حتی الامکان کوشش کی جائے، اس صورت میں ہسپتال کے عملہ کو بھی غسل کے لیے تیار کیا جا سکتا ہے وہ غسل دے کر میت کو کور میں پیک کریں ان کا دیا ہوا غسل بھی کافی ہو

---

(۱) برهان الدين محمود بن أحمد، المحيط البرهاني، "كتاب الصلاة: الفصل الأربعون في الجنائز": دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج۲،ص:۱۴۵۔

(۲) أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مرافي الفلاح شرح نور الايضاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز" دارالکتاب، دیوبند، ص:۵۶۷.

(۳) ابن العلاء، الفتاویٰ التاتارخانية، "كتاب الصلاة: الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، القسم الأول في نفس الغسل" مکتبہ زکریا، دیوبند: ج۳،ص:۱۰؛ وجماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في غسل الميت": مکتبہ فیصل، دیوبند، ج۱،ص:۲۱۹)

(۴) حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز": مکتبہ الاسعدی، سہارنپور، ص:۲۱۰.

جائے گا۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو میت کو کور میں پیک کرنے سے پہلے اس کو تیمّم کرادیا جائے، یہ تیمّم غسل کے قائم مقام ہو جائے گا۔

لیکن اگر غسل اور تیمّم بھی نہ کیا گیا اور مکمل پیک کر کے اس طرح دیا گیا کہ اس کو کھولنا ممکن نہیں ہے اس طور پر کہ حکومتی عملہ بھی ساتھ میں ہے جو اس کے لیے تیار نہیں ہے تو ایسی صورت میں میت سے غسل کا حکم ساقط ہو جائے گا اور اس میت پر بلا غسل کے ہی جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے دونوں ہاتھ کٹے ہوں تو اس پر سے غسل کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے، مقطوع الیدین والرجلین سے وضو کا حکم ساقط ہو جاتا ہے اس لیے کہ وضو اور تیمّم کا محل باقی نہیں رہا اسی طرح جس شخص کو بلا غسل کے اس طرح کور میں لپیٹ دیا گیا کہ اس کو کھولنا ممکن نہیں ہے تو وہ شخص غسل کا محل باقی نہیں رہا اس لیے اس سے غسل کا حکم ساقط ہو جائے گا۔

اور اگر حکومت کی طرف سے اس کو دفن بھی کر دیا گیا تو اس صورت میں بھی اس کے غسل کا حکم ساقط ہو جائے گا، اس کو قبر سے نکال کر دوبارہ غسل نہیں دیا جائے گا۔ چناں چہ امام محمدؒ نے اس کی صراحت کی ہے کہ اگر کسی کو غسل کے بے بغیر ہی دفن کر دیا گیا تو اب اس کو قبر سے نکال کر غسل نہیں دیا جائے گا۔

”قلت: أرأيت قوما صلوا على ميت قبل أن يغسل ثم ذكروا بعد ما صلوا عليه، كيف يصنعون؟ قال: يغسل الميت، ويعيدون الصلاة عليه، قلت: فإن لم يذكروا غسله حتى دفنوه هل ينبش القبر ثم يغسل ويصلي عليه؟ قال: لا، قلت: فلم أمرتهم بغسله وقد صلوا عليه؟ قال: أمرتهم بغسله ما دام في أيديهم، فإذا دفن فلا آمرهم أن ينبشوا القبر“(۱)

”(الثامن) منها (زوال ما يمنع المسح) على البشرة (كشمع وشحم)؛ لأنه يصير به المسح عليه لا على الجسد“(۲)

(۱)محمد بن حسن، الأصل، المعروف بالمبسوط للشيباني، ”كتاب الصلاة: باب غسل الميت من الرجال و النساء“: دار ابن حزم، بیروت، ج۱، ص:۳۶۰، ۳۶۱۔

(۲)أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الطهارة: باب التيمم“: ص:۱۲۱۔

’’(تيمم لو) كان (أكثره) أي:أكثر أعضاء الوضوء عدداً وفي الغسل مساحة (مجروحاً) أو به جدري اعتباراً للأكثر (وبعكسه يغسل) الصحيح ويمسح الجريح‘‘(۱)

’’قوله:(عن مسح نفس الموضع) والعجز عن المسح يستلزم العجز عن الغسل، حلبي‘‘(۲)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۳/۱/۱۴۴۲ھ)

غسل کے وقت میت کے پاؤں قبلہ رخ کرنا

(۲)**سوال:** مسلمان میت کے پاؤں قبلہ کی طرف کرکے اس کو غسل دینا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسماعیل، شاملی

الجواب وباللہ التوفیق: غسل کے وقت میت کو قبلہ کی طرف پیر کرکے لٹانا اور قبلہ کی طرف منہ کرکے لٹانا دونوں روایتیں ہیں جو صورت آسان ہو اختیار کرلی جائے۔

’’وكيفية الوضع عند بعض أصحابنا:الوضع طولا كما في حالة المرض إذا أراد الصلاة بإيماء، ومنهم من اختار الوضع كما يوضع في القبر، والأصح: أنه يوضع كما تيسر، كذا في الظهرية‘‘(۳)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۹/۸: ۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الطهارة: باب التيمم‘‘: مکتبہ زکریا دیوبند، ج۱، ص: ۴۲۹، ۴۳۰۔

......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

جنبی میت کو دو غسل دینا ضروری ہے یا ایک غسل کافی ہے؟

(۳)**سوال:** زید کی وفات حالت جنابت میں ہوئی تو میت کو دو غسل دیں گے یا ایک ہی غسل کافی ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالرشید، غازی آباد

الجواب وباللہ التوفیق: ایک غسل کافی ہے، دو غسل کی ضرورت نہیں ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عارف قاسمی (۳۰/۱/۱۴۲۰ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(۲)أحمد بن إسماعيل، خاشية الطحطاوي على الدر المختار، ''كتاب الطهارة: باب المسح على الخفين'': ج۱، ص:۱۴۴، ط: مکتبۃ الاتحاد.

(۳)جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون، في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل'': ج۱، ص:۲۱۸.

ولم يبين في الكتاب كيفية وضع التخت إلى القبلة طولا أو عرضا، فمن أصحابنا رحمهم الله من اختار الوضع طولا كما كان يفعله في مرضه إذا أدا الصلاة بالإيماء، ومنهم من اختار الوضع عرضا كما يوضع في القبر؛ و قال شمس الأئمة السرخسي رحمه الله: وعلى الأصح أنه يوضع كما تيسر، فإن ذلك يختلف باختلاف الأماكن والمواضع. (محمود أحمد برباني، المحيط البرهاني، ''كتاب الصلاة: الفصل الأربعون في الجنائز، قسم آخر في بيان كيفية الغسل'': ج۲، ص:۱۵۵)

ويقدم الرأس في حال حمل الجنازة؛ لأنه من أشرف الأعضاء، فكان تقديمه أولى، ولأن معنى الكراهة في التقديم. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ''كتاب الصلاة: فصل في حمله على الجنازة، مکتبہ زکریا، دیوبند: ج۲، ص:۴۴)

(۱)عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه لقي النبي صلى الله عليه وسلم في طريق من طرق المدينة وهو جنب، فانسل فذهب فاغتسل، فتفقده النبي صلى الله عليه وسلم، فلما جاءه قال: أين كنت يا أبا هريرة؟ قال: يا رسول الله لقيتني وأنا جنب، فكرهت أن أجالسك حتى أغتسل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سبحان الله! إن المؤمن لا ينجس. (أخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب الحيض، باب الدليل على أن المسلم لا ينجس'': اعظم پبلیشرز، دیوبند، ج۱، ص:۱۶۲، رقم:۳۷۱)

الغسل وجنب لنجاسة الموت لا بسبب الحدث. (برهان الدين محمود بن أحمد، المحيط البرهاني في الفقه المعاني، ''كتاب الصلاة: الفصل الأربعون في الجنائز'': ج۲، ص:۱۵۳)

میت کے موئے زیرناف کاٹے جائیں گے یا نہیں؟

(۴) **سوال:** ایک شخص تقریباً دو ماہ بیمار رہا اور اسی حالت میں انتقال ہوگیا، تو کیا مرنے والے کے موئے زیرناف کاٹے جائیں گے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ارشد، بلند شہر

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ اس کے بال زیرناف نہ اتارے جائیں کیوں کہ ستر عورت فرض ہے اور بالوں کا صاف کرنا سنت ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۸/۲۱، ۱۴۰۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

غسل دینے کے بعد میت کے بدن سے خون نکلا

(۵) **سوال:** میت کو غسل دیا گیا بعد میں اس کے بدن سے خون بہنے لگا یا کوئی اور نجاست تو کفن بدلنے کی یا دھونے کے ضرورت ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: زاہداللہ، افغانستان

الجواب وباللہ التوفیق: میت کو غسل دینے کے بعد اگر کوئی نجاست نکلے تو اس کو صاف کر دینا چاہئے، دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں ہے اور کفن دینے کے بعد نکلنے والی نجاست کا اعتبار

---

(۱) قوله: (ولا يسرح شعره ولحيته ولا يقص ظفره وشعره) لأنها للزينة وقد استغنى عنها، والظاهر أن هذا الصنيع لا يجوز. قال في القنية: أما التزين بعد موتها والامتشاط وقطع الشعر لايجوز، والطيب يجوز، والأصح أنه يجوز للزوج أن يراها. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الجنائز" مكتبہ اشرفیہ، دیوبند: ج۲، ص: ۳۰۴)

(۲) ولا ينتف إبطه ولا يحلق شعر عانته، ويدفن بجميع ما كان عليه. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون: في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل": ج۱، ص: ۲۱۹)

نہیں ہے۔ دوبارہ غسل دینے اور کفن بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تجہیز وتکفین میں آسانی رکھی گئی ہے، اگر دوبارہ غسل وتکفین کا مکلّف بنایا گیا تو حرج لازم آئے گا۔ اس لئے میت کو اسی کفن میں دفن کر دیا جائے، البتہ گندگی صاف کر دینے میں حرج نہیں ہے۔

”إذا تنجس الكفن بنجاسة الميت لايضر دفعا للحرج، بخلاف الكفن المتنجس ابتداء، اهـ. وكذا لو تنجس بدنه بما خرج منه إن كان قبل أن يكفن غسل و بعده، لا“(۱)

”ويشترط طهارة الكفن إلا إذا شق ذلك لما في الخزانة أنه أن تنجس الكفن بنجاسة الميت لا يضر دفعا للحرج بخلاف الكفن المتنجس ابتداء. اهـ“(۲)

”وفي المضمرات عن الخزانة إذا كفن في كفن نجس لا تجوز الصلاة عليه بخلاف ما لو نجس بنجاسة الميت لأن فيه ضرورة، وبلوى، ولا كذلك الكفن النجس ابتداء. اهـ“(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۲/۲۵ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

لاش تین ماہ بعد ملی اس کو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

(۶) سوال: میرے ایک عزیز کا سعودی میں انتقال ہو گیا تھا، ان کی نعش تین ماہ بعد ایک

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في صلاة الجنازة“: ج۳، ص:۱۰۳.

(۲) أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة عليه“: ص:۵۸۲.

(۳) أيضاً:، ”باب أحكام الجنائز“: ج۱، ص:۵۶۹.

تابوت میں پیک آج ملی ہے، جو سڑ چکی ہے۔ کیا کرنا ہے؟ جلد جواب دیں کرے گی۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسرائیل، محی الدین پور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت سڑ چکی ہے، اگر ممکن ہو تو اس پر پانی بہا دیا جائے ورنہ غسل کی بھی ضرورت نہیں ہے، اس پر نماز جنازہ لازم نہیں ہے۔ اس کو پورے تابوت سمیت دفن کر دیا جائے۔

''ولو كان الميت متفسخًا يتعذر مسحه، كفى صبُّ الماء عليه''(۱)

''لا يصلي عليه بعد التفسخ، لأن الصلاة شرعت على بدن الميت فإذا تفسخ لم يبق بدنه قائمًا''(۲)

''(ولا بأس باتخاذ تابوت) ولو من حجر أو حديد (له عند الحاجة) كرخاوة الأرض قوله: (ولا بأس باتخاذ تابوت الخ)......وإلّا كره الخ''(۳)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۰/۴/۱۴۴۳ھ)

جنبی میت کو غسل دینا:

(۷) **سوال:** اگر میت حالت جنابت یا حالت حدث میں ہو تو اس کو نہلاتے وقت کلی کرانا یا ناک میں پانی ڈالنا کیا حکم رکھتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عباس، سیتاپوری

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل''، ج۱، ص:۲۱۹. ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ صورت میں میت کو نہلاتے وقت کلی کرانا یا ناک میں پانی ڈالنا ضروری نہیں۔ البتہ روئی یا کپڑے سے ناک کا صاف کر دینا اور دانتوں کو صاف کر دینا چاہئے۔

''ویوضأ من یؤمر بالصلاة بلا مضمضة و استنشاق للحرج''(۱)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

غسل کے وقت میت کی ران دیکھنا:

(۸) **سوال:** میت کو غسل دیتے وقت میت کی ران کو دیکھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عابد، کرناٹکی

الجواب وباللہ التوفیق: میت کو غسل دیتے وقت میت کی ران کو دیکھنا جائز نہیں ہے، جس طرح زندہ شخص کی ران دیکھنا جائز نہیں ہے ٹھیک اسی طرح میت کی ران کو بھی دیکھنا جائز نہیں ہے۔

''عن علي رضي اللہ عنه، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تبرز فخذك ولا تنظرن إلى فخذ حي ولا میت''(۲)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(۲) ابن نجیم، البحر الرائق، ''کتاب الجنائز: فصل السلطان أحق بصلاته''؛ ج ۲، ص: ۳۲۰.
(۳) الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''کتاب الصلاة:......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

میت کے غسل کا حکم:

(۹)**سوال:** میت کے غسل کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالرزاق، علی گڑھ

الجواب وبالله التوفيق: میت کو غسل دینا مسلمان زندوں پر واجبی حق ہے اور یہ حق سنت اور اجماع امت وغیرہ سے ثابت ہے۔

اگر مسلمانوں میں سے بعض لوگ میت کو غسل دیدیں تو تمام مسلمانوں کی جانب سے یہ حق ساقط ہو جائے گا۔

”غسل الميت حق واجب على الأحياء بالسنة وإجماع الأمة كذا في النهاية، ولكن إذا قام به البعض سقط عن الباقين، كذا في الكافي“(۱)

الجواب صحيح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
كتبه: محمد احسان غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

مرد کا میت عورت کو غسل دینا:

(۱۰)**سوال:** میت مرد کو اگر عورتیں غسل دیں یا میت عورت کو مرد حضرات غسل دیں تو شرعاً کیا حکم ہے؟

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... باب صلاة الجنازة“: ج۳،ص:۱۴۰۔

(۱)الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنائز، مطلب في القراءة عند الميت“: ج۳،ص:۸۶۔

(۲)أخرجه أبو داود، في سننه، ”كتاب الجنائز: باب في ستر الميت عند غسله“: ج۲،ص:۴۴۸، رقم: ۳۱۴۰۔

(۱)جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل“: ج۱،ص:۲۱۸۔

نیز چھوٹے بچوں کے غسل کے احکام بھی تحریر کیجئے۔

فقط: والسلام

المستفتی: دلشاد خان، میرٹھ

الجواب وباللہ التوفیق: شرعاً مردوں کو غسل دینے کا حکم یہ ہے کہ مرد حضرات مرد میت کو غسل دیں اور خواتین عورت میت کو غسل دیں اور مرد کا غسل دینا میت عورت کو اور عورت کا غسل دینا میت مرد کو جائز نہیں ہے۔

اور بچوں کا حکم یہ ہے کہ اگر بچہ چھوٹا ہے مشتہی نہیں ہے اور کوئی مرد غسل دینے والا نہیں ہے تو جائز ہے کہ اس کو عورتیں غسل دیں اسی طرح اگر چھوٹی بچی ہے مشتہات بھی نہیں ہے اور کوئی عورت غسل دینے والی نہیں ہے تو مرد حضرات کے لئے جائز ہے کہ اس کو غسل دیں۔

”ویغسل الرجال الرجال والنساء النساء ولا یغسل أحدھما الآخر فإن کان المیت صغیراً لا یشتھی جاز أن یغسله النساء وکذا إذا کانت صغیرۃ لا تشتھی جاز للرجال غسلھا“(۱)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبه: محمد احسان غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

میت کو غسل دینے کے بعد پوسٹ مارٹم کیا گیا تو کیا دوبارہ غسل دینا ہوگا؟

(۱۱) سوال: ہمارے یہاں ایک شخص کا کار اکسیڈنٹ میں انتقال ہوگیا، جب ہم نے غسل دیدیا تو پولیس والے آگئے اور لاش کو اٹھا کر پوسٹ مارٹم کے لئے لے گئے، ہم نے بہت منت سماجت کی مگر وہ نہیں مانے، تو ایسے صورت میں کیا پوسٹ مارٹم کے بعد دوبارہ غسل دینا ہوگا یا پہلا

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة،”کتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز الفصل الثاني في الغسل“: ج۱، ص:۲۲۰.

غسل ہی کافی ہوگا؟

فقط: والسلام

المستفتی: احمد اللہ، سیتاپوری

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت مطہرہ میں عام حالات میں تو اپنی مرضی سے پوسٹ مارٹم کرانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ انسان کے مرنے کے بعد بھی اس کی بے حرمتی کی کسی صورت اجازت نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ پوسٹ مارٹم میں انسان کی سخت بے حرمتی پائی جاتی ہے، البتہ اگر قانونی مجبوری ہو اور پولیس والے زبردستی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے جائیں تو ان کے ساتھ نزاع نہیں کرنا چاہئے۔

بہر حال جب میت کو ایک مرتبہ غسل دیدیا گیا تو دوبارہ پوسٹ مارٹم کے بعد اس کو غسل دینا ضروری نہیں ہے، ہاں اگر جسم کے کسی حصہ سے خون وغیرہ نکلے تو اسے روئی یا کپڑے کے ذریعہ صاف کردیا جائے تاکہ کفن خراب نہ ہو۔

”والواجب هو الغسل مرة واحدة ......فإن خرج منه شيئ غسله ولا يعيد غسله ولا وضوئه ثم ينشفه بثوب كيلا تبتل أكفانه“(۱)

”و لا بأس بجعل القطن على وجهه و في مخارقه كدبر و قبل و أذن و فم“(۲)

”ولا يعاد غسله و لا وضوءه بالخارج منه“(۳)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۶/۱/۲۷ھ، ۲۰۲۴/۸/۳ء)

---

(۱)جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل“: ج۱،ص:۲۱۸.

(۲)الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة عند الميت“: ج۳،ص:۸۸.

(۳)أيضاً.

کیا پوسٹ مارٹم کے بعد غسل دینا ضروری ہے یا تیمّم کافی ہے؟

(۱۲) **سوال:** اگر کسی کا ا کسیڈنٹ ہو گیا اور پھر اس کا پوسٹ مارٹم ہوا جس میں سینے پر ٹانکے لگے ہوتے ہیں، تو ایسی صورت میں غسل دینا ضروری ہے یا تیمّم کرا دیا جائے؟ بعض مرتبہ میت کی حالت دیکھ کر کوئی قریب نہیں جانا چاہتا اور غسل دینا بہت مشکل ہو جاتا ہے تو کیا کرے؟

فقط: والسلام

المستفتی: نبیل احمد، جھارکھنڈ

الجواب وباللہ التوفیق: میت کو غسل دینا میت کے حقوق میں سے ہے، پوسٹ مارٹم کے بعد میت کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ اس کو غسل دیا جا سکتا ہے، اس لئے پوسٹ مارٹم کے بعد بھی میت کو غسل ہی دیا جائے گا۔

بسا اوقات میت کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ کوئی اس کے قریب نہیں جانا چاہتا ہے، ایسی صورت میں غسل دینا بہت دشوار کن معاملہ ہو جاتا ہے، لہٰذا ایسی حالت میں غسل کی نیت سے میت کے بدن پر پانی بہا دینا بھی کافی ہو جائے گا، البتہ اگر میت ایسی حالت میں ہو کہ پانی پڑنے سے گلنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں غسل نہ دیا جائے بلکہ تیمّم کرا دیا جائے۔

’’قال النووي رحمه الله: (إذا تعذر غسل الميت لفقد الماء أو احترق بحيث لو غسل لتهرى، لم يغسل بل ييمم، وهذا التيمم واجب؛ لأنه تطهير لا يتعلق بإزالة نجاسة، فوجب الانتقال فيه عند العجز عن الماء إلى التيمم كغسل الجنابة، ولو كان ملدوغاً بحيث لو غسل لتهرى أو خيف على الغاسل يمم لما ذكرناه‘‘[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۶/۱/۲۷ھ، ۲۰۲۴/۸/۳ء)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) نووی، المجموع: ج۵، ص:۱۷۸۔

لاش خراب ہو رہی ہو تو اس کو غسل دینا کیسا ہے؟

(۱۳) **سوال:** ایک شخص کا انتقال ہوا، تین دن گزر گئے تدفین نہیں ہوئی اور اس کی لاش سڑنے لگی، تو کیا اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

فقط: والسلام
المستفتی: ناصر حسین، ممبئی

الجواب وباللہ التوفیق: میت کی تجہیز وتکفین وتدفین میں جلدی کرنے کا حکم ہے، بلا وجہ تاخیر کرنا گناہ کی بات ہے، اگر کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہو جائے اور لاش سڑنے لگے اور خراب ہونے لگے اور میت کو مسنون طریقہ پر غسل دینا ممکن نہ رہا ہو تو صرف اس کے جسم پر پانی بہا دینا کافی ہوگا ورنہ تیمّم ہی کرا دیا جائے اور پھر اس کو مسنون کفن دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور اگر اس طرح پانی بہانا بھی ممکن نہ ہو تو ایک کپڑے میں کفن دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور پھر تدفین کردی جائے گی۔

”و لو كان الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه، كذا في التتارخانية ناقلا عن العتابية“(۱)

”(و) آدمي (منبوش طري) لم يتفسخ (يكفن كالذي لم يدفن) مرة بعد أخرى (و إن تفسخ كفن في ثوب واحد)“(۲)

”و شرطها: إسلام الميت و طهارته ما دام الغسل ممكنا“(۳)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۷/۱/۱۴۴۶ھ، ۳/۸/۲۰۲۴ء)

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل“: ج۱، ص:۲۱۹.

(۲) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في الكفن“: ج۳، ص:۹۹.

(۳) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون، في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت“: ج۱، ص:۲۲۴.

شوہر کا میت بیوی کو یا بیوی کا میت شوہر کو غسل دینے کا حکم:

(۱۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو موت کے بعد شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی یہ مشہور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بعد وفات غسل دیا تھا کیا یہ روایت درست ہے؟ بالتفصیل مدلل جواب دے کر ممنون ومشکور ہوں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ارشد، مظفر نگر

الجواب وبالله التوفيق: واضح رہے کہ کتبِ فقہ میں لکھا ہے کہ موت کے بعد شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، مگر شوہر کے انتقال کی صورت میں دورانِ عدت مرحوم شوہر کا حق بیوی پر برقرار رہتا ہے اور عدت کے دوران عدت مکمل ہونے تک نکاح بھی قائم رہتا ہے، اس لیے اگر میت کو غسل دینے والا کوئی مرد نہ ہو تو اس صورت میں بیوی شوہر میت کو غسل دے سکتی ہے۔

”ويمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر إليها على الأصح، وهي لا تمنع من ذلك“(۱)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کی روایت کا ایک معنی یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے غسل کے لیے پانی وغیرہ مہیا فرمایا تھا اور غسل دینے والی صحابیاتؓ کا تعاون کیا تھا جیسا کہ ایک روایت سے اس جانب اشارہ ملتا ہے۔ دوسرا مطلب بعض فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے، لہٰذا دوسروں کے لیے دلیل نہیں بن سکتا۔

”عن عمارة بن المهاجر عن أم جعفر أن فاطمة رضي الله عنهما بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت: يا أسماء! إذا أنا مت فاغسليني أنت وعلي بن أبي طالب رضي الله عنه فغسلها علي وأسماء رضي الله عنهما“(۲)

(۱) تنوير الأبصار مع الدر المحتار: ”باب صلاة الجنازة“: ج۳، ص:۹۰۔

(۲) تمرتاشي، أخرجه البيهقي في سننه: ج۳، ص:۵۵۶، رقم ۶۶۶۰۔

’’عن عون ن محمد عن أمه عن أسماء بنت عميس أن فاطمة رضي اللّٰه عنهما بنت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أوصت أن يغسلها زوجها على بن أبى طالب رضي اللّٰه عنه، فغسلها هو وأسماء بنت عميس‘‘(۱)

’’فتحمل رواية الغسل لعلي رضي اللّٰه عنه على معنى التهية والقيام التام بأسبابه،ومن ثبتت الرواية فهو مختص به:الا ترى أن ابن مسعود رضي الله عنه لما اعترض عليه بذلك أجابه بقوله:أما علمت أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن فاطمة زوجتك في الدنيا والآخرة،فادعاءه الخصوصية دليل على أن المذهب عندهم عدم الجواز‘‘(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ،محمد عارف قاسمی،امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی،محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط:واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۴ھ،۱۱/۷/۲۰۲۳ء)

۞۞۞

(۱)أخرجه البيهقي في سننه:ج۳،ص:۵۵۶،رقم:۲۲۶۱،دارالكتب العلمية: بيروت.

(۲)الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة عند الميت‘‘:ج۳،ص:۹۰.

فصل ثانی

تجہیز وتکفین

مردہ سمجھ کر قبر کھودی گئی، پھر وہ شخص تندرست ہوگیا، تو قبر کو کس طرح بند کریں؟

(۱۵)**سوال:** کسی آدمی کا انتقال ہوگیا قبر کھودی گئی، پھر وہ زندہ ہوگیا تو اس کی قبر کو خالی بند کر دیا جائے یا اناج وغیرہ ڈال کر بند کیا جائے یہ جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: اکرام، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: اناج وغیرہ ڈال کر بند کرنا صحیح نہیں، ویسے ہی اس کو بند کر دیا جائے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۰/۶:۸/۱۴۰۸ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (خطيب تبريزى، مشكوٰة المصابيح، "باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول": مکتبہ تھانوی، دیوبند، ص:۲۷، رقم:۱۴۰)

أنكر الخطابي ومن تبعه وضع الجريد اليابس، وكذلك ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشيئ. (بدر الدين العيني، عمدة القاري، "كتاب الطهارة: باب ما جاء في غسل البول": ج۳، ص:۱۲۱)

عورت کا قبرستان جانا کیسا ہے؟

(۱۶) **سوال:** عورت کا قبرستان میں جانا ٹھیک ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: اکرام، سہارنپور

الجواب وبالله التوفيق: جائز ہے، مگر نوحہ وگریہ کی اجازت نہیں۔ نوحہ وغیرہ کے بغیر بھی اس صورت میں جائز ہے جب کسی نسوانی فتنہ کا خوف نہ ہو۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۸:۶/۱۰ /۱۴۰۸ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کورونا سے مرنے والوں کی تجہیز وتکفین کا حکم

(۱۷) **سوال:** اگر کورونا سے متأثر شخص کی موت ہوجائے تو اس کی تجہیز وتکفین کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبداللہ، ممبئی

الجواب وبالله التوفيق: موت کا ایک وقت متعین ہے اور ہر شخص کو اس کے اپنے متعین وقت میں موت آتی ہے اس سے پہلے نہیں، چاہے کسی بھی مرض سے موت آئی ہو (۲) اس لیے

---

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قد كنت نهيتكم عن زيارة القبور فقد أذن لمحمد في زيارة قبر أمه فزوروها، فإنها تذكر الآخرة. (أخرجه الترمذي، في سننه، "أبواب الجنائز، باب ما جاء في الرخصة في زيارة القبور": دارالاشاعت، دیوبند، ج۱، ص: ۲۰۳، رقم: ۱۰۵۴)

قال الخير الرملي: إن كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلا تجوز، وعليه حمل حديث "لعن الله زائرات القبور" وإن كان للاعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين فلا بأس إذا كن عجائز، ويكره إذا كن شواب كحضور الجماعة في المساجد. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في زيارة القبور": ج۳، ص: ۱۵۱)

(۲) ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (سورة الأعراف: ۳۴)

اگر کسی کی موت کورونا سے ہوجائے تو اس کے ساتھ بھی عام میت جیسا ہی سلوک کیا جائے گا۔ تاہم اگر اطباء کی رائے ہے کہ اس کو چھونے سے مرض منتقل ہوسکتا ہے تو جن احتیاطی تدابیر کے ساتھ ڈاکٹر اس کا علاج کرتا ہے، انہی احتیاطی تدابیر کے ساتھ اس کے غسل اور تجہیز وتکفین کا نظم کیا جائے۔[۱] کورونا سے وفات پائے ہوئے شخص کو بھی حسب موقع واستطاعت غسل دینا، اس کی تجہیز وتکفین کرنا واجب اور ضروری ہے۔[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۴/۱: ۱۴۴۱ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

قبر کھودنے کی اجرت

(۱۸) **سوال**: قبر کھودنے کی اجرت جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد امین اکرم، کشمیر

الجواب وبالله التوفيق: قبر کھودنے کی اجرت شرعاً جائز ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ اجرت نہ لی جائے۔[۳]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۰/۴: ۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) ولو كان الميت متفسخا يتعذر مسحه، كفى صب الماء عليه، كذا في التتارخانية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل": ج۱، ص: ۲۱۹، مکتبہ فیصل، دیوبند)

(۲) ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورة البقرة: ۲۸۶) ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

بوقت تدفین قبروں پر جوتا رکھنا

(۱۹) **سوال:** جنازے کی تدفین کے وقت قبروں کی مٹی پر جوتا پہن کر جا سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: سلمان، سہارنپور

الجواب وبالله التوفيق: جا سکتے ہیں، مگر بے ادبی کی وجہ سے احتیاط اولیٰ ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۲/۱۰/۱۴۰۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

ہجڑے کی نماز و تدفین

(۲۰) **سوال:** (۱) زنخے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

(۲) اس کو دفن کرنے کا کون سا طریقہ ہے؟

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(۳) وفي التجريد: رجل استأجر قوما يحملون جنازة، أو يغسلون ميتا، إن كان في موضع لا يجد من يغسله غير هؤلاء، ومن يحمله غير هؤلاء فلا أجر لهم، وإن كان ثمة أناس فلهم الأجر وحفر الحفار على هذا. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الإجارة: الباب السادس عشر: في مسائل الشيوع في الإجارة، والإستئجار على الطاعات والمعاصي والأفعال المحبة": ج۴، ص:۴۸۹)

رجل حفر قبرا فأرادوا دفن ميت آخر فيه، إن كانت المقبرة واسعة يكره، وإن كانت ضيقة جاز، ولكن يضمن ما أنفق صاحبه فيه، كذا في المضمرات. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحاي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من مكان إلى آخر": ج۱، ص:۲۲۷)

(۱) ويكره أن يبنى على القبر، أو يقعد، أو ينام عليه، أو يوطأ عليه الخ. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن، والنقل من مكان إلى آخر": ج۱، ص:۲۲۷)

لا يوطأ القبر إلا لضرورة ويزار من بعيد ولا يقعد، وإن فعل يكره. (الحصكفي، الدرالمحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في إهداء ثواب القراءة للنبي صلى الله عليه وسلم": ج۳، ص: ۱۵۴)

(۳)اس کو کون نہلائے گا مرد یا عورتیں اور اس کون سا کفن دیا جائے گا؟

فقط: والسلام
المستفتی: زبیر احمد، ہریدوار

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱)زنخا اگر نا جائز امور اختیار کرتا رہا تو سخت گنہگار ہے، مگر مسلمان ہے؛ اس لیے اس کی نماز نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے۔

(۲)مسلمانوں کے طریقہ پر اس کو دفن کیا جائے گا۔

(۳)مرد اس کو نہلائے گا اور مردوں والا اس کو کفن دیا جائے گا۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۵/۱۰/۱۴۱۳ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کفن دینے کے بعد بچے ہوئے کپڑے کا استعمال کرنا

(۲۱)**سوال:** میت کو کفن دینے کے بعد اگر کچھ کپڑا بچ جائے تو اس کو کسی دوسرے کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: ظفر احمد کشمیری

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کفن میت کے مال سے بنایا گیا ہو تو باقی کپڑا میت کا ترکہ ہے اور اگر کسی نے تبرعاً کفن دیا ہو تو باقی کپڑا مالک کا ہے اور اگر اس تبرع کرنے والے یا سب

---

(۱)ویصلي علی کل مسلم مات بعد الولادة، صغیراً کان أو کبیراً ذکراً کان أو أنثی، حراً کان أو عبداً، إلا البغاة وقطاع الطریق ومن بمثل حالهم. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون، في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة علی المیت'': ج۱، ص: ۲۲۴)

وقوله صلی اللّٰه علیه وسلم: ''صلوا علی کل بر وفاجر''. (أحمد بن إسماعیل، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ''کتاب الصلاة: باب أحکام الجنائز، فصل: الصلاة علیه'' دارالکتاب، دیوبند: ص: ۵۸۰)

ورثہ کی رضامندی سے صدقہ کر دیا جائے تو بھی درست ہے، نیز اس کے استعمال میں کوئی شرعاً قباحت نہیں ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ(۱۵/۶:۸/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کسی خاص قبرستان میں تدفین کی وصیت

(۲۲) **سوال:** میرے والد ماجد کے انتقال کے دن ایک پرچی ملی جس پر والد نے ایک نقشہ بنایا ہوا تھا اور اپنی تدفین کی جگہ معین کی تھی، جو کہ شہر سے تقریباً ۳۰ رکلومیٹر دور آبائی قبرستان میں ہے؛ لیکن ہم لوگوں نے شہر میں ہی ہمارے ننہالی قبرستان میں دفن کر دیا، یہ سوچ کر کے اتنی دور کیوں لے کر جائیں گے بعد میں زیارت کے لئے بھی مواقع کم ہوں گے، کیا اس طرح والد کی وصیت کا لحاظ نہ کرنا گناہ ہے، اور اگر ہے تو پھر اس کی تلافی کس طرح کی جائے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد، ہاپوڑ

الجواب وبالله التوفيق: والد صاحب کی شہر سے باہر دوسرے قبرستان میں دفن کرنے کی وصیت معتبر نہیں ہے۔ اس لیے ورثہ کا ان کی اس وصیت پر عمل نہ کرنا جائز اور درست ہے۔ اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

’’ولو أوصى بأن يحمل بعد موته إلى موضع كذا ويدفن هناك، ويبنى هناك رباطا من ثلث ماله، فمات ولم يحمل إلى ذلك الموضع، قال أبو القاسم: وصيته بالرباط جائزة، ووصيته بالحمل باطلة، ولو حمله الوصي يضمن ما أنفق في

(۱) رجل مات في مسجد قوم، فقام أحدهم وجمع الدراهم ففضل من ذلك شيء، إن عرف صاحب الفضل رده عليه، وإن لم يعرف كفن به محتاجاً آخر، وإن لم يقدر على صرفه إلى الكفن يتصدق به على الفقراء، كذا في فتاوى قاضي خان. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون: في الجنائز، الفصل الثالث في التكفين‘‘: ج۱، ص:۲۲۲)

الحمل إذا حمله الوصي بغير إذن الورثة،وإن حمل بإذن الورثة لا يضمن''(۱)

''قوله:(ولا بأس بنقله قبل دفنه)قيل مطلقا ،وقيل إلى ما دون مدة السفر ،وقيده محمد بقدر ميل أو ميلين،لأن مقابر البلد ربما بلغت هذه المسافة فيكره فيما زاد. قال في النهرعن عقدالفرائد:وهو الظاهر .اهـ.وأمانقله بعددفنه فلا مطلقا''(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ،محمد عارف قاسمی
امانت علی قاسمی،محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط:واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۶/۷/۱۴۴۲ھ)

میت کے کفن کا مسنون طریقہ

(۲۳)**سوال:** محترم مفتی صاحب!میت یعنی مردوعورت کوکفن دینے کا سنت طریقہ کیا ہے؟دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے یا الگ الگ؟بحوالہ جواب دے کرممنون ومشکور فرمائیں۔

فقط:والسلام
المستفتی:محمد نواز شاہ،رامپور،یوپی

الجواب وباللہ التوفیق: مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں:

(۱)ازار:سر سے پاؤں تک(۲)لفافہ:اس کو چادر بھی کہتے ہیں یہ ازار سے ایک ڈیڑھ ہاتھ لمبا ہوتا ہے(۳)قمیص:یعنی کرتا بغیر آستین اور بغیر کلی کے گلے سے پیروں تک۔

مرد کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ:چارپائی پر پہلے لفافہ بچھائیں پھر ازار اس کے بعد کرتا۔پھر مردے کو اس پر لے جاکر پہلے کرتا پہنا دیں،پھر ازار لپیٹ دیں،اس طرح کہ پہلے بائیں طرف لپیٹا جائے پھر دائیں طرف(تاکہ داھنی طرف اوپر رہے)پھر چادر لپیٹیں،پہلے بائیں طرف پھر

(۱)جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية ،''كتاب الوصايا:الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصية والتي لا تكون وصية وما تجوز من الوصية ومالا يجوز'':ج۶،ص:۱۱۲۔

(۲)الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في دفن الميت فروع في الجنائز'':ج۳،ص:۱۴۶۔

دائیں طرف پھر کسی پٹی وغیرہ سے پیروں اور سر اور کمر کے پاس سے کفن کو باندھ دیں، تاکہ راستہ میں کھل نہ جائے۔

عورتوں کے کفن کے مسنون کپڑے پانچ ہیں:

(۱) ازار (۲) لفافہ (۳) قمیص بغیر آستین اور کلی کے (۴) سینہ بند سینہ سے رانوں تک (۵) خمار (سر بند) تین ہاتھ لمبا، خلاصہ یہ کہ تین کپڑے تو وہی ہیں جو مرد کے ہیں اور دو کپڑے (سینہ بند اور سر بند) زائد ہیں۔

عورت کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ: پہلے چادر (لفافہ) بچھائیں اس کے بعد سینہ بند رکھیں، اس کے اوپر ازار پھر کُرتا۔ پھر میت کو کفن پر لے جا کر پہلے کرتا پہنائیں، اور سر کے بالوں کے دو حصے کر کے کُرتے کے اوپر سینے پر ڈال دیں، ایک حصہ داہنی طرف ایک حصہ بائیں طرف۔ اس کے بعد سر بند کو سر اور بالوں پر ڈال دیں اس کو نہ باندھیں نہ لپیٹیں، پھر ازار لپیٹ دیں پہلے بائیں طرف پھر داھنی طرف۔ اس کے بعد سینہ بند باندھیں، پھر چادر لپیٹیں پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف، اس کے بعد پیر سر اور کمر کے پاس سے کفن کو پٹیوں سے باندھ دیں، تاکہ ہوا وغیرہ سے راستہ میں کھل نہ جائے۔

"(ويسن في الكفن له إزار وقميص ولفافة. (درمختار) قوله: (إزار الخ) وهو مين القرن إلى القدم والقميص من أصل العنق إلى القدمين بلا دخريص وكمين، واللفافة تزيد على ما فوق القرن والقدم"(۱)

"(ولها درع) أي قميص (وإزار وخمار ولفافة وخرقة تربط بها ثدياها) وبطنها. (درمختار) وفي الشامي: خمار: ما تغطى به المرأة رأسها. قال الشيخ إسماعيل:ومقداره حالة الموت ثلاثة أذرع. قوله: (وخرقة) والأولى أن تكون من الثديين إلى الفخذين"(۲)

---

(۱)الحصكفي،الدر المحتار مع رد المحتار،"كتاب الصلاة:باب صلاة الجنازة،مطلب:في الكفن":ج۳،ص:۹۵.

(۲)أيضا:ج۳،ص:۹۶،۹۷؛و أحمد بن إسماعيل،حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز" :ص:۵۷۸؛وجماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون":ج۱،ص:۲۲۱.

’’(تبسط اللفافة) أولاً (ثم يبسط الإزار عليها ويقمص ويوضع على الإزار ويلف يساره ثم يمينه، ثم اللفافة كذلك) ليكون الأيمن على الأيسر ......ويعقد الكفن إن خيف انتشاره‘‘(۱)

’’وأما المرأة فتبسط لها اللفافة والإزار على نحو ما بينّا للرجل، ثم توضع على الإزار، تلبس الدرع، ويجعل شعرها ضفيرتين على صدرها فوق الدرع، ثم يجعل الخمار فوق ذلك، ثم يعطف الإزار واللفاقة كما بينا في الرجل، ثم الخرقة بعد ذلك تربط فوق الأكفان فوق الثديين‘‘(۲)

’’وفي الشامي :تربط الخرقة على الثديين فوق الأكفان يحتمل أن يراد به تحت اللفاقة وفوق الإزار والقميص وهو الظاهر‘‘(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

تدفین میں تاخیر کا حکم

(۲۴) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز جنازہ کے بعد بلا عذر میت کو دفنانے میں تاخیر کرنا از روئے شریعت کیسا ہے؟ بحوالہ

(۱)الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في الكفن‘‘: ج ۳،ص:۹۸، ۹۹.

(۲)جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون، في الجنازة، الفصل الثالث في التكفين‘‘: ج۱،ص:۲۲۲.

(۳)الحصكفي،الدر المختار مع رد المحتار،’’كتاب الصلاة :باب صلاة الجنازة ،مطلب:في الكفن‘‘: ج۳،ص:۹۹.

جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: سمیع الحق، رانچی

الجواب وبالله التوفيق: نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد میت کو جلد دفن کرنے کا حکم حدیث مبارک میں وارد ہے، لہٰذا تدفین میں بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ اور خلافِ سنت ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میت کی تجہیز وتکفین میں جلدی کی جائے، اس حدیث کی بنا پر جو امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب نبی کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی عیادت کر کے واپس لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ ان میں موت سرایت کر چکی ہے، جب ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے خبر کرنا؛ تاکہ میں ان کی نماز پڑھاؤں اور ان کی تجہیز وتکفین میں جلدی کرو، اس لیے کہ مسلمان کی نعش کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کو اس کے گھر والوں کے درمیان روکا جائے۔ مزید علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میت پر موت کا اثر ظاہر ہوتے ہی فوراً تدفین اس لیے واجب نہیں کی گئی کہ کہیں یہ بے ہوشی نہ ہو، یعنی جب موت کا اطمینان ہو جائے تو پھر تدفین میں جلدی لازم ہوگی۔

’’قوله: (ويسرع في جهازه) لما رواه أبو داود عنه صلى الله عليه وسلم لما عاد طلحة بن البراء وانصرف قال: ’’ما أرى طلحة إلا قد حدث فيه الموت فإذا مات فآذنوني حتى أصلي عليه، وعجلوا به؛ فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني أهله والصارف عن وجوب التعجيل الاحتياط للروح الشريفة فإنه يحتمل الإغماء‘‘(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ’’كتاب الصلاة:...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

میت کا چہرہ دیکھنے اور دکھانے کا حکم

(۲۵) **سوال:** مفتی صاحب ہمارے یہاں ایک رواج ہے کہ جب کسی کی موت ہوتی ہے تو گاؤں کے لوگ خواہ مرد ہو یا عورت ہر کوئی آکر میت کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ مسئلہ پوچھنا ہے کہ چہرہ دیکھنا یا دکھانا درست ہے یا نہیں؟ اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے یا یہ لوگوں کا اپنا بنایا ہوا مسئلہ ہے۔ مدلل جواب دے کر اہل بستی پر احسان عظیم فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اسلام الدین، ارریہ

الجواب وبالله التوفيق: واضح رہے کہ مرد میت کا چہرہ مردوں اور محارم کے لیے نیز عورت کا عورتوں اور محارم کے لیے دیکھنا جائز ہے، البتہ میت کا چہرہ دیکھنا نماز جنازہ سے پہلے ہونا چاہیے چہرہ دیکھنے کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں موجود ہے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کفن نہ پہنانا جب تک کہ میں اُسے نہ دیکھ لوں، چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور (اسے دیکھ کر) اس پر جھک کر رونے لگے''۔

اس روایت کے حاشیے میں علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اسے کفن مت پہنانا...... الخ) ...... یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص میت کو دیکھنا چاہے اسے چاہیے کہ کفنانے سے پہلے اسے دیکھ لے، نیز اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ کفنانے کے بعد میت کو دیکھنا پسندیدہ نہیں ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے فرمایا کہ کفنانے کے بعد چہرہ دیکھنے میں میت کا کفن کھولنے کی ایک گونہ مشقت بھی ہے۔

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......باب صلاة الجنازة، مطلب: في أطفال المشركين'': ج۳، ص: ۸۳.

ويستحب أيضا: أن يسارع إلى قضاء دينه وإبرائه منه ويبادر إلى تجهيزه، ولا يؤخر. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الأول في المختصر'': ج۱، ص: ۲۱۸)

’’عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: لما قبض إبراهيم ابن النبي صلى الله عليه وسلم قال : لهم النبي صلى الله عليه وسلم لا تدرجوه في أكفانه حتى أنظر إليه فأتاه فانكب عليه وبكى. قوله: (لا تدرجوه) من الإدراج أي لا تدخلوه والحديث يدل على أن من يريد النظر فلينظر إليه قبل الإدراج فيؤخذ منه أن النظر بعد ذلك لا يحسن ويحتمل أنه قال ذلك لأن النظر بعده يحتاج إلى مؤنة الكشف‘‘(۱)

’’سألت يوسف بن محمد عمن يرفع الستر عن وجه الميت ليراه؟ قال: لا بأس به‘‘(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

میت قبر میں رکھنے کے بعد چہرہ کھلا رکھنا

(۲۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:
کیا میت کو قبر میں رکھ کر اس کا چہرہ ڈھپنا چاہیے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: فضل غنی

الجواب وباللہ التوفیق: میت کو قبر میں اتار کر کفن کے سر، درمیانے حصے اور

(۱) حاشية السندي على سنن ابن ماجه ،’’كتاب الجنائز :باب ما جاء في النظر إلى الميت إذا أدرج في أكفانه‘‘:ج۱،ص:۴۵۰.

(۲) ابن العلاء ،الفتاویٰ التاتار خانية،’’كتاب الصلاة :الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز ،فصل في الكافر يموت وله ولي مسلم‘‘:ج۳،ص:۷۸،زکریا بکڈ پو،دیوبند.

قدموں کی طرف کفن میں لگی گانٹھیں کھول دینا کافی ہے۔ چہرہ کھولنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ قبر میں اتارنے کے بعد چہرہ دکھانے کے سلسلے میں بعض حضرات نے رشتہ داروں کے لیے گنجائش دی ہے کہ قبر میں اتارنے کے بعد رشتہ دار کو چہرہ کھول کر دکھایا جاسکتا ہے، لیکن چہرہ کھلا رکھنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔

''سالت یوسف بن محمد عمن یرفع الستر عن وجه المیت لیراہ؟ قال: لا بأس به''(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۵/۲/۱۴۴۵ھ، ۱۲/۹/۲۰۲۳ء)

میت کے سجدے کی جگہ کافور ملنا:

(۲۷) **سوال:** میت کے سجدے کی جگہوں پر کافور لگانا یا ملنا شرعاً کیسا ہے؟ بعض لوگ اسے ضروری سمجھتے ہیں شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالمنان، جھارکھنڈ

الجواب وباللہ التوفیق: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے سجدے کی جگہوں پر کافور لگانے کا حکم دیا ہے، لہٰذا میت کے سجدے کی جگہوں پر کافور لگانا سنت ہے اور مقصد ان اعضاء کی تعظیم وتکریم اور جلد از جلد کیڑوں کی غذا بننے سے بچانا ہے۔

''والکافور علی مساجدہ کرامة لها، قوله علی مساجدہ مواضع سجودہ جمع

---

(۱) ابن العلاء، الفتاویٰ التاتارخانیة، ''کتاب الصلاة: الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، فصل: في الكافر يموت وله ولي مسلم'': ج۳،ص:۷۸.

مسجد بالفتح لا غیر وھو الجبھة والأنف والیدان والرکبتان والقدمان فتح‘‘(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۲/۲/۱۴۴۶ھ، ۲۶/۸/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

میت کے ناخن اور بال کاٹنا:

(۲۸)**سوال**: میت کے ناخن اور بال کاٹنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شہزاد، پورنیہ

الجواب وباللہ التوفیق: میت کے ناخن اور بال جس حالت پر ہوں اسی حالت پر چھوڑ دیے جائیں ناخن اور بالوں کا کاٹنا یہ سب زندگی کے افعال ہیں، مرنے کے بعد میت جس ہیئت پر ہے اسی ہیئت پر چھوڑ دینا ضروری ہے خواہ وہ ناخن اور بال بڑے ہی کیوں نہ ہوں۔

’’ولا یقص ظفرہ ولا شعرہ‘‘(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۲/۲/۱۴۴۶ھ، ۲۶/۸/۲۰۲۴ء)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی،
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’کتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة عند المیت‘‘: ج۳، ص:۸۹۔

(۲)الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’کتاب الصلاة :باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة عند المیت‘‘: ج۳، ص:۸۹۔

میت کو سرمہ لگانا:

(۲۹)**سوال:** مرنے کے بعد میت کو سرمہ لگانا یا اس کو زیب وزینت کرانا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد تابش، میدپور، میرٹھ

الجواب وباللہ التوفیق: مرنے کے بعد میت کو سرمہ لگانا اور زیب وزینت کرانا درست نہیں ہے، کیوں کہ سرمہ لگانا اور زیب وزینت کا اختیار کرنا یہ زندگی کے امور ہیں مرنے کے بعد ان سب چیزوں کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔

''أي يكره تحريماً لما في القنية من أن التزيين بعد موتها والامتشاط وقطع الشعر لا يجوز''(۱)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

میت کے مال سے تجہیز وتکفین کرنا:

(۳۰)**سوال:** اگر کسی میت پر کوئی خرچ نہ کرنا چاہے تو کیا میت کے مال میں سے دین اور وصیت اور وراثت کی ادائیگی سے پہلے تجہیز وتکفین کی جا سکتی ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عمران، مہاراشٹر

الجواب وباللہ التوفیق: میت کے مال میں سب سے پہلے حق اسی کا ہے، لہٰذا اگر اس کے مال میں سے کفن سنت کے بقدر تجہیز وتکفین کا انتظام کیا جائے تو درست ہے۔

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في القراءة عند الميت''، ج۳، ص:۸۹.

''والكفن من ماله إن كان له مال ويقدر على الدين والوصية والإرث إلى قدر السنة،ما لم يتعلق لعين ماله حق الغير''(۱)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

خواتین کو کفن پہنانے کا طریقہ کیا ہے؟

(۳۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:
میت کو جو ازار یا قمیص دی جاتی ہے اس کو میت کے جسم پر کہاں سے کہاں تک لپیٹنا چاہیے؟ نیز عورت کو کفن میں جو خرقہ فقہاء نے لکھا ہے اس کو کفن پہنانے میں کس طرح شامل کیا جائے؟ یعنی عورت کو پورا کفن پہنانے کی ترتیب کیا ہوگی؟ تفصیل سے قرآن وحدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسلام الدین، کبیر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: میت کی قمیص گردن سے لے کر پاؤں تک اور چادر پیر سے لے کر سر تک ہوتی ہے۔ نیز عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چارپائی وغیرہ پر پہلے لفافہ بچھا دیا جائے گا پھر اس پر ازار بچھائیں گے، پھر قمیص کا نچلا حصہ بچھا کر اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دیں گے، اس کے بعد میت کو رکھا جائے گا اور کرتے کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا ہوا تھا اسے سر کی طرف الٹ دیں گے اس کے بعد سر کے بالوں کے دو حصے کر کے سینے کے اوپر ڈال دیں گے، پھر سر اور بالوں پر خمار (سربند) ڈالا جائے گا بغیر باندھے اور لپیٹے

(۱) جماعة من علماء الهند ،الفتاوى الهندية،''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث في التكفين'': ج۱،ص:۲۲۲۔

ہوئے، اس کے بعد ازار لپیٹ دیں گے پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف، سینہ بند (خرقہ) باندھ دیں گے، اس کے بعد چادر لپیٹ دیں گے، البتہ خرقہ کو سر بند (خمار) کے بعد ازار سے پہلے بھی باندھ سکتے ہیں۔

''قوله (إزار الخ) هو من القرن إلى القدم، والقميص من أصل العنق إلى القدمين بلاد حريص و كمين''(۱)

''والإزار من القرن إلى القدم واللفافة كذلك والقميص من أصل العنق إلى القدم كذا في الهداية''(۲)

''وأما المرأة فتبسط لها اللفافة والإزار على نحو ما بينا للرجل، ثم توضع على الإزار وتلبس الدرع، ويجعل شعرها ضفيرتين على صدرها فوق الدرع، ثم يجعل الخمار فوق ذلك ثم يعطف الإزار واللفافة، كما بينا في الرجل، ثم الخرقة بعد ذلك تربط فوق الأكفان فوق الثديين، كذا في المحيط''(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۴ھ، ۱۱/۷/۲۰۲۳ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

۞۞۞

(۱) ابن عابدين، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في الكفن'': ج۳، ص:۹۵.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث في التكفين'': ج۱، ص:۲۲۱.

(۳) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثالث في التكفين'': ج۱، ص:۲۲۲.

فصل ثالث

جنازہ کے احکام کا بیان

کورونا میں مرنے والوں کو جلانا

(۳۲)**سوال:** کورونا میں مرنے والے مسلمانوں کو بعض جگہ پر دفن کرنے کے بجائے جلایا جارہا ہے کیا مسلمانوں کے جنازے کو جلانا جائز ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبداللہ، ممبئی

الجواب وباللہ التوفیق: میت کو جلانا میت کی توہین ہے اور ایک انسان جس طرح اپنی زندگی میں قابل احترام ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی قابل احترام ہے، ایک مسلمان کا یہ حق ہے کہ جب اس کا انتقال ہوجائے، تو اس کے جنازے کی نماز پڑھ کر اس کو دفن کرے، میت کو جلانا شرف انسانیت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ متوارث طریقہ کے بھی خلاف ہے؛ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک میت کو دفن کیا جاتا رہا؛ اس لیے اس کی کوشش ہونی چاہیے کہ اس کو عام قبرستان میں دفن کیا جائے؛ کیوں کہ بظاہر قبرستان میں دفن کرنے سے زندوں میں اس کا وائرس منتقل نہیں ہوسکتا ہے اور مرنے کے بعد مٹی میں دفن ہونے کے چند دنوں بعد سب کچھ ختم ہوجاتا ہے؛ اس لیے مسلمانوں کو محض وہم اور خوف کی وجہ سے اس وبا میں مرنے والے مسلمانوں کو اس کے حق سے محروم نہیں کرنا چاہیے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۴/۱/۱۴۴۱ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)حدثني محمد بن حمزة الأسلمي عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

سنی قبرستان میں شیعہ کی تدفین کرنا

(۳۲۳)سوال: شیعوں کو اپنے قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد منیب الحق، جانسٹھ، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شیعہ غالی نہ ہو، اس پر مسلمان ہونے کا فتویٰ ہو تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا درست ہے، لیکن اگر غالی شیعہ ہو جس پر کفر کا فتویٰ ہے تو سنی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔

’’وإن كانت الغلبة للمشركين، فإنه لا يصلي على الكل؛ ولكن يغسلون ويكفنون، ولكن لا على وجه غسل موتى المسلمين وتكفينهم، ويدفنون في مقابر

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

أمره على سرية قال: فخرجت فيها وقال: إن وجدتم فلانا فاحرقوه بالنار. فوليت فناداني فرجعت إليه فقال إن وجدتم فلانا فاقتلوه ولا تحرقوه فإنه لا يعذب بالنار إلا رب النار. (أخرجه أبو داود، في سننه، ’’كتاب الجهاد: باب في كراهية حرق العبد وبالنار‘‘ مکتبہ یاسر ندیم، دیوبند، ج۲، ص:۳۶۲، رقم:۲۶۷۴)

(کفایت المفتی، ’’کتاب الجنائز: بعنوان: میت کو جلانا جائز نہیں‘‘: دارالاشاعت کراچی، ج۴، ص:۶۳)

قوله: كسر عظم الميت مبتدأ وخبره هو ككسره حيا، والمعنى أن حرمة بنى آدم سواء في الحالتين، فكما لا يجور كسر عظم الحي فكذلك كسر عظم الميت، وذكر صاحب الخلاصة: ولا تكسرُ عظام اليهود إذا وجدت في قبورهم فعُلِم من هذا أن عظم الميت له حرمة سواء كان مسلما أو كافرا. (بدرالدين العينى، شرح أبي داود للعيني، ’’كتاب الجنائز: باب في اللحد‘‘: ج۶، ص:۱۵۸)

(ككسره حيا) يعني في الإثم كما في رواية. قال الطيبي: إشارة إلى أنه لا يهان ميتا كما لا يهان حيا قال بن الملك وإلى أن الميت يتألم. قال بن حجر ومن لازمه أنه يستلذ بما يستلذ به الحي انتهى. وقد أخرج بن أبي شيبة عن بن مسعود قال:أذي المؤمن في موته كأذاه في حياته قاله في المرقاة. (شمس الحق العظيم آبادى، عون المعبود شرح سنن أبي داود: ج۹، ص:۲۴)

(كسر عظم الميت) المسلم المحترم (ككسر عظم الحي في الإثم) لأنه محترم بعد موته كاحترامه حال حياته قال ابن حجر في الفتح: يستفاد منه أن حرمة المؤمن بعد موته باقية كما كانت في حياته. (مناوى، فيض القدير شرح الجامع الصغير، المكتبة التجارية الكبرىٰ، المصر: ج۴، ص:۲۰۷، رقم:۶۲۳۲)

المشرکین‘‘(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۱۲/۲۴ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جنت البقیع اور جنت المعلی کے علاوہ دیگر قبرستان میں تدفین کی فضیلت

(۳۴)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے حدود کے اندر جنت البقیع اور جنت معلیٰ کے علاوہ دیگر قبرستان بھی ہیں، ان میں جو مدفون ہیں کیا ان کو بھی وہی فضیلت حاصل ہوگی جو جنت البقیع اور جنت المعلی کے بارے میں وارد ہے۔

فقط: والسلام

المستفتی: مقداد علی، جدہ، سعودیہ عربیہ

الجواب وباللہ التوفیق: حرمین میں موت اور وہاں تدفین کی بڑی فضیلتیں روایات میں آئی ہیں، ترمذی شریف کی روایت ہے:

’’عن نافع عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من استطاع أن یموت بالمدینة، فلیمت بها؛ فإني أشفع لمن یموت بها‘‘(۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس سے ہو سکے کہ مدینہ منورہ میں مرے تو وہیں مرنے کی کوشش کرے؛ کیوں کہ جو یہاں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے:

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة ’’کتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون، في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل‘‘: ج۱، ص: ۲۲۰، مکتبہ فیصل، دیوبند۔

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه ’’أبواب المناقب عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، باب ماجاء في فضل المدینة‘‘: ج۲، ص: ۲۲۹، رقم: ۳۹۱۷، دارالاشاعت، دیوبند۔

’’عن زيد بن أسلم، عن أبيه عن عمر رضي الله عنه قال: اللهم ارزقني شهادة في سبيلك، واجعل موتي في بلد رسولك صلى الله عليه وسلم‘‘(۱)

زید بن اسلم اپنے والد سے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے دعا کی: یا اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما، اور مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت دے۔

’’عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من مات في أحد الحرمين استوجب شفاعتي، وكان يوم القيامة من الآمنين‘‘(۲)

جس کا انتقال حرمین میں سے کسی ایک میں ہوجائے تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی اور وہ امن والوں میں اٹھایا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چوں کہ یہی دونوں قبرستان تھے اس لیے خاص طور پر روایات میں ان دونوں قبرستانوں کا تذکرہ ہے لیکن مذکورہ تمام روایتوں میں حرمین یا مکہ و مدینہ کا تذکرہ ہے معلوم ہوا کہ حدودِ حرم میں کسی بھی قبرستان میں تدفین کی فضیلت ہے ہاں جنت البقیع اور جنت المعلی میں چوں کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین مدفون ہیں، ان دونوں قبرستانوں میں تدفین کی صورت میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا جوار بھی نصیب ہوتا ہے اس لیے ان دونوں قبرستانوں کی مزید فضیلت ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب	**الجواب صحیح:**
کتبہ: محمد امانت علی قاسمی	محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند	محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
(۱۴۴۴/۱۴/۱۲ھ)	مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه ’’كتاب فضائل المدينة: باب كراهية النبي صلى الله عليه وسلم أن تعرى المدينة‘‘: ج۱، ص: ۲۵۳، رقم: ۱۸۹۰.

(۲) أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، زاذان أبو عمرو، عن سلمان رضي الله عنه، دارالکتب العلمية، بيروت: ج ۶، ص: ۲۴۰، رقم: ۶۱۰۴.

مرنے کے بعد زوجین ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳۵)**سوال:** مرنے کے بعد زوجین ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں اور جنازے کو کندھا دے سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد امین اکرم، کشمیر

الجواب و باللہ التوفیق: شوہر بیوی ہر ایک دوسرے کا چہرہ مرنے کے بعد دیکھ سکتے ہیں اور کندھا بھی دے سکتے ہیں۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۰/۴/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جنائز کے چند سوالات

(۳۶)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) انتقال کے بعد میت کو فوراً غسل دینا چاہیے یا تاخیر سے؟
(۲) بغیر غسل دیے میت کے پاس سورۂ یٰسین یا کلمہ وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟
(۳) کسی عزیز رشتہ دار کی وجہ سے تجہیز و تکفین و تدفین میں تاخیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟
(۴) نماز جنازہ کے بعد یا قبر میں رکھے جانے کے بعد میت کا چہرہ دکھانا کیسا ہے؟
(۵) تدفین کے بعد قبر پر اذان پڑھنا حدیث سے ثابت ہے یا بدعت ہے؟
(۶) میت کی تدفین کے بعد جو کھانا کھلایا جاتا ہے اس کا کھانا درست ہے یا نہیں اور کون کون حضرات اس کھانے کو کھا سکتے ہیں؟

---

(۱)(ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح). (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: الحاصل في القراءة عند الميت'' مکتبہ زکریا، دیوبند: ج ۳، ص: ۹۰)

(۷) تیسرے دن یا چالیسویں دن میت کے گھر والوں کی جانب سے جو کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے ایسی دعوت کے اندر شرکت کرنا اور کھانا کیسا ہے؟

(۸) تیسرے دن یا چالیسویں دن کے علاوہ رشتہ دار اہل محلّہ کے لیے ڈیگ اتارنا باقاعدہ سب لوگوں کو مدعو کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۹) میت کے وارثین مروجہ کھانے کا انتظام کرنے کو منع کرتے ہیں لیکن رشتہ دار یا اہل محلّہ وارثین پر دباؤ ڈالتے ہیں جس سے رشتہ داری میں دراڑ کا بھی خدشہ ہے تو ایسی صورت میں میت کے گھر والوں کی جانب سے کھانے کا انتظام کرنا درست ہے یا نہیں دباؤ ڈالنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد سعود، دہرادون

الجواب و باللہ التوفیق: (۱) انتقال کے بعد میت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنے کا حکم ہے اس لیے انتقال کے فوراً بعد کفن دفن کی تیاری شروع کر دینی چاہیے اور جب کفن دفن تیار ہو جائے تو جلد از جلد غسل دے دینا چاہیے۔

(۲) میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے سامنے تلاوت کرنے کے سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر میت کو کسی پاک کپڑے سے مکمل ڈھانک دیا گیا ہو تو اس کے سامنے تلاوت کرنا بلا کراہت جائز ہے اور اگر میت کا جسم کھلا ہوا تو اس کے سامنے تلاوت کرنا مکروہ ہے تاہم تسبیح وغیرہ پڑھی جا سکتی ہے۔ اسی طرح جس کمرے میں میت ہو اس کے علاوہ دوسرے کمرے میں بھی بلا کراہت تلاوت جائز ہے۔

”تنبیه:الحاصل أن الموت إن كان حدثاً فلا كراهة في القراء ة عنده، وإن كان نجساً كرهت، وعلى الأول يحمل ما في النتف ،وعلى الثاني ما في الزيلعي وغيره، وذكر ط أن محل الكراهة إذا كان قريباً منه، أما إذا بعد عنه بالقراء ة فلا كراهة. اهـ. قلت:والظاهر أن هذا أيضاً إذا لم يكن الميت مسجى بثوب يستر جميع بدنه؛لأنه لو صلى فوق نجاسة على حائل من ثوب أو حصير لايكره فيما يظهر ،فكذا إذا قرأ عند نجاسة مستورة ،وكذا ينبغي تقييد الكراهة بما إذا قرأ جهراً ،قال في الحانية :وتكره

قراءة القرآن في موضع النجاسة كالمغتسل والمخرج والمسلخ وما أشبه ذلك ، وأما في الحمام فإن لم يكن فيه أحد مكشوف العورة وكان الحمام طاهراً لا بأس بأن يرفع صوته بالقراءة،وإن لم يكن كذلك :فإن قرأ في نفسه ولايرفع صوته فلا بأس به، ولا بأس بالتسبيح والتهليل وإن رفع صوته''(۱)

(۳) انتقال کے بعد میت کے کفن ودفن میں جلدی کرنے کا حکم ہے اس لیے کوشش کی جائے کہ جتنا جلدی ممکن ہو اس کے کفن دفن کا نظم کر کے غسل دے کر اور اس پر نماز جنازہ پڑھ کر میت کو آخری آرام گاہ تک پہنچادیا جائے بلاکسی شرعی یا قانونی مجبوری کے تاخیر کرنا پسندیدہ عمل نہیں ہے احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ ہاں اگر کوئی قریبی رشتہ یا ولی ہو اور اس کے انتظار کرنے میں میت میں کسی قسم کا تغیر واقع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو ولی کا انتظار کیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہاں بھی جلدی تدفین کے حکم کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

''فإذا حضرت للمصلّیٰ لا تؤخّر لزيادة المصلّي ولا غيره للأمر بالإسراع بها، نعم ينبغي انتظار الولي إن لم يخف تغيّره''(۲)

''قوله: (ويسرع في جهازه)؛ لما رواه أبو داود عنه صلى الله عليه وسلم لما عاد طلحة بن البراء وانصرف، قال :''ما أرى طلحة إلا قد حدث فيه الموت، فإذا مات فآذنوني حتى أصلي عليه، وعجلوا به؛ فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني أهله''، والصارف عن وجوب التعجيل الاحتياط للروح الشريفة؛ فإنه يحتمل الإغماء''(۳)

(۴) میت کا چہرہ دیکھنا درست ہے تاہم جنازہ کے تیار ہوجانے اور نماز جنازہ پڑھ لینے کے

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار،''كتاب الصلاة :باب صلاة الجنازة، مطلب: الحاصل في القراءة عند الميت'':ج۳،ص:۸۵.

(۲) علامه مناوی، فيض القدير شرح الجامع الصغير : ج۳،ص:۳۱۰،رقم:۳۴۷۸.

(۳) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في أطفال المشركين'':ج۳،ص:۸۳.

بعداب مزید تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ جنازہ سے پہلے ہی میت کا چہرہ دیکھ لیا جائے تاکہ نماز جنازہ کے بعد کسی قسم کی تاخیر نہ ہو لیکن اگر کسی قریبی رشتہ دار نے نہ دیکھا ہو تو اسے دکھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

’’سألتُ يوسف بن محمد عمن يرفع الستر عن وجه الميت ليراه؟ قال: لا بأس به‘‘(۱)

’’عن أنس بن مالك قال: لما قبض إبراهيم ابن النبي صلى الله عليه وسلم قال لهم النبي صلى الله عليه وسلم: لا تدرجوه في أكفانه حتى أنظر إليه فأتاه فأنكب عليه وبكى. قوله:(لا تدرجوه) من الإدراج أي لا تدخلوه ،والحديث يدل على أن من يريد النظر فلينظر إليه قبل الإدراج، فيؤخذ منه أن النظر بعد ذلك لا يحسن،ويحتمل أنه قال ذلك؛لأن النظر بعده يحتاج إلى مؤنة الكشف‘‘(۲)

(۵) میت کو قبر میں اتارنے یا دفن کرنے کے بعد اذان کہنا سنت نہیں؛ بلکہ بدعت ہے،علامہ شامی نے کتب شافعیہ کے حوالے سے قبر میں اتارنے کے وقت اذان کا تذکرہ کیا ہے لیکن ساتھ میں ابن حجر کے حوالے سے اس کی تردید بھی نقل کی ہے اس لیے قبر میں اتارنے کے بعد اذان کہنا بدعت ہے اس کا ثبوت کسی حدیث میں نہیں ملتا ہے۔

’’قوله:(لا يسن لغيرها) ......رأيت في كتب الشافعية أنه قد يسن الأذان لغير الصلاة، كما في أذان المولود، والمهموم، والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من إنسان أو بهيمة، وعند مزدحم الجيش، وعند الحريق، قيل وعند إنزال الميت القبر قياسا على أول خروجه للدنيا، لكن رده ابن حجر في شرح العباب‘‘(۳)

(۶) میت کے گھر خوشی کا ماحول نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ غم کا ماحول ہوتا ایسے ماحول میں کھانا

(۱)ابن العلاء، الفتاویٰ التاتارخانية، ’’كتاب الصلاة: الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز، فصل في الكافر يموت وله ولي مسلم‘‘:ج۳،ص:۷۸،رقم:۳۷۵۸.

(۲)حاشية السندي على سنن ابن ماجه:ج۱،ص:۴۵۰

(۳)أيضاً: ’’باب الأذان، مطلب: في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة‘‘:ج۲،ص:۵۰.

مناسب نہیں ہے؛ اس لیے جو لوگ اپنے گھر جا کر یا کسی اور جگہ جا کر کھانے کا نظم کر سکتے ہیں ان کو میت کے گھر نہیں کھانا چاہیے ہاں جو لوگ دور دراز سے آئے ہوں اور میت کے گھر والوں نے ان کے کھانے کا نظم کیا ہے تو ان کے لیے کھانا جائز ہے، میت کے گھر کھانا پکانے اور دعوتوں کی طرح کھانے کی جو رسم بن گئی ہے وہ قابل ترک ہے۔

’’و يحل للذين يطول مقامهم عنده وللذي يجيء من مكان بعيد، يستوي فيه الأغنياء والفقراء، ولا يجوز للذي لا يطول مسافته ولا مقامه‘‘(۱)

’’ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة الخ‘‘(۲)

(۷/۸/۹) تیجہ یا چالیسواں وغیرہ کرنا بدعت ہے اور اس میں شرکت کرنا یا کھانا کھانا ناجائز ہے۔ تیسرے دن یا دسویں دن یا کسی مخصوص دن میں میت کے نام پر کھانا پکانا اور اہل محلّہ کو اس کی دعوت دینا کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس میں بہت سے مفاسد جمع ہو جاتے ہیں اس لیے حضرات علماء نے اس کو مکروہ اور ناجائز لکھا ہے۔ خاص طور پر جب کہ برادری یا اہل محلّہ اور رشتہ داروں کا دباؤ تو بالکل ہی جائز نہیں ہے اور دباؤ کی بنا پر تیار کیا گیا کھانا ناجائز ہے؛ اس لیے کہ وہ کھانا جس میں کھلانے والے کی خوش دلی شامل نہ ہو وہ ناجائز ہے۔

’’يكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة ...... وفي البزازية: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول و الثالث وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقرّآء للختم أو لقراءة سورة الإنعام أو الإخلاص‘‘(۳)

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’كتاب الوصايا: الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصية والتي لا تكون وصية‘‘: ج۶، ص:۱۱۲.

(۲) ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، ’’كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في كراهة الضيافة من أهل الميت‘‘: ج۳، ص:۱۴۸.

(۳) ابن عابدين، ردالمختار على الدر المختار، ’’كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت‘‘: ج۳، ص:۱۴۸.

''عن أنس بن مالك أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لا یحل مال امرء مسلم إلا بطیب نفسه''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۹/۱۰/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

کورونا وائرس میں مرنے والے شہید کہلائیں گے؟

(۳۷)**سوال**: کیا کرونا سے مرنے والے شہید کہلائیں گے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبداللہ، ممبئ

الجواب و باللہ التوفیق: شہید کی دو قسمیں ایک شہادت حقیقی اور دوسرے دوسرے شہادت حکمی، شہید حقیقی تو اس کو کہتے ہیں کہ جو اللہ کے راستہ میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے شہید ہو جائے یا ظلما شہید ہو جائے اس کے احکام الگ ہیں اس کو نہ تو غسل دیا جاتا ہے اور نہ ہی کفن؛ بلکہ اسی کپڑے میں اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ شہید کی دوسری قسم شہید حکمی ہے جس کو شہید اخروی بھی کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنی طبعی موت کے علاوہ مرجائے، حدیث میں آتا ہے جو شخص طاعون میں مرجائے یا ڈوب کر مرجائے یا جل کر مرجائے یا پیٹ کے درد میں مرجائے وہ شہید ہے۔ اس اعتبار سے کورونا میں مرنے والے بھی شہید حکمی اور شہید اخروی کہلائیں گے، غسل، کفن، دفن اور جنازہ وغیرہ میں اس کے ساتھ عام میت جیسا معاملہ کیا جائے گا۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۴/۱/۱۴۴۱ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)علي ابن عمر، سنن دارقطني، ''کتاب البیوع''، ص: ۶۱۹، رقم: ۹۱، ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

میت کے سامنے معافی دلانا

(۳۸)**سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں:
میت کے پاس جنازہ سے پہلے کھڑے ہوکر معافی دلاتے ہیں یا قرضے معاف کراتے ہیں شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، کرناٹک

الجواب وباللہ التوفیق: میت کے انتقال کے بعد میت کے سامنے کھڑے ہوکر

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......مکتبہ دار ابن حزم، بیروت.

(۲)عن سلمان قال:أتيت رسول اللّه صلى الله عليه وسلم بالزكاة ثلاث مرار، فقال: ما تعدون الشهيد فيكم؟ قالوا:الذي يقتل في سبيل الله، قال: إن شهداء أمتي إذن لقليل، القتل في سبيل الله شهادة، والطاعون شهادة،والنفساء شهادة، والحرق شهادة، والغرق شهادة، والسل شهادة، والبطن شهادة. (أخرجه الطبراني في الكبير، مكتبه ابن تيميه القاهرة الطبعة الثانية:ج٦،ص:٢٤٧،رقم:٦١١٥)

وقوله: (والمبطون) قيل: المراد به من مات من إسهال، أو استسقاء وانتفاخ بطن، أو ممن يشتكي بطنه، أو من يموت بداء بطنه مطلقاً، أقول: وإنما كان بهذه المعاني من الشهداء لشدتها وكثرة ألمها. (العلامه عبد الحق الدهلوي، لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، ”كتاب الجنائز: باب عيادة المريض وثواب المرض“، ط:دار الكتب العلمية، بيروت، ج٤،ص:٢٧)

وأما الطاعون فهو قروح تخرج في الجسد فتكون في المرافق أو الآباط أو الأيدى أوالأصابع وسائر البدن ويكون معه ورم وألم شديد وتخرج تلك القروح مع لهيب ويسود ماحواليه أو يخضر أو يحمر حمرة بنفسجية كدرة ويحصل معه خفقان القلب والقيء وأما الوباء فقال الخليل وغيره هو الطاعون وقال هو كل مرض عام والصحيح الذى قاله المحققون أنه مرض الكثيرين من الناس في جهة من الأرض دون سائر الجهات ويكون مخالفا للمعتاد من أمراض في الكثرة وغيرها ويكون مرضهم نوعا واحدا بخلاف سائر الأوقات فإن أمراضهم فيها مختلفة. (نووى، شرح النووي على صحيح مسلم،”باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها“، ط:دار إحياء التراث العربي:ج١٤،ص:٢٠٤)

وإلا فالمرتث شهيد الآخرة،وكذا الجنب ونحوه، ومن قصد العدو فأصاب نفسه، والغريق والحريق والغريب والمهدوم عليه والمبطون والمطعون والنفساء والميت ليلة الجمعة وصاحب ذات الجنب ومن مات وهو يطلب العلم، وقد عدهم السيوطي نحو الثلاثين. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة:باب الشهيد،مطلب:في تعداد الشهداء“:ج٣،ص:١٦٤)

معافی دلانا یا قرضے معاف کرانا بالکل بے اصل اور بے حقیقت ہے، شرعا اس کی اجازت نہیں ہے، اور نہ ہی اس طرح کرنے سے قرضے معاف ہوتے ہیں۔ قرضے کی معافی کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں اپنے اختیار سے معاف کرے، مرض الموت میں بھی اگر معاف کرے تو معاف نہیں ہوتا ہے تو مرنے کے بعد کس طرح معاف ہوسکتا ہے۔ جہاں تک مسئلہ معافی دلانے کا ہے اس کی کیا صورت ہوتی ہے نہیں معلوم۔ ہاں میت کے لیے کسی بھی وقت معافی کی دعا کرنا درست ہے لیکن میت کسی کو معاف نہیں کرسکتا ہے اس لیے کہ موت کی وجہ سے اختیار ختم ہوجاتا ہے۔ (۱)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی	**کتبہ:** امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی	مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند	(۱۴۴۴/۳/۱ھ)

حالت نزع میں کلمہ کفر کا ادا ہونا:

(۳۹) **سوال:** حالت نزع میں اگر کسی کی زبان سے کلمات کفر نکل جائیں تو اس کا کیا حکم ہے آیا اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ کیا جائے گا یا کافروں جیسا؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالخالق، دربھنگہ

الجواب وباللہ التوفیق: حالت نزع میں اگر کسی کی زبان سے کلمۂ کفر نکل جائے تو اسے مومن ہی سمجھا جائے گا اس لیے کہ موت کے وقت عقل اپنے ٹھکانے پر نہیں رہتی ہے، لہٰذا اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے ساتھ مسلمان مُردوں جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔

”وما ظهر منه من كلمات كفرية يغتفر في حقه ويعامل معاملة موتى

(۱) أشرف علي تهانوي، أغلاط العوام: ص: ۲۰۲.

المسلمين حملا على أنه في حال زوال عقله ولذا اختار بعضهم زوال عقله قبل موته ذكره الكمال''(۱)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی،
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

میت پر نوحہ کرنا:

(۴۰)**سوال:** جب کسی شخص کا انتقال ہوجائے تو اس پر نوحہ کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: انیس الرحمٰن، کلکتہ

الجواب وباللہ التوفیق: جب کسی شخص کا انتقال ہوجائے تو اس پر نوحہ کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائے میت پر نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے، البتہ اگر کسی کی آنکھ سے آنسو نکل جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

''ويكره النوح والصياح في الجنازة ومنزل الميت لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن الصوتين الأحمقين ،صوت النائحة والمغنية ، فأما البكاء فلا بأس لما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه بكى على ابنه إبراهيم الخ''(۲)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

---

(۱)الحصكفي، الدر المختا مع رد المحتار ،''كتاب الصلاة :باب صلاة الجنازة، مطلب في أطفال المشركين''؛ج۳،ص:۸۲. ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

جنازہ کے آگے چلنا کیسا ہے؟

(۴۱)**سوال:** جنازہ کے آگے چلنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد امجد خان، بھوپال

الجواب وباللہ التوفیق: احناف کے نزدیک جنازہ کے آگے چلنا جائز ہے لیکن ادب کے خلاف ہے۔

”وندب المشي خلفها“(۱)

”فالمشي خلف الجنازة أفضل عندنا“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

موت کی خبر دینا:

(۴۲)**سوال:** کسی کا انتقال ہوجائے تو موت کی خبر دینا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد فرقان، تاؤلی

الجواب وباللہ التوفیق: کسی کا انتقال ہوجائے تو موت کی خبر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

.....گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ.....

(۲) کاسانی، بدائع الصنائع، ”کتاب الصلاة: باب الجنازة، فصل في حمله على الجنازة“: ج۲، ص:۴۵.

(۱) الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”کتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في حمل الميت“: ج۳، ص:۱۳۶.

(۲) کاسانی، بدائع الصنائع، ”کتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، فصل في حمله على الجنازة“: ج۲، ص:۴۴.

”ولا بأس بإعلام الناس بموته من أقربائه وأصدقائه وجيرانه ليؤدوا حقه بالصلاة عليه والدعاء“(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

الجواب صحيح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی،
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

❁❁❁

(۱) الكاساني، بدائع الصنائع، ”كتاب الصلاة: صلاة الجنازة“: ج ۲، ص: ۲۲.

فصل رابع:

جنازے کی نماز کا بیان

صحن مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

(۴۳)**سوال:** مسجد کے صحن میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں جب کہ اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: اخلاق احمد، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد کے اندر جنازہ کی نماز مکروہ ہے (۱) کیا جنگل میں اور بستی سے باہر بھی جگہ نہیں ہے اگر نہیں ہے تو گنجائش ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۲/۷/۱۴۱۴ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)قوله: (وتكره الصلاة عليه في مسجد الجماعة)،......وأما ما رواه مسلم وأبو داؤد أن عائشة لما توفي سعد بن أبي وقاص قالت: ادخلوا به له المسجد حتى أصلي عليه، وأنهما لم أنكروا ذلك عليها قالت: والله لقد صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابني بيضاء في المسجد سهيل، وأخيه، فيجاب عنه بأنه منسوخ وإلا لما أنكرت عليها الصحابة، أو محمولا على عذر كمطر أو على الخصوصية، أو على بيان الجواز الخ. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة عليه"، دارالکتاب، دیوبند: ص:۵۹۵)

ولا يصلي على ميت في مسجد جماعة لقوله عليه السلام من صلى على جنازة في المسجد فلا أجر له. (المرغيناني، هداية، "كتاب الصلاة: باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت": ج۱، ص:۱۸۱)

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

(۴۴) **سوال:** میت غائب پر عندالحنفیہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: راشد، لاتور

الجواب وباللہ التوفیق: میت پر غائبانہ نماز جنازہ احناف کے نزدیک مکروہ ہے اس لیے کہ روایات سے غائبانہ نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے، مختلف جنگوں میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین شہید ہوئے؛ لیکن آپ نے ان کی غائبانہ نماز نہیں پڑھی، صرف ایک واقعہ ہے کہ نجاشی کی نماز آپ نے پڑھی تھی اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان کی نماز وہاں نہیں پڑھی گئی تھی اور معجزانہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا جنازہ حاضر کر دیا گیا تھا؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی، غائبانہ نماز جنازہ کی کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میت کی حیثیت من وجہ امام کی ہوتی ہے اور نماز کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے جب کہ یہاں امام نہیں ہے۔

’’وزاد في فتح القدير وغيره شرطا ثالثا في الميت :وهو وضعه أمام المصلي فلا تجوز على غائب ولا على حاضر محمول على دابة أو غيرها ولا موضوع متقدم عليه المصلي؛ لأنه كالإمام من وجه‘‘(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۸/۳/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن نجيم، البحر الرائق، ’’كتاب الجنائز :فصل السلطان أحق بصلاته‘‘، دارالکتاب، دیوبند: ج۲، ص:۳۱۴.
(و) الرابع (حضوره أو حضور أكثر بدنه أو نصفه مع رأسه)، والصلاة على النجاشي كانت بمشهده كرامة له ومعجزه للنبي صلى الله عليه وسلم. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحاوي على مرافي الفلاح ’’كتاب الصلاة:باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة عليه‘‘: ص:۵۸۲)

نماز جنازہ میں صفوں کی ہیئت

(۴۵)**سوال:** نماز جنازہ میں بین الصفوف کس قدر فاصلہ ضروری ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: اقبال احمد، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جنازہ میں چوں کہ رکوع سجدہ نہیں ہے، اس لیے ہر دوصف کے درمیان اتنا فاصلہ کافی ہے کہ ایک صف والوں کا جسم دوسری صف والوں کے جسم سے چپچ نہ ہو۔ مثلاً ڈیڑھ دو بالشت کی فصل کافی ہے، لوگوں میں جو مشہور ہے کہ عام نمازوں کی طرح جنازہ میں بھی رکوع، سجدے کے بقدر فصل ہونا چاہئے اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کچھ ضرورت ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۳/۳/۷ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

زانیہ کی نمازِ جنازہ کا حکم

(۴۶)**سوال:** ایک عورت محض نام کی مسلمان تھی، ایک ہندو کے پاس رہتی تھی، اعلانیہ زانیہ تھی جب وہ مرگئی تو اس کی نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی ایک میانجی نے طمع نفس کی بناء پر نماز

---

(۱) مفتی محمود حسن گنگوہی، فتاوی محمودیہ، ''باب الجنائز''، ادارہ صدیق، ڈابھیل، گجرات: ج۸، ص: ۵۹۸، ۵۹۹.

(وأركانها التكبيرات والقيام)، لكن التكبيرة الأولى شرط باعتبار الشروع بها ركن باعتبار قيامها مقام ركعة كباقي التكبيرات كما في المحيط. (أحمد بن إسماعيل ،حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة:باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة عليه'':ص:۵۸۰، ۵۸۱)

(وركنها) شيئان :(التكبيرات) الأربع ......(والقيام). (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟'': ج۳، ص: ۱۰۵، ۱۰۶)

پڑھادی تو اس میانجی کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: افضال احمد، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: جب کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتی تھی اگر چہ فاجرہ اور فاحشہ تھی جب بھی اس کی نماز جنازہ پڑھنی فرضِ کفایہ تھی میانجی نے آکر نماز پڑھادی تو بہت ہی اچھا کیا۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۲/۷/۱۴۱۴ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

مرد وعورت کا جنازہ یکجا پڑھنا

(۴۷) **سوال:** مرد وعورت کا جنازہ ایک ساتھ رکھے ہوں، تو نماز جنازہ یکجا پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یا عورت کا جنازہ الگ سے ہی پڑھا جائے؟

فقط: والسلام
المستفتی: اخلاق احمد، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: الگ پڑھی جائے تو بہتر ہے، دونوں کو ساتھ رکھ کر پڑھنے کی بھی گنجائش ہے۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۲/۷/۱۴۱۴ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)(من قتل نفسه) ولو عمداً يغسل ويصلي عليه)، به يفتى، وإن كان أعظم وزراً من قاتل غيره، قوله: (به يفتى) لأنه فاسق غير ساع في الأرض بالفساد وإن كان باغياً على نفسه كسائر فساق المسلمين. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

نماز جنازہ کی امامت کا مستحق کون ہے؟

(۴۸) **سوال:** نماز جنازہ کی امامت کا اولین شرعی مستحق میت کا ولی اقرب ہے جو عالم فاضل ہو یا محلّہ کا مستقل امام ہے۔ از راہ عنایت حسب درجات ومراتب مستحق امامت جنازہ کی وضاحت فرمائیں کرم ہوگا۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبداللہ، کلکتہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی اعتبار سے مستحق امامت میت کا ولی اقرب ہے نہ کہ امام محلّہ۔ الاقرب فالاقرب اولیاء کو استحقاق حاصل ہے۔ اگر کوئی بھی ولی نہ ہو، تو شرعاً عام مسلمانوں پر اس کی ذمہ داری ہے اور امام محلّہ نماز پڑھائے تو اولیٰ ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۱/۱/۱۴۱۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟": ج۳،ص:۱۰۸)
لقوله صلى الله عليه وسلم :صلوا خلف كل بر وفاجر وصلوا على كل بر وفاجر وجاهدوا مع كل بر وفاجر رواه الدار قطني ،كما في البرهان. (أحمد بن إسماعيل،حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة:باب الإمامة، فصل في بيان الأحق بالإمامة": ص:۳۰۳)

(۲)(وإذا اجتمعت الجنائز فالإفراد بالصلاة لكل منها أولىٰ) وهو ظاهر (ويقدم الأفضل فالأفضل) إن لم يكن سق (وإن اجتمعن) ولو مع السبق (وصلى مرة) واحدة صح، وإن شاء جعلهم صفا عريضاً ويقوم عند أفضلهم وإن شاء (جعلها) أي الجنائز (صفا طويلاً مما يلي القبلة بحيث يكون صدر كل) واحد منهم (قدام الإمام)......(وراعي الترتيب) في وضعهم (فيجعل الرجال مما يلي الإمام ثم الصبيان بعدهم) أي بعد الرجال ثم الخناثى، ثم النساء). (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته": ص:۵۹۲،۵۹۳)

الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار ، "كتاب الصلاة :باب صلاة الجنازة، مطلب: في بيان من هو أحق بالصلاة على الميت؟": ج۳،ص:۱۱۸)

(۱)وفي الشرح والصلاة في الأصل حق الأولياء لقربهم إلا أن الإمام والسلطان يقدمان لعارض الإمامة العظمى......قوله: (في الصحيح)، وقال أبو يوسف: ولي الميت أولىٰ ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

نماز جنازہ میں کون سی صف میں کھڑا ہونا افضل ہے؟

(۴۹) **سوال:** نماز جنازہ کی پہلی صف میں کھڑے رہنا افضل ہے یا اخیر صف میں؟

فقط: والسلام

المستفتی: انصار خان، مہاراشٹر

الجواب وباللہ التوفیق: جنازے کی اخیر صف میں کھڑا ہونا افضل ہے۔

”قوله:(في غير جنازة) ،أما فيها فآخرها إظهاراً للتواضع :لأنهم شفعاء فهو أحرى بقبول شفاعتهم ولأن المطلوب فيها تعدد الصفوف، فلو فضل الأول امتنعوا عن التأخر عند قلتهم رحمتي “(۱)

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۰/۲/۱۴۳۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

لأن هكذا حكم يتعلق بالولاية كالإنكاح ،ذكره السيد. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته“:ص:۵۸۹)

وأولى الناس بالصلاة على الميت السطان إن حضر؛ لأن في التقدم إزدراء به، فإن لم يحضر فالقاضي لأنه صاحب ولاية، فإن لم يحضر فيستحب تقديم إمام الحي ؛لأنه رضيه في حال حياته قال :ثم الولي والأولياء على الترتيب المذكور في النكاح، فإن صلى غير الولي والسلطان أعاد الولي، يعني إن شاء لما ذكرنا إن الحق للأولياء. (المرغيناني، هداية ،”كتاب الصلاة :باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت“:ج ۱ص:۱۸۰)

(۱)ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: في الكلام على الصف الأول“:ج ۲،ص:۳۱۲.

ويستحب أن يصف ثلاثة صفوف ، حتى لو كانوا سبعة، يتقدم أحدهم الإمامة ويقف وراء ه ثلاثة ثم اثنان ثم واحد. اهـ. فلو كان الصف الأول أفضل في الجنازة أيضاً لكان الأفضل جعلهم واحداً ولكره قيام الواحد وحده كما كره في غيرها، هذا ما ظهر لي. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟“:ج ۳،ص:۱۱۲)

نماز جنازہ کی نیت کیا ہے؟

(۵۰)**سوال:** نماز جنازہ کی نیت میں ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے اور درود واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور دعاء واسطے اس میت کے کیوں کہا گیا ہے جب کہ نماز اللہ تعالیٰ کے لیے ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: منور علی، میرٹھ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جنازہ میں یہ نیت کی جانی چاہئے کہ نماز اللہ کے لیے پڑھتا ہوں اور دعاء اس میت کے لیے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے پس سوال میں مذکورہ طریقہ نا قابل توجہ ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیو بندی غفرلہ (۲۰/۲/۱۴۲۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیو بند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیو بند

جنازہ کی نماز کے بعد دعاء مانگنا کیسا ہے؟

(۵۱)**سوال:** جنازہ کی نماز کے بعد دعاء مانگنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالرحمٰن، جمشید پور

الجواب وباللہ التوفیق: اس کی اصل نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ملتی ہے

---

(۱) قوله: (فيقول الخ): بيان للنية الكاملة. قلت: وفي جنائز الفتاویٰ الهندية عن المضمرات أن الإمام والقوم ينوون ويقولون: نويت أداء هذه الفريضة عبادة لله تعالیٰ متوجهاً إلى الكعبة مقتدياً بالإمام، ولو تفكر الإمام بالقلب أنه يؤدي صلاة الجنازة يصح، ولو قال المقتدي: اقتديت بالإمام، يجوز. اهـ. وبه ظهر أن الصيغة التي ذكرها المصنف غير لازمة في نيتها بل يكفي مجرد نيته في قلبه أداء صلاة الجنازة كما قدمناه عن الحلية. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، مطلب: مضى عليه سنوات وهو يصلي الظهر قبل وقتها": ج۲، ص:۱۰۲،۱۰۳)

اور نہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں ملتی ہے؛ اس لیے یہ بدعت ہے جس کا ترک شرعاً ضروری ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۶/۲۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

نماز جنازہ میں شرکت کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنا

(۵۲) **سوال:** نماز جنازہ میں شرکت کے لیے نماز فرض ونفل پڑھنے والے کے آگے سے گزرا جا سکتا ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد امیر الدین، گورکھپور

الجواب وباللہ التوفیق: درست نہیں ہے؛ کیوں کہ نمازی کے آگے سے گزرنا گناہ کبیرہ ہے اور نماز جنازہ میں شرکت فرض عین نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۱۲/۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنازة، لأنه قد دعا مرة؛ لأن أكثر صلاة الجنازة الدعاء. (برهان الدين، المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ''كتاب الصلاة: الفصل الأربعون في الجنائز، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرقات'': ج۲،ص:۲۰۵)

ولا يدعو للميت بعد صلاة الجنازة لأنه يشبه الزيادة في صلاة الجنازة. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح، ''كتاب الجنائز: باب المشي بالجنازة والصلاة عليها، الفصل الثالث'': ج۴،ص:۱۴۹، رقم:۱۶۸۷، مکتبہ فیصل، دیوبند)

قوله: (من أن الدعاء ركن) قال لقولهم: إن حقيقتهما والمقصود منها الدعاء ......فقد صرحوا عن آخرهم بأن صلاة الجنازة هي الدعاء للميت إذ هو المقصود منها. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟'': ج۳،ص:۱۰۶)

(۱) وعن كعب الأحبار قال: لو يعلم المار بين يدي المصلي ماذا عليه ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

نماز جنازہ کی آخری تکبیر بھول گیا

(۵۳) **سوال:** نماز جنازہ میں آخری تکبیر کہے بغیر امام بھول سے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟ اس کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو امام نے آخری تکبیر کہی اور پھر نماز پوری کر لی۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد فرقان، مظفر نگر

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سلام پھیرنے کے بعد نماز کے منافی کوئی عمل نہ ہوا، نہ ہی کوئی بات کی ہو اور سینہ قبلہ کے رخ سے نہ پھرا ہو تو نماز درست ہوگئی۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۴/۱۱/۱۴ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز جنازہ کے لیے مخصوص الفاظ سے نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۵۴) **سوال:** میرے علاقہ میں کچھ امام نماز جنازہ پڑھاتے ہیں تو ایک مرتبہ نیت وغیرہ

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... لكان أن يخسف به خيراً له من أن يمر بين يديه وفي رواية أهون عليه، رواه مالك.
(خطيب تبريزى، مشكاة المصابيح، "كتاب الصلاة: باب الستر، الفصل الأول": ج۱،ص:۷۴،رقم:۷۷٦)
(أو) مروره (بين يديه) إلى حائط القبلة (في) بيت و(مسجد) صغير؛ فإنه كبقعة واحدة (مطلقاً) ...... الخ.
(ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة :باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: مسائل زلة القاري، مطلب: إذا قرأ قوله تعالىٰ: جدك بدون ألفٍ لا تفسد": ج۲،ص:۳۹۸)
وإنما كانت فرض كفاية لقوله صلى الله عليه وسلم: "صلوا على صاحبكم ولو كانت فرض عين" ما تركها.
(أحمد بن إسماعيل،حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة عليه": ص:۵۸۰)

(۱) وصلاة الجنازة أربع تكبيرات الصلاة، ولو ترك واحدة منها لم تجز صلاته. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت": ج۱،ص:۲۲۵)
ولو سلم الإمام بعد الثالثة ناسياً كبر الرابعة، ويسلم. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت": ج۱،ص:۲۲٦)

بتاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جس کو یاد نہ ہو وہ کہے "اقتديت بهٰذا الإمام الله اكبر" اگر یاد نہ ہو تو کہے "دخلت في الصلوٰة الله أكبر" وغیرہ تو کیا اس طرح نیت کرنا درست ہے اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ولی الاسلام، بہار

الجواب وباللّٰه التوفيق: مذکورہ الفاظ کا کتب معتبرہ سے ثبوت ملتا ہے تاہم صرف نیت کر لینا دل سے کافی ہے، زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۲۵/۵/۱۴۳۸ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحيح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

وصیت کے خلاف دوسرے شخص کا نماز جنازہ پڑھانا

(۵۵) **سوال:** زید نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ فلاں شخص پڑھائے۔ مگر کسی وجہ سے اس نے نہیں پڑھائی؛ بلکہ دوسرے نے نماز جنازہ پڑھائی تو نماز ہو گئی یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد الطاف قاسمی، دہلی

الجواب وباللّٰه التوفيق: یہ وصیت پوری کرنی ضروری نہیں تھی، لہٰذا مذکورہ صورت میں نماز درست ہو گئی اور فرض ادا ہو گیا۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۸/۱۱/۱۴۲۰ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحيح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) قلت: وفي جنائز الفتاوىٰ الهندية عن المضمرات أن الإمام والقوم ينوون ويقولون: نويت أداء هذه الفريضة عبادة للّٰه تعالىٰ متوجهاً إلى الكعبة مقتدياً بالإمام، ولو تفكر الإمام بالقلب أنه يؤدي صلاة الجنازة يصح، ولو قال المقتدي: اقتديت بالإمام يجوز، وبه ظهر أن الصيغة التي...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

سرکٹی لاش پر نماز جنازہ کا حکم

(۵۶) سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:
ایک بزرگ دو مہینہ پہلے لا پتہ ہو گئے تھے دو دن پہلے ان کی لاش کچھ اس حالت میں دستیاب ہوئی کہ ان کے بدن پر گوشت بالکل نہیں ہے، صرف ہڈی رہ گئی ہے، تو کیا ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ مزید یہ کہ سرکٹی لاش پر نماز جنازہ پڑھیں یا نہیں؟ دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عاصم، مہاراشٹر

الجواب وباللہ التوفیق: اگر صرف ہڈیاں ہیں دھڑ نہیں ہے، تو ایسی میت پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ میت کے بدن کا نصف سے زائد حصہ خواہ سر سمیت ہو یا سر کے بغیر ہو دستیاب ہوا، تو اس کو باقاعدہ غسل دے کر کفن پہنا کر نماز پڑھی جائے گی اور اگر سر کے ساتھ نصف حصہ دستیاب ہوا، تو اسے بھی غسل دے کر تجہیز وتکفین کی جائے گی اور اگر نصف سے کم ہے، تو ایک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھے بغیر دفنا دیا جائے گا۔

ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس، يغسل ويكفن ويصلي عليه، كذا في المضمرات، وإذا صلى على الأكثر لم يصل على الباقي إذا وجد، كذا في الإيضاح. وإن وجد نصفه من غير الرأس، أو وجد نصفه مشقوقا طولا فإنه

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... ذكرها المصنف غير لازمة في نيتها بل يكفي مجرد نيته في قلبه أداء صلاة الجنازة كما قدمناه عن الحلية. (ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة :باب شروط الصلاة،مطلب: مضى عليه سنوات وهو يصلي الظهر قبل وقتها“:ج۲،ص:۱۰۲،۱۰۳)

(۲)فرع أوصى بأن يصلي عليه فلان ......فهي باطلة، سراجيه قوله: (أوصىٰ بأن يصلي عليه فلان)، لعل وجه البطلان أن فيها إبطال حق الولي في الصلاة عليه. (الحصكفي،الدر المختار مع رد المختار، ”كتاب الوصايا: باب الوصية بثلث المال“:ج۱۰،ص:۳۶۱)

وفي الكبرىٰ الميت إذا وصى بأن يصلي عليه فلان، فالوصية باطلة، وعليه الفتوى، كذا في المضمرات. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية،”كتاب الصلاة :الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت“:ج۱،ص:۲۲۴)

لا يغسل ولا يصلي عليه، ويلف في خرقة ويدفن فيها، كذا في المضمرات''(۱)

''قوله:(كالعضو من الميت) أي لو وجد طرف من أطراف إنسان أو نصفه مشقوقا طولا أو عرضا يلف في خرقة إلا إذا كان معه الرأس فيكفن كما في البدائع''(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی — **کتبہ**: امانت علی قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی — مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند — (۲۵/۶/۱۴۴۱ھ)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ

(۵۷)**سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک مسلم شادی شدہ عورت کا خودکشی کرنا یعنی آگ لگا کر اپنے آپ کو جلانا اور پھر اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اس کو دفنانا جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد سعید، میرٹھ

الجواب وباللہ التوفیق: خودکشی کرنا اسلام میں حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کی بڑی سخت وعید آئی ہیں، لیکن اگر کوئی شخص یا عورت خودکشی کرلے، تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسے عام مُردوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔

''عن أبي هريرة، رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''من قتل نفسه بحديدة فحديدته بيده، يتوجأ بها في بطنه في نار جهنم، خالدا مخلدا فيها أبدا، ومن قتل نفسه بسم، فسمه بيده يتحساه في نار جهنم، خالدا مخلدا فيها أبدا، ومن تردي من جبل فقتل نفسه، فهو يتردي في نار جهنم، خالدا

---

(۱)جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل'': ج۱،ص:۲۱۹.

(۲)ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في الكفن'': ج۳،ص:۹۹.

مخلدا فیها أبدا‘‘(۱)

’’(من قتل نفسه) ولو (عمدا یغسل ویصلي علیه) به یفتی، وإن کان أعظم وزرا من قاتل غیره. ورجح الکمال قول الثاني بما في مسلم أنه علیه الصلاة والسلام أتي برجل قتل نفسه فلم یصل علیه‘‘(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲/۸/۱۴۴۱ھ)

کورونا میں مرنے والوں کی نماز جنازہ کا حکم

(۴۸) **سوال:** جولوگ کورونا میں مرجاتے ہیں ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اگر ان کی لاش نہ ملے یا سرکاری عملہ خود ہی دفن کردے تو اس صورت میں نماز جنازہ کا کیا حکم ہوگا؟ کیا قبر پر جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

فقط: والسلام
المستفتی: دانش، بھاگل پور

الجواب وباللہ التوفیق: جولوگ کورونا میں انتقال کرجاتے ہیں ان پر بھی عام میت کی طرح جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ اس لیے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، اگر چند لوگ بھی یہ فریضہ ادا کردیں تو باقی لوگوں سے یہ فریضہ ساقط ہوجائے گا۔

’’(الصلاة علی المیت فرض کفایة) قال علیه السلام: ’’الصلاة علی کل میت‘‘ وقال علیه السلام: ’’صلوا علی کل بر وفاجر‘‘، ولأن الملائکة صلوا علی

(۱) أخرجه أحمد في مسنده، مسند أبي هریرة رضي اللّٰه عنه: رقم: ۷۴۴۸۔

(۲) الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’کتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبي‘‘: ج ۳، ص: ۱۰۹۔

آدم وقالوا بنيه: هذه سنة موتاكم''(۱)

''أما الأول: فالدليل على فرضيتها ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ''صلوا على كل بر وفاجر ''،وروي عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال: ''للمسلم على المسلم ست حقوق ''وذكر من جملتها أنه ''يصلي على جنازته ''، وكلمة (على) للإيجاب، وكذا مواظبة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه رضي الله عنهم والأمة من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا عليها دليل الفرضية، والإجماع منعقد على فرضيتها أيضًا إلا أنها فرض كفاية، إذا قام به البعض يسقط عن الباقين؛ لأن ما هو الفرض، وهو قضاء حق الميت يحصل بالبعض، ولايمكن إيجابها على كل واحد من آحاد الناس فصار بمنزلة الجهاد، لكن لايسع الاجتماع على تركها كالجهاد''(۲)

اگرکسی مجبوری سے حکومت کی طرف سے میت کوحوالے نہ کیا جائے،سرکاری عملہ خود ہی میت کو تدفین کے لیے لے جائے تو قبرستان میں ہی چندلوگوں کونماز پڑھ لینی چاہیے،اس سے فریضہ ساقط ہوجائے گا۔لیکن اگرسرکاری عملہ نے میت حوالے نہیں کی؛ بلکہ ازخود ہی تدفین کردی تو ایسی صورت میں اگرقبر معلوم ہوتو میت کے پھولنے پھٹنے سے پہلے قبر پر جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے چناں چہ امام محمدؒ الاصل میں لکھتے ہیں:

''قلت: أرأيت قوما صلوا على ميت قبل أن يغسل ثم ذكروا بعد ما صلوا عليه كيف يصنعون؟ قال :يغسل الميت، ويعيدون الصلاة عليه، قلت: فإن لم يذكروا غسله حتى دفنوه هل ينبش القبر ثم يغسل ويصلي عليه؟ قال: لا قلت: فلم أمرتهم بغسله وقد صلوا عليه؟ قال: أمرتهم بغسله ما دام في أيديهم، فإذا دفن

(۱)عبد الله بن محمود الموصلي، الاختيار لتعليل المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجنائز، فصل في الصلاة عليه''الرسالۃ العالمیہ، بیروت:ج۱،ص:۳۱۰۔

(۲)الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ''كتاب الصلاة: فصل في صلاة الجنازة'':ج۲،ص:۳۶۔

فلا آمرهم أن ينبشوا القبر"(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۲/۱/۱۳ھ)

کورونا میں مرنے والوں پر غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

(۴۹) **سوال:** کرونا میں مرنے والوں کے ساتھ سرکاری عملہ ایسا بھی کرتا ہے کہ خود ہی تدفین وغیرہ بھی انجام دے دیتا ہے اور بعد میں اطلاع دیتا ہے کہ میں نے تدفین کر دی ہے، بسا اوقات جگہ بھی معلوم نہیں ہوتی ہے اور اس پر کسی نے نماز بھی نہیں پڑھی ہے تو کیا اس صورت میں اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: ارشد، حیدرآباد

الجواب وباللہ التوفیق: احناف کے یہاں غائبانہ نماز جنازہ مکروہ ہے اور عام حالات میں اسی پر عمل بھی ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ مکروہ ہے۔

"وزاد في فتح القدير وغيره شرطًا ثالثًا في الميت: وهو وضعه أمام المصلي، فلاتجوز على غائب ولا على حاضر محمول على دابة أو غيرها ولا موضوع متقدم عليه المصلي"(۲)

لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس پر کچھ لوگوں نے جنازہ کی نماز پڑھ کر فرض کفایہ ادا کر دیا ہے؛ اگر کسی شخص پر جنازہ کی نماز ہوئی ہی نہیں، مثلاً کوئی مسلمان فساد کے زمانے میں دشمن کے

---

(۱) الإمام محمد بن حسن الشيباني، الأصل، المعروف بالمبسوط للشيباني، "كتاب الصلاة: باب غسل الميت من الرجال و النساء": ج۱، ص: ۳۶۰، ۳۶۱، دار ابن حزم، بیروت.

(۲) ابن نجيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، "كتاب الجنائز: فصل السلطان أحق بصلاته": ج۲، ص: ۳۴۱.

علاقے میں مارا گیا اور دشمنوں نے اس کو بلا نماز کے دفن کر دیا یا جیسے کہ موجودہ حالات میں سرکاری عملہ نے دفن کر دیا اور جائے تدفین کی بھی اطلاع نہیں دی تو اس طرح کی استثنائی صورت میں غائبانہ نماز جنازہ کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی کا انتقال ایسی جگہ میں ہو جہاں اس پر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو تو ایسی صورت میں اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے اس لیے کہ میت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اگر کسی شخص پر کسی نے بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی تو اس کا یہ حق فوت ہوگا۔

”إذا مات المسلم ببلد من البلدان وقد قضى حقه من الصلاة عليه فإنه لا يصلى عليه من كان ببلد آخر غائبا عنه، فإن علم أنه لم يصل عليه لعائق أو مانع عذر كان السنة أن يصلي عليه ولا يترك ذلك لبعد المسافة، فإذا صلوا عليه استقبلوا القبلة ولم يتوجهوا إلى بلد الميت إن كان في غير جهة القبلة“(۱)

”وفي الهندية: الصلاة على الجنازة فرض كفاية، إذا قام به البعض واحدا كان أو جماعة، ذكرا كان أو أنثى، سقط عن الباقين، وإذا ترك الكل أثموا، هكذا في التاتارخانية“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۳/۱/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

نماز جنازہ میں قرأت وغیرہ بلند آواز سے پڑھنا

(۵۰) **سوال**: امام صاحب نے نماز جنازہ اس طرح پڑھائی کہ پہلے سورہ فاتحہ کی قرات کی

---

(۱) بدر الدين العيني، عمدة القاري شرح، ”باب الرجل ينعي إلى أهل الميت بنفسه“: ج۸،ص:۲۲.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز الفصل الخامس في الصلاة على الميت“: ج۱،ص:۲۲۳.

اس کے بعد سورہ عصر کی تلاوت کی اس کے بعد درود شریف پڑھا اس کے بعد دعا بہت بلند آواز سے پڑھی تو نماز جنازہ ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: ابرار الحق، دہرہ دون

الجواب وباللہ التوفیق: اس صورت میں نماز تو ہوگئی مگر سورہ فاتحہ وسورہ عصر کو اگر بطور قرات پڑھا ہے جیسا کہ غیر مقلدوں کی عادت ہے تو مکروہ ہوا۔

''وعندنا تجوز بنية الدعاء، وتكره بنية القراءة لعدم ثبوتها فيها عنه عليه الصلاة والسلام''(۱)

اور نماز جنازہ میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ سراً مسنون ہے۔

''أما الدعاء والثناء والصلاة فالمسنون فيه سراً، كذا في البدائع''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۰/۷/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز جنازہ میں سلام پھیرتے وقت ہاتھ چھوڑنا

(۵۱) **سوال:** نماز جنازہ میں سلام پھیرتے وقت جو ہاتھ چھوڑا جاتا ہے وہ کب چھوڑا جاتا ہے سلام پھیرتے وقت یا سلام پھیرنے کے بعد؟

فقط: والسلام
المستفتی: علی رضا خاں، ایٹہ

الجواب وباللہ التوفیق: جنازہ کی نماز میں فقہاء نے دو صورتوں کی وضاحت کی

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع در المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟'': ج۳، ص:۱۱۱.

(۲) اللكهنوي، عمدة الرعاية في شرح الوقاية: ج۱، ص:۲۵۳.

ایک یہ کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرا جائے۔ دوسرے یہ کہ سلام پھیر کر ہاتھ چھوڑے جائیں دونوں جائز لیکن بہتر یہ ہے کہ دوسری صورت اختیار کی جائے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۲/۹/۱۴۲۷ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جوتے چپل پہن کر یا بغیر وضو نماز جنازہ؟

(۵۲) **سوال:** نماز جنازہ میں تو پوری نماز نہیں ہوتی ہے تو پھر بغیر وضو کے نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، نیز یہ بتائیں کہ جوتا پہن کر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ تیسری بات یہ ہے کہ محراب سے ہٹ کر جماعت کرنا کیسا ہے اور مسجد میں دوسری جماعت کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: علی رضا خاں، ایٹہ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) نماز جنازہ میں رکوع وسجود نہیں ہیں اس کے باوجود بغیر وضو نماز جنازہ جائز ودرست نہیں۔

(۲) اگر جوتے پاک ہوں تو جوتے پہنے ہوئے نماز جنازہ درست ہے اگر ناپاک ہوں تو نکالنے ضروری ہیں اگر ناپاک ہونے کا اندیشہ بھی ہو تب بھی نکال دینا چاہئے۔(۲)

(۱) ولا يعقد بعد التكبير الرابع؛ لأنه لا يبقى ذكر مسنون حتى يعقد، فالصحيح أنه يحل اليدين ثم يسلم تسليمتين، كذا في الذخيرة. (خلاصة الفتاویٰ، "كتاب الصلاة": ج۱، ص:۲۲۵)

وهو سنة قيام له قرار فيه ذكر مسنون فيضع حالة الثناء، وفي القنوت وتكبيرات الجنائز. (الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب :في بيان المتواتر والشاذ": ج۲، ص:۱۸۸،۱۸۹)

فيعتمد في حالة القنوت وصلاة الجنازة. (المرغيناني، الهداية، "كتاب الصلاة :باب صفة الصلاة": ج۱، ص:۱۰۲)

(۲) وإذا صلى على موضع نجس وفرش نعليه وقام عليهما جاز، ولو كان لابساً لهما لا يجوز لأنهما يكونان تبعاً له حينئذٍ. (المحيط، البرهاني للإمام برهان الدين ابن مازة، ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

(۳) بغیر کسی وجہ اصل محراب کو چھوڑ کر دوسری جگہ جماعت نہیں کرنی چاہیے اس لیے کہ محراب جماعت کی فضیلت پر دلیل ہے محراب خاص طور پر بنایا جاتا ہے کہ اس جگہ جماعت ہو اگر کوئی عذر ہو تو بلا کراہت دوسری جگہ جماعت درست ہے اگر بلا عذر بھی دوسری جگہ جماعت کر لی تو جماعت درست ہوگئی لیکن محراب کی فضیلت سے محرومی ہوگی۔

(۴) جب مسجد میں اصل جماعت ہو جائے تو اس وقت کی دوسری جماعت اس مسجد میں مکروہ تحریمی ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۲/۹/۱۴۲۷ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

تارک نماز کی جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

(۵۳) **سوال:** اکبر نے اپنی پوری عمر میں کبھی نماز نہیں پڑھی اور نہ کبھی گاؤں والوں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، چند ایام پہلے ہی اکبر فوت ہو گیا آیا اب اس کی نماز جنازہ پڑھنی

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... "الفصل الرابع في فرائض الصلاة وسننها": ج۱، ص:۳۹۸)

ولو افترش نعليه، وقام عليهما جاز، فلا يضر نجاسة ما تحتهما؛ لكن لا بد من طهارة نعليه مما يلي الرجل لا مما يلي الأرض. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة عليه": ج۱، ص:۵۸۲)

(۱) فناء المسجد له حكم المسجد يجوز الاقتداء فيه وإن لم تكن الصفوف متصلة. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب الجنائز" زکریا دیوبند: ص:۱۶۰)

ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن. قوله:(ويكره) أي تحريما؛ لقول الكافي لا يجوز، والمجمع لا يباح، وشرح الجامع الصغير: إنه بدعة، كما في رسالة السندي قوله :(بأذان وإقامة إلخ) ......والمراد بمسجد المحلة: ما له إمام وجماعة معلومون كما في الدرر وغيرها. قال في المنبع: والتقييد بالمسجد المختص بالمحلة احتراز من الشارع ،وبالأذان الثاني احتراز عما إذا صلى في مسجد المحلة جماعة بغير أذان حيث يباح إجماعا. اهـ. (ابن عابدين ،رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة:باب الإمامة،مطلب:في تكرار الجماعة في المسجد": ج۲، ص:۲۸۸)

جائز ہے یا نہیں؟ ہم نے سنا ہے کہ جس نے اپنی عمر میں نماز کبھی نہیں پڑھی اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: سید محمد واصف میر

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ صورت میں محمد اکبر نے اگرچہ اپنی زندگی میں کبھی نماز نہیں پڑھی ہے اور اسی حالت میں انتقال کر گیا ہے پھر بھی وہ مسلمان کہلائے گا؛ کیوں کہ تارک نماز مسلمان رہتا ہے پس اس کے جنازے کی نماز بھی ادا کرنا فرض کفایہ ہوگی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی صورت میں سب لوگ گنہگار رہوں گے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۰/۷/۱۴۰۷ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کیا دوبار نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

(۵۴) **سوال:** میت کی نماز جب کہ ایک مرتبہ پڑھی جا چکی ہے تو دوبارہ بھی پڑھ سکتے ہیں؟ کیرانہ میں ایسا ہوا جامع مسجد میں پڑھی پھر قبرستان میں پڑھی گئی، مولانا یوسف صاحب مرکز تبلیغ کے

---

(۱)(وهي فرض على كل مسلم مات، خلا) أربعة: (بغاة، وقطاع طريق)......(وكذا) أهل عصبة، و(مكابر في مصر ليلاً بسلاح وخناق) خنق غير مرة فحكمهم كالبغاة (من قتل نفسه) ولو (عمداً يغسل ويصلي عليه) به يفتي، وإن كان أعظم وزراً من قاتل وغيره......(لا) يصلي على (قاتل أحد أبويه)، إهانة له، وألحقه في النهر بالبغاة. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة :باب صلاة الجنازة، هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟":ج۳،ص:۱۰۷تا۱۰۹)

وشرطها إسلام الميت وطهارته، ما دام الغسل ممكنا، وإن لم يمكن بأن دفن قبل الغسل ولم يمكن إخراجه إلا بالنبش، تجوز الصلاة على قبره للضرورة ولو صلى عليه قبل الغسل ثم دفن، تعاد الصلاة لفساد الأولى، هكذا في التبيين وطهارة مكان الميت ليست بشرط ،هكذا في المضمرات ويصلي على كل مسلم مات بعد الولادة، صغيرا كان أو كبيرا، ذكرا كان أو أنثى، حرا كان أو عبدا، إلا البغاة وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة :الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت":ج۱،ص:۲۲۴)

قائد کا لاہور میں انتقال ہوا اور وہاں بھی نماز پڑھی، نظام الدین میں بھی نماز جنازہ پڑھی گئی؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یوسف، کیرانہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جنازہ کی نماز ایک مرتبہ پڑھ لی گئی تو دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی البتہ اگر ولی اس نماز میں شریک نہ ہو سکا تو پڑھ سکتا ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۹/۱۲: ۱۴۰۷ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

نماز جنازہ میں امام کو لقمہ دینا

(۵۵) **سوال:** ایک امام صاحب نے جنازہ کی نماز پڑھائی، چوتھی تکبیر چھوڑ کر سلام ایک طرف پھیر دیا اور دوسری طرف سلام پھیرنے سے پہلے پہلے مقتدی نے لقمہ دیا تو پھر امام نے تکبیر کہی اور اس کے بعد سلام پھیر دیا تو آیا جناز کی نماز ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: شمس الحق، الہ آباد

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز جنازہ درست ہوگئی۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۲/۱/ ۱۴۰۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) (فإن صلى غيره) أي الولي (ممن ليس له حق التقدم) على الولي (ولم يتابعه) الولي (أعاد الولي) ولو على قبره. (الحصكفي ،الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: تعظيم أولى الأمر واجب": ج۳،ص:۱۲۳)

ولا يصلي على ميت إلا مرة واحدة ......وإن صلى عليه الولي، لم يجز لأحد أن يصلي بعده. (جماعة من علماء الهند،الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة:

......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا

(۵۶)**سوال:** عیدگاہ میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں کچھ قید تو نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یٰسین، نونابڑی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدگاہ میں نماز جنازہ درست ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد واصف قاسمی (۶/۴/۱۴۰۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کیا عورتیں نماز جنازہ میں شرکت کرسکتی ہیں؟

(۵۷)**سوال:** کیا عورتیں نماز جنازہ میں شرکت کرسکتی ہیں؟ جب کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جنازے میں ایک لاکھ آدمی شریک تھے ان میں ساٹھ عورتیں شریک تھیں کیا یہ بات صحیح ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ظفر احمد، کشمیری

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

الباب الخادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت": ج۱،ص:۲۲۵)

(۲)وصلاة الجنازة أربع تكبيرات،ولو ترك واحدة منها لم تجز صلاته،هكذا في الكافي. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الحامس في الصلاة على الميت": ج۱،ص:۲۲۵)

(۱)وقيد بمسجد الجماعة؛ لأنها لا تكره في مسجد أعد لها، وكذا في مدرسة، ومصلى عيد لأنه ليس لها حكم المسجد في الأصح. (أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته": ص:۵۹۵)

(۲)والصلاة على الجنازة في الجبانة والأمكنة والدور سواء،كذا في المحيط. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الخادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت": ج۱،ص:۲۲۶)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کا نماز جنازہ میں شریک ہونا مکروہ ہے اور آج کے فساد کے دور میں کراہت شدید ہے اس لیے عورتیں نماز جنازہ میں شرکت نہ کریں، مذکورہ واقعہ کو حیوٰۃ الحیوان میں نقل کیا گیا ہے؛ لیکن یہ عدم کراہت کی دلیل نہیں ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۸/۴:۱۸ ۱۴۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جنازہ کی نماز قبرستان میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۵۸)**سوال:** جنازہ کی نماز قبرستان میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ارشاد، سہارنپور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنازہ کی نماز قبرستان میں پڑھنا جائز ہے، اس کا خیال رہے کہ سامنے قبر نہ ہو۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۱/۴:۱۵ ۱۴۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ولا حق للنساء في الصلاة على الميت. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت": ج۱،ص:۲۲۴)

قوله: (ويكره خروجهن تحريماً) لقوله عليه الصلاة والسلام "ارجعن مأزورات غير مأجورات" رواه ابن ماجه بسند ضعيف؛ لكن يعضده المعنى الحادث باختلاف الزمان الذي أشارت إليه عائشة بقولها: لو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأي ما أحدث النساء بعده لمنعهن كما منعت نساء بني إسرائيل، وهذا في نساء زمانها فما ظنك بنساء زماننا. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في حمل الميت": ج۳،ص:۱۳۷)

(۲) عن أبي مرثد الغنوي، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تجلسوا على القبور، ولا تصلوا إليها. (أخرجه مسلم، في صحيحه، "كتاب الجنائز: فصل في النهي

......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

نماز جنازہ ظہر کے بعد سنت سے قبل افضل ہے یا سنت کے بعد؟

(۵۹) **سوال:** زمانہ قدیم سے ہماری مسجد میں نماز جنازہ ظہر کی جماعت کے فوراً بعد قبل السنّت ہوتی چلی آرہی ہے، بعض حضرات اس پر اعتراض کرتے ہیں وہ کہتے ہیں نماز جنازہ سنت ونوافل سے فراغت کے بعد ہونی چاہیے اور بعض کہتے ہیں جماعت کے فوراً بعد ہونی چاہیے، لہٰذا افضل طریقہ کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: امام مکی مسجد، ہاپوڑ، میرٹھ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز جنازہ میں چوں کہ میت کے لیے دعاء مغفرت اصل ہے جس کے لیے نماز جنازہ میں شرکاء کی کثرت پیش نظر رہنی چاہیے، تاکہ میت کے لیے زیادہ سے زیادہ دعاء مغفرت ہوسکے پس شرکاء کی کثرت اگر بعد ظہر فوراً متحقق ہوجائے تو یہی وقت افضل ہے اور اگر سنن ونوافل سے فراغت کے بعد تکثیر متحقق ہو تو پھر سنن ونوافل کے بعد افضل ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۵/۴/۱۴۰۸ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... عن الجلوس علی القبر والصلاۃ إلیه'': ج۱،ص:۳۱۲،رقم:۹۷۲؛أخرجه أبو داود، في سننه، ''کتاب الجنائز: باب في کراهية القعود علی القبر'': ج۲،ص:۴۶۰،رقم:۳۲۲۹؛وأخرجه الترمذي،في سننه، ''أبواب الجنائز، باب ما جاء في کراهية الوطي علی القبور والجلوس عليها'': ج۱،ص:۲۰۳،رقم:۱۰۵۱)

(۱) عن عبد اللّٰه ابن عباس أنه مات له ابن بقديد أو بعسفان فقال: يا کريب! انظر ما اجتمع له من الناس قال: فخرجت فإذا ناس قد اجتمعوا له، فأخبرته فقال: تقول: هم أربعون، قال: نعم قال: أخرجوه فإني سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقول: ما من رجل مسلم يموت فيقوم علی جنازته أربعون رجلاً لا يشرکون باللّٰه شيئاً إلا شفعهم اللّٰه فيه، رواه مسلم. (خطيب تبريزي، مشکاة المصابيح، ''کتاب الجنائز: باب المشي بالجنازة والصلاة عليها'': ج۱،ص:۱۴۵،رقم:۱۶۶۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

(۶۰)**سوال:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

فقط: والسلام
المستفتی: قیام پور

الجواب وباللہ التوفیق: کسی نے نہیں پڑھائی فرداً فرداً پڑھی گئی۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۶/۵: ۱۴۰۸ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

بالغ مجنون و پاگل کی نماز جنازہ میں کون سی دعاء پڑھے؟

(۶۱)**سوال:** ایک شخص بچپن ہی سے پاگل اور مجنون ہے، بالغ ہونے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، تو اب اس کی نماز جنازہ میں بالغ کی دعاء پڑھیں گے یا نابالغ کی اور اگر بالغ ہونے کے بعد پاگل ہوا، ہوش و حواس مفقود ہو چکے، تو اس پر کون سی دعاء پڑھیں گے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد سعید، گجرات

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بچپن ہی سے پاگل تھا تو بہتر یہ ہے کہ نابالغ والی دعاء پڑھی جائے اور اگر بالغ ہونے کے بعد پاگل ہوا ہے تو بالغ والی دعاء پڑھی جائے اور اگر اس دعاء کے بعد نابالغ والی دعاء بھی پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے[2] اگر کوئی بھی دعاء پڑھ لی جائے تو

---

(۱)في حديث ابن عباس رضي الله عنه، فلما فرغوا من جهازه يوم الثلاثاء وضع على سريره في بيته ثم دخل الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم إرسالا يصلون عليه،حتى إذا فرغوا أدخلوا النساء حتى إذا فرغوا أدخلوا الصبيان،ولم يؤم الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم أحد. (أخرجه ابن ماجة،في سننه،"أبواب ما جاء في الجنائز: باب ذكر وفاته ودفنه صلى الله عليه وسلم"،ص:۱۱۷،رقم:۱۶۲۸)

(۲)(ولا يستغفر فيها لصبي ومجنون) و معتوه قوله: (ومجنون ومعتوه) هذا في الأصلي، فإن الجنون والعته الطارئين بعد البلوغ لا يسقطان الذنوب السالفة. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المختار، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟":ج۳،ص:۱۱۳)

بھی درست ہے۔(۱)

الجواب صحیح: خورشید عالم غفرلہ مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۵/۵/۱۴۲۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز جنازہ کی وجہ سے نفل نماز توڑ سکتا ہے یا نہیں؟

(۶۲) **سوال:** ایک شخص نفل نماز پڑھ رہا تھا کہ جنازہ کی نماز شروع ہوگئی تو اس کو نفل نماز توڑ کر نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہیے یا کیا کرے؟

فقط: والسلام
المستفتی: مولوی ظریف احمد، ہریانہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز جنازہ نہ ملنے کے خوف سے نفل نماز توڑ دینا جائز ہے بعد میں اس کی قضاء کرلے؛ لیکن فرض نماز نہ توڑے۔

’’أو كان في النفل فجيء بجنازة وخاف فوتها قطعه لامكان قضائه‘‘(۲)

’’عارضه أن الفرض أقوىٰ منها بخلاف النفل‘‘(۳)

الجواب صحیح: خورشید عالم غفرلہ مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۵/۱۱/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) فإن كان لا يحسن يأتي بأي دعاء شاء. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت‘‘: ج۱، ص:۲۲۵)

(۲) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب إدراك الفريضة‘‘: ج۲، ص:۵۰۴.

(۳) أيضاً: ، ’’باب إدراك الفريضة‘‘: ج۲، ص:۵۰۴.

(وكره تأخير صلاته ودفنه ليصلي عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة) إلا إذا خيف فوتها بسبب دفنه. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في حمل الميت‘‘: ج۳، ص:۱۳۶؛ وابن نجيم، البحر الرائق، ’’كتاب الجنائز: فصل السلطان أحق بصلاته‘‘: ج۲، ص:۳۳۵)

قوله: (عن السنة) أي سنة الجمعة كما صرح به هناك، وقال: فعلى هذا تؤخر عن سنة المغرب لأنه آكد. اهـ. فافهم، قوله: (إلحاق لها)‘‘ أي للسنة بالصلاة أي: صلاة الفرض. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ’’كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: الفقهاء قد يذكرون ما لا يوجد عادة‘‘: ج۳، ص:۴۷)

مردوعورت کا جنازہ کس طرح رکھا جائے؟

(۶۳)**سوال:** مردوعورت دونوں کے جنازہ کی نماز کے لیے جنازہ رکھنے کی کیا ترتیب کی جائے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد طیب، دیوبند

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مردوعورت کے جنازے کی نماز ایک ساتھ ہوتو امام کی طرف پہلے مرد کا جنازہ اوراس کے بعد عورت کا جنازہ رکھا جائے۔[۱]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللّٰہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ(۳۰/۸: ۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کیا فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے نماز جنازہ ادا کر سکتے ہیں؟

(۶۴)**سوال:** کیا فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے نماز جنازہ ادا کر سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مبارک

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس وقت میں نماز جنازہ ادا کر سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۲]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللّٰہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال غفرلہ(۲۵/۶: ۱۴۳۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱)(وراعي الترتيب) المعهود خلفه حالة الحياة، فيقرب منه الأفضل فالأفضل:الرجل مما يليه،فالصبي فالخنثي فالبالغة فالمراهقة والصبي الحر يقدم على العبد،والعبد على المرأة. (الحصكفي،الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة:باب صلاة الجنازة،مطلب:في بيان من هو أحق بالصلاة على الميت“: ج۳،ص:۱۱۹)

وهـو في كيفية وضعهم بالخيار: إن شاء وضعهم بالطول سطرا واحدا ويقف عند أفضلهم، وإن شاء وضعهم واحدا وراء واحدٍ إلى جهة القبلة، وترتيبهم بالنسبة إلى الإمام

......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

نماز جنازہ کی تکبیرات کا حکم

(۶۵)**سوال:** نماز جنازہ میں تکبیرات مقتدی کہے گا یا نہیں۔ میں امام کے ساتھ پہلی تکبیر کہتا ہوں اور پھر امام کی ہر تکبیر کے بعد درود و دعا پڑھتا ہوں مگر تکبیر نہیں کہتا اور ہاتھ نہیں اٹھاتا تو کیا یہ عمل درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ذیشان، مئو

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز جنازہ میں امام چار تکبیر کہے گا اور مقتدی بھی چار تکبیریں کہیں گے؛ مگر صرف پہلی تکبیر پر کانوں تک ہاتھ اٹھائیں گے، جیسا کہ عام نمازوں میں کانوں تک اٹھاتے ہیں اور بعد کی تین تکبیروں میں ہاتھ نہیں اٹھائیں گے، یہ حکم سب کے لیے ہے امام ہو یا مقتدی۔ یعنی امام کے ساتھ مقتدیوں پر بھی چار تکبیرات لازم ہیں ورنہ نماز جنازہ درست نہیں ہوگی۔ آئندہ جنازہ کی نماز میں تکبیرات نہ چھوڑیں۔

”(وركنها) شيئان: (التكبيرات) الأربع، فالأولى ركن أيضاً لا شرط، فلذا لم يجز بناء أخرى عليها (والقيام) فلم تجز قاعدا بلا عذر. (وسنتها) ثلاثة: (التحميد والثناء، والدعاء فيها) ذكره الزاهدى، وما فهمه الكمال من أن الدعاء ركن ...... (وهي أربع تكبيرات) كل تكبيرة قائمة مقام ركعة (يرفع يديه فى الأولى فقط) وقال أئمة بلخ: في كلها (ويثني بعدها) وهو ”سبحانك اللهم وبحمدك“

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... كثر تيبهم فى صلاتهم خلفه حالة الحياة، فيقرب منه الأفضل فالأفضل، فيصف الرجال إلى جهة الإمام، ثم الصبيان، ثم الخناثى ثم النساء. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت“: ج۱،ص:۲۲۶)

(۱)(وكره تحريماً) (صلاة) مطلقاً (ولو) قضاء أو واجبة أو نفلاً أو (على جنازة وسجدة تلاوة وسهو) ......مع شروق) ......(واستواء)...... وغروب. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: مطلب يشترط العلم بدخول الوقت“: ج۲،ص:۳۰ تا ۳۲)

ولا بأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت، ويسجد للتلاوة، ويصلي على الجنازة؛ لأن الكراهة كانت لحق الفرض. (المرغيناني، الهداية، ”كتاب الصلاة:باب المواقيت“: ج۱،ص:۸۶)

(ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم) كما في التشهد (بعد الثانية)؛ لأن تقديمها سنة الدعاء (ويدعو بعد الثالثة) بأمور الآخرة والمأثور أولى، وقدم فيه الإسلام مع أنه الإيمان لأنه منبئ عن الانقياد، فكأنه دعاء في حال الحياة بالإيمان والانقياد، وأما في حال الوفاة فالانقياد، وهو العمل غير موجود (ويسلم) بلا دعاء (بعد الرابعة) تسليمتين ناوياً الميت مع القوم،ويسر الكل إلا التكبير زيلعي وغيره،لكن في البدائع:العمل في زماننا على الجهر بالتسليم. وفي جواهر الفتاویٰ: يجهر بواحدة ......(ولايستغفر فيها لصبي ومجنون) ومعتوه لعدم تكليفهم (بل يقول بعد دعاء البالغين: اللهم اجعله لنا فرطا) بفتحتين: أي سابقا إلى الحوض ليهيئ الماء، وهو دعاء له أيضا بتقدمه في الخير، لا سيما، وقد قالوا: حسنات الصبي له لا لأبويه، بل لهما ثواب التعليم (واجعله ذخراً) بضم الذال المعجمة، ذخيرة (وشافعاً مشفعاً) مقبول الشفاعة (ويقوم الإمام) ندباً (بحذاء الصدر مطلقاً) للرجل والمرأة؛ لأنه محل الإيمان والشفاعة لأجله''(۱)

الجواب صحيح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی — **کتبہ:** محمد اسعد جلال قاسمی (۶/۲۵: ۱۴۳۷ھ)

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جنازہ مسجد کے باہر ہو اور لوگ مسجد میں نماز پڑھیں

(۶۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

جامع مسجد چمپانگر، بھاگل پور کے عقب میں روڈ پر نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، روڈ کے ترچھا ہونے کی وجہ سے بجانب شمال صف اول کے امام کے آگے ہونے کا خطرہ رہتا ہے، نیز برسات کے دنوں میں خصوصا روڈ کی آلودگی کی وجہ سے نماز میں دقت ہوتی ہے اگر جدار قبلہ میں ایک دروازہ کھول

(۱) ابن عابدين،الدر المحتار مع رد المحتار،''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟'': ج۳،ص:۱۰۵تا۱۱۴۔

کر گیٹ لگا دیا جائے اور جنازہ مسجد سے باہر جدا وقبلہ سے متصل رکھا جائے اور گیٹ کھول دیا جائے امام جنازہ کے سامنے کھڑے ہو جائیں اور امام وسارے مقتدی مسجد میں رہیں اور جنازہ مسجد سے باہر رہے تو کیا اس طرح نماز جنازہ ادا کرنا جائز و درست ہوگا؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں کرم ہوگا؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ریحان، چمپانگر

الجواب و بالله التوفيق: مسجد میں جنازہ کی نماز مکروہ ہے اور اس کراہت کی دو وجہ ہیں: ایک تو یہ کہ مسجد کی بناء فرض نماز، ذکر وتسبیح کے لیے ہوئی ہے نماز جنازہ کے لیے نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ مسجد میں جنازہ کی نماز سے تلویث مسجد کا اندیشہ ہے۔

”ولا يصلي على ميت في مسجد جماعة لقول النبي صلى الله عليه وسلم من صلى على جنازة في المسجد فلا أجر له، ولأنه بني لأداء المكتوبات، ولأنه يحتمل تلويث المسجد“(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد میں نماز نہیں ہوتی تھی۔

”ما كانت الجنائز يدخل بها المسجد“(۲)

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے بعد مسجد نبوی سے متصل مصلی الجنائز بنوایا تھا۔

”قوله: (باب الصلاة على الجنائز بالمصلى والمسجد) ......عن ابن حبيب أن مصلى الجنائز المدينة كان لاصقاً بمسجد النبي صلى الله عليه وسلم من ناحية جهة المشرق“(۳)

---

(۱) المرغيناني، هدايه، ”باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت“: ج۱، ص: ۱۸۱.

(۲) أخرجه مسلم، في صحيحه، ”كتاب الجنائز: فصل في جواز الصلاة على الميت في المسجد“: ج۱، ص: ۳۱۳، رقم: ۹۷۳.

(۳) ابن حجر العسقلاني، فتح الباري، ”كتاب الجنائز: باب الصلاة على الجنائز بالمصلى والمسجد“: ج ۳، ص: ۲۴۵.

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھے اس کے لیے کوئی ثواب نہیں ہے؛ اس لیے عام حالات میں بلا عذر کے مسجد میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ ظاہر الروایت کے مطابق اگر میت مسجد سے باہر ہو تو بھی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

”(ولا يصلي على ميت في مسجد جماعة) في الخلاصة مكروه، سواء كان الميت والقوم في المسجد، أو كان الميت خارج المسجد والقوم في المسجد، أو كان الإمام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقون في المسجد، أو الميت في المسجد والإمام والقوم خارج المسجد. هذا في الفتاویٰ الصغرى قال: هو المختار“(۱)

”إذا علمت ذلك فلا يخفى أن الصلاة على الميت فعل لا أثر له في المفعول ،وإنما يقوم بالمصلي،فقوله ”من صلى على ميت في مسجد“ يقتضي كون المصلي في المسجد سواء كان الميت فيه أولا ،فيكره ذلك أخذا من منطوق الحديث ،ويؤيده ماذكره العلامة قاسم في رسالته من أنه روي أن النبي صلى الله عليه وسلم لما نعى النجاشي إلى أصحابه خرج فصلى عليه في المصلى قال : ولو جازت في المسجد لم يكن للخروج معنى اهـ. مع أن الميت كان خارج المسجد“(۲)

جامع مسجد میں اگر جنازہ کی نماز ہوگی تو دوسری جگہ کے لوگ دیکھ کر مسجدوں میں جنازہ کی نماز کرنے لگیں گے اس لیے آپ نے جن اعذار کا تذکرہ کیا ہے اس کا حل نکالا جاسکتا ہے جہاں سے صف ٹیڑھی ہوتی ہے وہاں کوئی علامت طے کردی جائے اور لوگوں کو مسئلے سے واقف کرادیا

(۱)ابن الهمام، فتح القدير، ”كتاب الصلاة: باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت“: ج۲،ص:۱۳۲۔

(۲)ابن عابدين، رد المحتار على الدر المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: مهم إذا قال: إن شتمت فلانا في المسجد يتوقف على كون الشاتم فيه الخ“: ج۳،ص:۱۲۸۔

جائے تاکہ اس خرابی کا تدارک کیا جاسکے، جہاں تک دوسرے عذر کا تعلق ہے اگر بارش ہورہی ہو یا بارش کی وجہ سے راستہ ناقابل استعمال ہو یا ناپاک ہو تو ایسی مجبوری میں مسجد میں جنازہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

''تتمة: إنما تكره في المسجد بلا عذر، فإن كان فلا ومن الأعذر المطر كما في الخانية''(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی **کتبہ**: امانت علی قاسمی (۱۷/۱۱/۱۴۴۱ھ)

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جنازے کی نماز میں قیراط کا مطلب

(۶۷) **سوال**: حضرت مفتی صاحب ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے:

کچھ دن قبل میں نے ایک تقریر سنی تھی کہ مسلمان کا جنازہ پڑھنے کی فضیلت یہ ہے کہ جنازہ پڑھنے والے کو ایک قیراط کے بقدر اجر ملتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ قیراط کا کیا مطلب ہے؟ اس کے علاوہ کیا اور بھی کوئی فضیلت حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے؟ تو حوالہ کے ساتھ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عبداللہ، مرادآباد

الجواب و بالله التوفيق: واضح رہے کہ ایک قیراط کی مراد خود احادیث مبارکہ میں ہے کہ وہ ''اُحد'' پہاڑ کے بقدر ہوگا۔

مسلم شریف کی حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی جنازہ میں حاضر ہوا یہاں تک کہ جنازہ پر نماز ادا کی تو اس کے لیے ایک قیراط ثواب ہے اور جو اس کے دفن تک موجود رہا اس کے لیے دو قیراط ثواب ہے۔ عرض کیا گیا: دو قیراط کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علی وسلم نے فرمایا: دو

(۱) أیضاً: ج۳، ص:۲۹.

بڑے پہاڑوں کی مانند۔

’’عن أبي هريرة،يرويه،قال:من تبع جنازةً فصلّى عليها، فله قيراط، ومن تبعها حتى يفرغ منها فله قيراطان، أصغرهما مثل أحد أو أحدهما مثل أحد ‘‘(۱)

’’قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من شهد الجنازة حتى يصلي عليها فله قيراط ،ومن شهدها حتى تدفن فله قيراطان، قيل :وما القيراطان ؟قال:مثل الجبلين العظيمين ‘‘(۲)

نیز جس میت کا جنازہ پڑھا جا رہا ہے،اس کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ اگر جنازہ پڑھنے والے چالیس یا اس سے زائد افراد ہوں تو اللہ تعالیٰ اس میت کے حق میں ان جنازہ پڑھنے والوں کی سفارش کو قبول فرما لیتے ہیں! جیسا کہ ایک روایت ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت کریب رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ مقام قدید یا مقام عسفان میں (کہ جو مکہ کے قریب جگہیں ہیں) ان کے صاحب زادے کا انتقال ہوا (اور جنازہ تیار ہوا) تو انہوں نے کہا: کریب (رضی اللہ عنہ) جا کر دیکھو کہ نماز جنازہ کے لیے کتنے آدمی جمع ہو گئے ہیں؟ حضرت کریب (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں (یہ دیکھنے کے لیے) نکلا تو میں نے یہ دیکھا کہ کافی لوگ جمع ہو چکے ہیں، میں نے واپس آ کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بتایا (کہ بہت کافی لوگ جمع ہو گئے ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے خیال میں ان لوگوں کی تعداد چالیس ہو گی؟ میں نے عرض کیا: ’’ہاں! حضرت ابن عباس نے فرمایا: تو پھر جنازہ (نماز کے لیے) باہر نکالو، کیوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی مسلمان مرے اور اس کے جنازہ کی نماز ایسے چالیس آدمی پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان لوگوں کی شفاعت قبول کرتا ہے۔

---

(۱)أخرجه أبي داود، في سننه، ’’كتاب الجنائز : باب فصل الصلاة على الجنائز‘‘:ج۱،ص:۳۰۸،رقم:۳۱۶۹.
(۲)أخرجه مسلم،في صحيحه،’’كتاب الصلاة:باب فصل الصلاة على الجنازة واتباعها‘‘:ج۱،ص:۵۱،رقم:۹۴۵.

''وعن كريب مولى ابن عباس عن عبد الله بن عباس أنه مات له ابن بقديد أو بعسفان فقال: يا كريب! انظر ما اجتمع له من الناس قال: فخرجت فإذا ناس قد اجتمعوا له، فأخبرته فقال :تقول:هم أربعون؟ قال :نعم. قال :أخرجوه فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما من رجل مسلم يموت فيقوم على جنازته أربعون رجلا لا يشركون بالله شيئا إلا شفعهم الله فيه''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

جنازہ کی نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟

(۶۸) **سوال:** مفتی صاحب میں ایک عصری درسگاہ سے تعلیم حاصل کئے ہوا ہوں۔ مجھے دینی معلومات بہت کم ہیں آپ سے جنازہ کی نماز کا طریقہ پوچھنا ہے کہ جنازہ کی نماز کس طرح ادا کرنا ہے؟ مہربانی کرکے آسان طریقہ لکھ دیں تاکہ میں اس کو سمجھ سکوں۔

فقط: والسلام
المستفتی: ڈاکٹر شمیم، پٹنہ

الجواب و باللہ التوفیق: نمازِ جنازہ کا آسان اور سہل طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کو سامنے رکھ کر امام اس کے سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو اور باقی لوگ امام کے پیچھے صفیں بنا کر کھڑے ہوں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور وسط (درمیان) میں کھڑے ہوئے۔

اور بہتر ہے کہ امام کے پیچھے کم از کم تین صفیں بنائی جائیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ کسی بھی مسلمان پر تین صفیں مسلمانوں کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتیں؛

(۱) خطیب تبریزی، مشكاة المصابيح، ''كتاب الجنائز:باب المشي بالجنازة والصلاة عليها'': ج۱، ص:۱۴۵، رقم:۱۶۶۰.

مگر اللہ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''مگر اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں''۔

صفوں کو درست کرنے کے بعد امام چار تکبیر کہے اور مقتدی بھی چار تکبیریں کہیں؛ مگر صرف پہلی تکبیر پر کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، جیسا کہ عام نمازوں میں کانوں تک اٹھاتے ہیں اور بعد کی تین تکبیروں میں ہاتھ نہ اٹھائیں۔ پہلی تکبیر پر ہاتھ اٹھا کر باندھ لیں، جیسے عام نمازوں میں باندھتے ہیں۔ پھر ثناء پڑھیں جیسے عام نمازوں میں ثناء پڑھی جاتی ہے۔ پھر دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھی جائے جیسے کہ نماز میں درود ابراہیمی پڑھتے ہیں۔ پھر تیسری تکبیر کہہ کر میت کے لیے دعا کریں۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں۔

نوٹ: نماز جنازہ کی دعاء، دعاء کی چھوٹی کتابوں سے یاد کرلیں۔

''(وركنها) شيئان: (التكبيرات) الأربع، فالأولى ركن أيضاً لا شرط، فلذا لم يجز بناء أخرى عليها (والقيام) فلم تجز قاعداً بلا عذر. (وسنتها) ثلاثة: (التحميد والثناء والدعاء فيها) ذكره الزاهدي، وما فهمه الكمال من أن الدعاء ركن ... (وهي أربع تكبيرات) كل تكبيرة قائمة مقام ركعة (يرفع يديه في الأولى فقط) وقال أئمة بلخ: في كلها (ويثني بعدها) وهو '' سبحانك اللهم وبحمدك'' (ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم) كما في التشهد (بعد الثانية)؛ لأن تقديمها سنة الدعاء (ويدعو بعد الثالثة) بأمور الآخرة والمأثور أولى، وقدم فيه الإسلام مع أنه الإيمان لأنه منبئ عن الإنقياد فكأنه دعاء في حال الحياة بالإيمان والانقياد، وأما في حال الوفاة فالانقياد، وهو العمل غير موجود (ويسلم) بلا دعاء (بعد الرابعة) تسليمتين ناوياً الميت مع القوم، ويسر الكل إلا التكبير زيلعي وغيره، لكن في البدائع: العمل في زماننا على الجهر بالتسليم. وفي جواهر الفتاویٰ: يجهر بواحدة ......(ولايستغفر فيها لصبي ومجنون) ومعتوه لعدم تكليفهم (بل يقول بعد دعاء البالغين: اللهم اجعله لنا فرطا) بفتحتين: أي سابقا إلى الحوض ليهيئى الماء، وهو

دعاء له أيضا بتقدمه في الخير، لا سيما، وقد قالوا :حسنات الصبي له لا لأبويه، بل لهما ثواب التعليم (واجعله ذخراً) بضم الذال المعجمة، ذخيرة (وشافعاً مشفعاً) مقبول الشفاعة. (ويقوم الإمام) ندباً (بحذاء الصدر مطلقاً) للرجل والمرأة، لأنه محل الإيمان والشفاعة لأجله''(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

نومولود مرے ہوئے بچے کی نماز جنازہ کا حکم

(۶۹)**سوال**: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں:
زید کا بچہ ماں کے پیٹ سے مرا ہوا پیدا ہوا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اس بچہ کا نام رکھنا اور نمازِ جنازہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد نعمان، کبیر نگر

الجواب و بالله التوفيق: اگر پیدائش کے وقت بچے میں زندگی کی کوئی علامت موجود نہیں ہے، لیکن سارے اعضاء بن چکے ہیں تو ایسے بچے کا حکم یہ ہے کہ اس بچے کو غسل بھی دیا جائے گا اور نام بھی رکھا جائے گا، لیکن با قاعدہ مسنون کفن نہیں دیا جائے گا۔ ایسے بچے کو فقط کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہئے، نماز جنازہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

''ومن استهل بعد الولادة سمّي وغسل وصلى عليه، وإن لم يستهل أدرج في خرقة ولم يصل عليه، ويغسل في غير الظاهر من الرواية، وهو المختار''(۲)

(۱)الحصكفي؛ الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟'': ج۳، ص:۱۰۵تا۱۱۴.

(۲)جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل'': ج۱، ص:۲۱۹.

’’(وإلا) يستهل (غسل وسمى) عند الثاني، وهو الأصح، فيفتى به على خلاف ظاهر الرواية إكراماً لبني آدم، كما في ملتقى البحار، وفي النهر عن الظهيرية: وإذا استبان بعض خلقه غسل وحشر هو المختار (وأدرج في خرقة ودفن ولم يصل عليه). قوله: (وإلا يستهل غسل وسمي) شمل ما تم خلقه، ولا خلاف في غسله وما لم يتم، وفيه خلاف، والمختار أنه يغسل ويلف في خرقة، ولا يصلي عليه كما في المعراج والفتح والخانية والبزازية والظهيرية شرنبلالية، وذكر في شرح المجمع لمصنفه أن الخلاف في الأول، وأن الثاني لا يغسل إجماعاً‘‘(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۳/۷ھ)

نمازِ جنازہ میں دو یا تین تکبیر پر سلام پھیرنا

(۷۰) **سوال:** میرا سوال یہ ہے کہ ایک جنازہ کی نماز میں جب امام صاحب نے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی تو بہت سارے مقتدیوں نے تکبیر نہیں سنی؛ کیوں کہ وہاں مائک کا انتظام نہیں تھا پھر جب امام صاحب نے دوسری تکبیر کہی تب ایک نمازی نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا تب جا کر بہت سارے مقتدیوں نے نیت باندھی اور جہاں بہت سارے مقتدیوں کی تیسری تکبیر تھی وہیں امام صاحب کی چوتھی تکبیر تھی جس پر امام صاحب نے سلام پھیر دیا اور باقی مقتدیوں نے بھی سلام پھیر دیا اب اس حال میں امام کی چار تکبیر ہو گئیں، لیکن بہت سارے مقتدیوں کی صرف تین تکبیر ہی ہوئیں اور تین پر ہی انھوں نے سلام پھیر دیا کیا ایسی حالت میں جنھوں صرف تین تکبیر پر ہی سلام

(۱) الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: مهم إذا قال: إن شتمت فلاناً في المسجد يتوقف على كون الشاتم فيه الخ‘‘: ج۳، ص:۱۳۱.

پھیر دیا ان کی نماز جنازہ ہوئی یا نہیں؟ جب لوگوں نے اس سلسلے میں امام صاحب سے مسئلہ دریافت کیا تو امام صاحب نے کہا کہ سب کی نماز جنازہ ہوگئی، اس کا صحیح مسئلہ کیا ہے؟ برائے مہربانی تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: احسان اللہ، پالی، دربھنگہ (بہار)

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جنازہ میں چار تکبیریں فرض ہیں، اگر ایک تکبیر بھی چھوٹ گئی تو نماز نہیں ہوئی، اس لیے کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کہنا امام اور مقتدی دونوں کے لیے فرض ہے۔

جیسا کہ بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے، اس لئے اگر کسی نے ان تکبیرات میں سے ایک تکبیر بھی چھوڑ دی، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، جس طرح کوئی چار رکعت والی نماز میں ایک رکعت چھوڑ دے (تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔) لہٰذا جن لوگوں نے تین تکبیر کے بعد ہی سلام پھیر دیا ان کی نماز نہیں ہوئی، البتہ امام صاحب نے کیوں اور کس بنیاد پر نماز کو درست قرار دیا ہے یہ قابلِ توجہ اور تعجب خیز امر ہے۔

”ولأن كل تكبيرة من هذه الصلاة قائمة مقام ركعة، بدليل أنه لو ترك تكبيرة منها تفسد صلاته، كما لو ترك ركعة من ذوات الأربع“[۱]

”في الهندية: وصلاة الجنازة أربع تكبيرات، ولو ترك واحدة منها لم تجز صلاته“[۲]

”(وركنها) شيئان: (التكبيرات) الأربع، فالأولى ركن أيضًا لا شرط، فلذا لم يجز بناء أخرى عليها (والقيام) فلم تجز قاعدًا بلا عذر. قوله: (شيئان) وأما في

(۱) الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ”كتاب الصلاة: فصل في بيان كيفية الصلاة على الجنازة“: ج۲، ص: ۵۳.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت“: ج۱، ص: ۲۲۵.

القهستاني عن التحفة من زيادة المحاذاة إلى جزء من الميت فالذي يظهر كونه شرطًا لا ركنًا كما قدمناه قوله: (فلذا إلخ) أي لكونها ركنًا لا شرطًا؛ لأنه لو نواها للأخرى أيضًا يصير مكبرًا ثلاثًا، وإنه لايجوز، بحر عن المحيط''(۱)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۴/۱۲/۲۲ھ، ۲۰۲۳/۷/۱۱ء)

زانی وفاسق کے جنازہ کو کندھا دینا

(۷۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:
کسی زانی یا فاسق وفاجر شخص کے جنازہ کو کندھا دینا کیا مکروہ ہوگا اور اگر ایسے شخص کے جنازے کو کندھا دیا جائے تو اس سے منع کرنے کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ابواسامہ ملی، میرٹھ

الجواب و بالله التوفيق: زانی اور فاسق گناہ گار؛ بلکہ مرتکب کبیرہ ہے لیکن ایمان سے خارج نہیں ہے؛ اس لیے اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے تاہم مقتدیٰ حضرات اگر تنبیہ کے لیے نہ پڑھیں تو بہتر ہے۔ یہی حکم جنازہ کو کندھا دینے کا ہے کہ عام لوگوں کے لیے فاسق کے جنازہ کو کندھا دینا باعث اجر وثواب ہے اس لیے کہ وہ مومن کا جنازہ ہے ہاں اگر تنبیہ کے لیے مقتدیٰ حضرات کندھا نہ دیں تو بہتر ہے، میت کو کندھا دینے کا ثواب مومن کی قید کے ساتھ ہے اور فاسق بھی مومن ہے، فاسق کے جنازہ کو کندھا دینے کو مکروہ کہنا یا منع کرنا درست نہیں ہے۔

''إن رجلا من أسلم جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فاعترف بالزنا،

---

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟: ج ۳، ص: ۱۰۵، ۱۰۶.

فأعرض عنه حتى شهد على نفسه أربع مرات ،فقال:أبك جنون ؟قال:لا قال : أحصنت؟ قال: نعم فأمر به فرجم بالمصلى فلما أذلقته الحجارة فر فأدرك فرجم حتى مات فقال له أي عنه النبي صلى الله عليه وسلم خيرا وصلى عليه''(۱)

''إن رجلا مات بخيبر، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لأصحابه صلوا على صاحبكم فنظروا في متاعه فوجدوا خرزا من خرز يهود لا يساوي درهمين قالوا فترك الصلاة عليه لما كان به مطالب من الغلول وأمر غيره بالصلاة عليه''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۵/۲۵ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان کرام دارالعلوم وقف دیوبند

جنازہ کو ایک ملک سے دوسرے ملک لے جانا

(۴۷)**سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک آدمی دوسرے ملک میں انتقال کر گیا اب اس کے اقرباء اس کو اپنے وطن میں لانا چاہتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ میت کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کرنا کیسا ہے؟ اور اس میت کو لانے میں اس میں الکوحل وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے وہ الکوحل پاک یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد منہاج، حیدرآباد

الجواب و بالله التوفيق: فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق بہتر یہ ہے کہ آدمی کا انتقال جس جگہ پر ہو اسی جگہ قریب کے قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے، البتہ امام محمدؒ نے ایک

(۱)أخرجه أبو داؤد، في سننه، ''كتاب الحدود: باب رجم ماعز بن مالك'':ج۲،ص:۳۰۳،رقم:۴۴۳۰.

(۲)ابن عبد البر مالكی، التمهيد لما في المؤطا من المعاني و الأسانيد:ج۲۴،۱۳۱.

میل یا دو میل کی مسافت پر منتقل کرنے کو جائز کہا ہے، لیکن ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنا یا ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا یہ مکروہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انتقال کے بعد جلدی تجہیز و تکفین کا حکم دیا گیا ہے جب کہ منتقل کرنے میں خاص کر ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنے میں غیر معمولی تاخیر ہوگی جو پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

’’قوله:(ولا بأس بنقله قبل دفنه) قيل: مطلقا، وقيل: إلى ما دون مدة السفر، وقيده محمد بقدر ميل أو ميلين، لأن مقابر البلد ربما بلغت هذه المسافة فيكره فيما زاد‘‘(۱)

’’أما إذا أرادوا نقله قبل الدفن أو تسوية اللبن فلا بأس بنقله نحو ميل أو ميلين. قال المصنف في التجنيس: لأن المسافة إلى المقابر قد تبلغ هذا المقدار، وقال السرخسي: قول محمد بن سلمة ذلك دليل على أن نقله من بلد إلى بلد مكروه، والمستحب أن يدفن كل في مقبرة البلدة التي مات بها‘‘(۲)

’’قوله:(بيان أن النقل من بلد إلى بلد مكروه) أي تحريما لأن قدر الميلين فيه ضرورة ،ولا ضرورة في النقل إلى بلد آخر ،وقيل:أيجوز ذلك إلى ما دون مدة السفر، وقيل: في مدة السفر أيضاً‘‘(۳)

جہاں تک منتقل کرنے کی صورت میں الکوحل کے استعمال کا حکم ہے اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ تمام قسم کے الکوحل حرام اور ناپاک نہیں ہیں؛ بلکہ جو، کھجور، انگور اور منقیٰ سے بنے ہوئے الکحل نجس ہیں جب کہ آج کے دور میں دوائی اور عطر میں جو الکوحل کا استعمال ہو رہا ہے عموماً ان چیزوں کے علاوہ

---

(۱)ابن عابدين، ردالمختار على درالمختار، ’’كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في دفن الميت‘‘: ج۳،ص:۱۴۶۔

(۲)ابن الهمام، فتح القدير، ’’كتاب الصلاة: باب الجنائز، فصل في الدفن‘‘: ج۲،ص:۱۴۹۔

(۳)أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ’’كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز، فصل في حملها و دفنها‘‘:ص:۶۱۴۔

سے بنتے ہیں اس لیے جائز ہیں۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۵/۲۵ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیانِ کرام دارالعلوم وقف دیوبند

قبرستان میں نماز جناہ کا حکم

(۷۳)**سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک بہت بڑا قبرستان ہے اس کے آدھے میں لوگ مردوں کو دفن کرتے ہیں اور اس کے آدھے میں نمازِ جنازہ بھی پڑھتے ہیں تو کیا قبرستان میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے دلیل کی روشنی میں بتائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد حسین، سہرساوی

الجواب وباللہ التوفیق: قبرستان میں خالی جگہ ہو کہ جہاں قبریں نہ ہوں یا تھی مگر ہموار اور برابر ہوگئیں اور نمازیوں کے آگے قبریں نہ ہوں یا ہوں مگر قبریں اور نمازیوں کے مابین کوئی حائل وغیرہ ہو تو قبرستان کی ایسی جگہ میں نماز جنازہ پڑھنا درست ہے اور اگر قبر سامنے ہو، درمیان میں کوئی حائل بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں نماز مکروہ ہوگی، تاہم اگر پڑھ لی تو اعادہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

”عن أبي مرثد الغنوي، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تجلسوا على القبور، ولا تصلوا إليها“(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۵/۵/۲۷ھ؛ ۲۰۲۳/۱۲/۱۲ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیانِ کرام دارالعلوم وقف دیوبند

(۱)أخرجه مسلم، في صحيحه، ”كتاب الجنائز: فصل في النهي عن الجلوس ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا

(۷۴)**سوال:** عیدگاہ میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے یانہیں؟اس میں کچھ قید تو نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یٰسین،نو نابڑی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیدگاہ میں نماز جنازہ درست ہے۔(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد واصف قاسمی (۲/۶/۱۴۰۸ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مسجد میں نماز جنازہ کی ایک صورت

(۷۵)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ہماری مکی مسجد ایسی جگہ واقع ہے کہ اس کے تین جانب روڈ ہے اور ایک جانب مکان ہے دو جانب جو روڈ ہے اس میں ٹریفک خوب چلتا ہے اور ایک جانب جو گلی ہے اس میں ٹریفک کم رہتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ نماز جنازہ روڈ پر ادا کی جاتی ہے کیوں کہ نماز جنازہ کے لیے اس کے علاوہ کوئی جگہ بھی نہیں ہے روڈ پر جو نماز ادا کی جاتی ہے اس میں ٹریفک والوں کو بھی پریشانی ہوتی ہے اور روڈ پر

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......علی القبر و الصلاۃ إلیه" : ج۱،ص:۳۱۲،رقم:۹۷۲؛ وأخرجه أبو داؤد، في سننه، "کتاب الجنائز : باب في کراهية القعود علی القبر" : ج۲،ص:۴۶۰،رقم:۳۲۲۹؛ وأخرجه الترمذي، في سننه "أبواب الجنائز :باب ماجاء في کراهية الوطي علی القبور والجلوس علیها": ج۱،ص:۲۰۳،رقم:۱۰۵۰.

(۱)قوله:(وتکره الصلاۃ علیه في مسجد الجماعة) ......وقید بمسجد الجماعة،لأنها لا تکره في مسجد أعد لها، وکذا في مدرسة، ومصلی عید لأنه لیس لها حکم المسجد في الأصح. (أحمد بن إسماعیل،حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح،"کتاب الصلاۃ:باب أحکام الجنائز،فصل السلطان أحق بصلاته": ص:۵۹۵)

(۲)والصلاۃ علی الجنازۃ في الجبانة والأمکنة والدور سواء، کذا في المحیط. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، "کتاب الصلاۃ: الباب الحادي والعشرون: في الجنائز، الفصل الخامس: في الصلاۃ علی المیت": ج۱،ص:۲۲۶)

نماز پڑھتے ہوئے کراہت بھی ہوتی ہے کیوں کہ روڈ پر کتے وغیرہ اور جب بارش ہوتی ہے تو نالی کا پانی روڈ کو گندا کر دیتا ہے حالاں کہ بعد میں وہ پانی سوکھ بھی جاتا ہے اب مسجد والے یہ چاہتے ہیں کہ مسجد کے محراب میں دروازہ لگا کر میت کی چار پائی کو روڈ پر رکھ دیا جائے اور امام صاحب ایک صف کے ساتھ یعنی کچھ لوگ مسجد کے باہر روڈ پر نماز پڑھیں اور باقی نمازی مسجد میں صف بنا کر نماز جنازہ ادا کرلیں تو کیا یہ درست ہے۔

دوسری شکل: یا جنازہ کو روڈ پر رکھ کر محراب کے سامنے امام صاحب اپنے مصلی پر نماز جنازہ پڑھائیں اور باقی نمازی مسجد میں اپنی مسجد میں جس طرح نماز میں صف بنا کر نماز پڑھتے ہیں ایسے ہی نماز جنازہ ادا کرلیں ان دونوں مسئلوں کو واضح فرمائیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد رضوان، صدر مکی مسجد خوریجی، دہلی

الجواب و بالله التوفیق: مسجد میں جنازے کی نماز مکروہ ہے اور اس کراہت کی دو وجہ ہیں: ایک تو یہ مسجد کی بناء فرض نماز، ذکر و تسبیح کے لیے ہوئی ہے نماز جنازہ کے لیے نہیں ہے اور دوسری یہ کہ مسجد میں جنازہ کی نماز سے تلویث مسجد کا اندیشہ ہے۔

’’(ولايصلي على ميت في مسجد جماعة) لقول النبي صلى الله عليه وسلم من صلى على جنازة في المسجد فلا أجر له، ولأنه بني لأداء المكتوبات؛ ولأنه يحتمل تلويث المسجد‘‘(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد میں نماز نہیں ہوتی تھی۔

’’ماكانت الجنائز يدخل بها المسجد‘‘(۲)

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے بعد مسجد نبوی سے متصل مصلی الجنائز بنوایا تھا۔

’’عن ابن حبيب أن مصلى الجنائز المدينة كان لاصقاً بمسجد النبي صلى

(۱) المرغيناني، هدايه، ’’باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت‘‘: ج۱، ص: ۱۸۱.

(۲) أخرجه مسلم، في صحيحه، ’’كتاب الجنائز: فصل: في جواز الصلاة على الميت في المسجد‘‘: ج۱، ص: ۳۱۳.

اللّٰہ علیہ وسلم من ناحیة جهة المشرق''(۱)

بعض روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھے اس کے لیے کوئی ثواب نہیں ہے؛ اس لیے عام حالات میں بلا عذر کے مسجد میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ ظاہر الروایت کے مطابق اگر میت مسجد سے باہر ہوتو بھی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

''(ولا يصلي على ميت في مسجد جماعة) في الخلاصة مكروه، سواء كان الميت والقوم في المسجد، أو كان الميت خارج المسجد والقوم في المسجد، أو كان الإمام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقون في المسجد، أو الميت في المسجد والإمام والقوم خارج المسجد. هذا في الفتاوىٰ الصغرى. قال: هو المختار''(۲)

''إذا علمت ذلك فلا يخفى أن الصلاة على الميت فعل لا أثر له في المفعول، وإنما يقوم بالمصلي، فقوله ''من صلى على ميت في مسجد'' يقتضي كون المصلي في المسجد سواء كان الميت فيه أو لا، فيكره ذلك أخذا من منطوق الحديث، ويؤيده ما ذكره العلامة قاسم في رسالته من أنه روي أن النبي صلى الله عليه وسلم لما نعى النجاشي إلى أصحابه خرج فصلى عليه في المصلى قال: ولو جازت في المسجد لم يكن للخروج معنى. اهـ. مع أن الميت كان خارج المسجد''(۳)

اس لیے مذکورہ دونوں صورتوں میں عام حالات میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے، ہاں محراب کے سامنے دروازہ لگا دیا جائے تاکہ جب کبھی ضرورت ہو مثلاً بارش کے زمانے

(۱) ابن حجر العسقلاني، فتح الباري، ''كتاب الجنائز: باب الصلاة على الجنائز بالمصلى والمسجد'': ج۳، ص:۲۴۵.

(۲) ابن الهمام، فتح القدير، ''كتاب الصلاة: باب الجنائز، فصل في الصلاة على الميت'': ج۲، ص:۱۳۲.

(۳) ابن عابدين، رد المختار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: مهم إذا قال: إن شتمت فلانا في المسجد يتوقف على كون الشاتم فيه الخ'': ج۳، ص:۱۲۸.

میں یا کیچڑ وغیرہ ہوتو اس طرح نماز ادا کرلی جائے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے؛ لیکن عام حالات میں مسجد میں نماز جنازہ کا معمول بنانا مناسب نہیں ہے کوشش کی جائے کہ مسجد کے علاوہ نماز جنازہ کے لیے کوئی مناسب جگہ حاصل کی جائے۔ تاکہ ٹریفک وغیرہ کی وجہ سے عام لوگوں کی تکلیف سے بچا جاسکے۔

"إنما تكره في المسجد بلا عذر، فإن كان فلا ومن الأعذر المطر كما في الخانية"(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی — **کتبہ:** امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی — مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان کرام دارالعلوم وقف دیوبند — (۱۴۴۳/۱۱/۲۸ھ)

امام میت کے کس جانب کھڑا ہوگا؟

(۷۶)**سوال:** نماز جنازہ پڑھاتے وقت امام میت کے کس جانب کھڑا ہوگا؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد شارق، گڑگاؤں

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جنازہ پڑھاتے وقت امام مردوعوت کے سینہ کے بالمقابل کھڑے ہوکر نماز ادا کرے گا۔

"وأما بيان كيفية الصلاة على الجنازة فينبغي أن يقوم الإمام عند الصلاة بحذاء الصدر من الرجل والمرأة"(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی — **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی — مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند — (۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

(۱) الكاساني، بدائع الصنائع، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، فصل في بيان كيفية صلاة الجنازة"، ج۲، ص:۴۹۔

(۲) أيضاً: ج۳، ص:۱۲۹۔

مسلمان شہداء اور غیر مسلم مقتول کے ساتھ مل جائیں:

(۷۷) **سوال:** اگر مسلمان شہداء غیر مسلم مقتول کے ساتھ مل جائیں تو ان کی تکفین وتدفین کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد بشارت، پٹنہ

الجواب وبالله التوفیق: اگر ان میں مسلمانوں کی کوئی علامت ہو جن سے ان کے درمیان تمیز کی جا سکے جیسے مسلمانوں کی علامت ختان وخضاب وغیرہ ہیں اگر یہ علامات ظاہر ہو جائیں تو ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

اگر کوئی علامت نہ ہو اور مسلمانوں کا غلبہ ہو تو تمام پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نماز میں صرف مسلمانوں کے لئے دعاء کی نیت کرے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرے اور اگر مشرکین کا غلبہ ہو تو تمام پر نماز نہیں پڑھی جائے گی لیکن غسل اور کفن دیا جائے گا۔

مسلمانوں کے مردوں کے طریقہ پر غسل نہیں دیا جائے گا اور ان کی تکفین اور تدفین مشرکین کے قبرستان میں کی جائے گی۔

''موتی المسلمین إذا اختلطوا بموتی الكفار، أو قتلی المسلمین بقتلی الكفار، إن كان للمسلمین علامة یعرفون بها یمیز بینهم، وعلامة المسلمین: الختان والخضاب ولبس السواد فیصلی علیهم، وإن لم تكن علامة إن كانت الغلبة للمسلمین یصلی علی الكل، وینوي بالصلاة الدعاء للمسلمین ویدفنون في مقابر المسلمین، وإن كانت الغلبة للمشركین فإنه لا یصلی علی الكل الخ''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۶/۲/۱۲ھ، ۲۰۲۴/۸/۲۶ء)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی،
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة ''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني في الغسل'': ج۱، ص: ۲۲۰.

نماز جنازہ میں تکبیر چھوٹ جانے کا حکم:

(۷۸)**سوال**: حضرت مفتی صاحب! سلام مسنون مسئلہ پوچھنا یہ ہے کہ:

اگر نماز جنازہ میں کسی سے ایک تکبیر چھوٹ جائے نسیاناً یا عمداً تو دونوں صورتوں میں نماز درست ہو جائے گی یا نمازِ جنازہ درست نہیں ہوگی؟ اور اگر یہ رکن امام صاحب سے چھوٹ جائے جو نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں پھر اس صورت میں کیا دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؟ اس کی تفصیلات سے برائے مہربانی مطلع فرمائیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد جمیل احمد، رسول پور، میرٹھ

الجواب وباللہ التوفیق: نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات کہنا رکن ہے اور تکبیر خواہ عمداً چھوٹے یا نسیاناً دونوں صورتوں میں نماز درست نہیں ہوگی، کیوں کہ چار مرتبہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جائے گی، لہٰذا جس شخص کی بھی تکبیر فوت ہوئی اس کی نماز جنازہ نہیں ہوئی، نیز اگر نماز جنازہ میں امام صاحب نے چار کے بجائے تین تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دیا اور ایک رکن کو چھوڑ دیا تو کسی کی بھی نمازِ جنازہ ادا نہیں ہوئی اس کا اعادہ کرنا لازم ہے۔حتی کہ اگر دفن کے بعد یاد آیا کہ تین تکبیرات کہی گئی تھیں تو قبر پر اس وقت تک نمازِ جنازہ پڑھنا لازم ہے جب تک میت کے سڑنے اور پھٹنے کا غالب گمان نہ ہو بعض فقہاء نے قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی تحدید تین دن سے کی ہے۔اس کے بعد نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

’’وركنها شيئان :التكبيرات الأربع ،فالأولى ركن أيضاً لاشرط ،قال الشامي: (فلذا الخ) أي لكونها ركنا لا شرطاً،لأنه لو نواها للأخرىٰ أيضاً يصير مكبراً ثلثاً وإنه لايجوز‘‘(۱)

’’(وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة) أو بها بلا غسل أو ممن لا

(۱)الحصكفي،الدر المختار مع رد المحتار ،’’كتاب الصلاة :باب صلاة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي‘‘:ج۳،ص:۱۰۵،۱۰۶۔

ولاية له (صلى على قبره) استحساناً (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير ، هو الأصح. وظاهره أنه لو شك في تفسخه صلى عليه ،لكن في النهر عن محمد لا كأنه تقديماً للمانع".

(قوله:صلى على قبره) أي افتراضاً في الأوليين وجوازاً في الثالثة ؛لأنها لحق الولي أفاده ح. أقول:وليس هذا من استعمال المشترك في معنييه كما وهم ؛لأن حقيقة الصلاة في المسائل الثلاث واحدة ،وإنما الاختلاف في الوصف وهو الحكم ،فهو كإطلاق الإنسان على ما يشمل الأبيض والأسود فافهم (قوله :هو الأصح)لأنه يختلف باختلاف الأوقات حراً وبرداً والميت سمناً وهزالاً والأمكنة ، بحر ،وقيل: يقدر بثلاثة أيام، وقيل: عشرة، وقيل:شهر ط عن الحموي"[1]

الجواب صحيح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی **کتبہ:** محمد حسنین ارشد قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند (۲۲/۱۲/۱۴۴۴ھ، ۱۱/۷/۲۰۲۳ء)

کن کن لوگوں پر نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی؟

(۷۹) **سوال:** حضرات مفتیانِ کرام مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ کن لوگوں پر نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم نہیں ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اسلام الدین، کٹک، اڈیشہ

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ کافر ومرتد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اسی طرح جو مسلم حاکمِ برحق سے بغاوت کرتے ہوئے یا ڈاکہ زنی کرتے ہوئے یا قبائلی تعصب کے لیے لڑتے ہوئے مارا جائے، نیز وہ شخص جو اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کردے اور یہی حکم اس

(۱) أيضاً، "مطلب في تعظيم أولي الأمن واجب": ج۳،ص:۸۲۵.

بچے کا ہے جس پر پیدا ہونے کے بعد حیات کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی ہو تو ان سب پر نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔

''ولا يصلى على باغ ولا قاطع طريق إذا قتلا حال الحرب ولا يغسلان زجراً عن مثل فعلهما ......وحكم المقتولين بالعصبية والمكابرين في المصر بالليل حكم قطاع الطريق،ومن قتل أحد أبويه لا يصلى عليه إهانة له''(۱)

''وشرائطها ستة أولها إسلام الميت لأنها شفاعة وليست لكافر''(۲)

''وإن لم يستهل غسل وإن لم يتم خلقه في المختار لأنه نفس من وجه، وأدرج في خرقة وسمي ودفن ولم يصل عليه''(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۴ھ، ۱۱/۷/۲۰۲۳ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

تیمّم کرکے نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم:

(۸۰)**سوال**: حضرت مفتی صاحب! سلام مسنون، پوچھنا ہے کہ: اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں شریک ہونے کے لیے گیا کہ اچانک حدث لاحق ہو گیا، اب اگر وہ وضو کرے گا تو نمازِ جنازہ چھوٹنے کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں وہ شخص وضو کرکے نمازِ جنازہ میں شریک ہوگا یا تیمّم کر لینا کافی ہے؟ نیز عام لوگ اور میت کے ولی دونوں کا حکم ایک ہی ہے یا الگ الگ؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد زکریا، بلندشہر

---

(۱)إبراهيم حلبي، حلبي كبير:ص:۵۹۰،۵۹۱.
(۲)أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز'':ص:۵۸۱.
(۳)حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الايضاح، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة'':ص:۵۹۸.

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر کسی شخص کو اچانک حدث لاحق ہو جائے یعنی وضو ٹوٹ جائے اور اس کو اتنا وقت نہ مل سکے کہ وہ وضو کر سکے اگر وہ وضو کے عمل میں مشغول ہوا تو اس کی نمازِ جنازہ فوت ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو اس شخص کے لیے تیمّم کر کے نمازِ جنازہ میں شریک ہونے کی اجازت ہے، البتہ اگر وہ شخص میت کا ولی ہے تو اس کے لیے تیمّم کی اجازت نہیں۔ کیوں کہ ولی کو نمازِ جنازہ فوت ہونے کا خوف بھی نہیں ہے، عوام انتظار کرے گی اور اجازت کے بغیر نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھائیں گے اگر پڑھ بھی لے تو ولی کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ نمازِ جنازہ ادا کر سکتا ہے۔

”وجاز مخوف فوت صلاة جنازة ،أي:كل تكبير انها ولو جنبا أو حائضاً.
وقال الشامي :ثم أعلم أنه اختلف فيمن له حق التقدم فيها: فروى الحسن عن أبي حنيفة أنه لايجوز للولي لأنه ينتظرو لو صلوا له حق الإعادة وقصححه في الهداية والخانية وكافي النسفي“[۱]

”(و)جاز (لخوف فوت صلاة جنازة) أى كل تكبيراتها ولو جنبا أو حائضا.
قوله وجاز لخوف فوت صلاة جنازة) أي ولو كان الماء قريبا“[۲]

”و من العذر خوف فوت صلاة الجنازة ولو جنبا لأنها تفوت بلا خلف. قوله: ولو جنبا لأن صلاة الجنازة دعاء في الحقيقة وإنما أوجبنا لها التيمم لكونها مسماة بإسم الصلاة قاله السيد قوله:لأنها تفوت بلا خلف هذا هو الأصل في هذا الباب وهو أن ما يفوت إلى خلف لا يتيمم له عند خوف فوته وما لا خلف له يتيمم له“[۳]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۴/۱۲/۲۲ھ، ۲۰۲۳/۷/۱۱ء)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱)الحصكفي، الدر المحتار مع رد المحتار، ”كتاب الطهارة: باب التيمم“: ج۱ص:۴۰۸.
(۲)أيضاً.
(۳)أحمد بن إسماعيل، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح،”كتاب الطهارة:باب التيمم“:ص:۱۱۷.

جنبی یا محدث ہونے کی حالت میں نمازِ جنازہ پڑھانے کا حکم:

(۸۱)**سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

اگرکسی امام نے جنبی یا محدث ہونے کی حالت میں نماز جنازہ پڑھادی تو کیا جنبی یا محدث ہونے کی حالت میں پڑھائی گئی جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے یا جونماز جنازہ پڑھ لی گئی وہی کافی ہوجائے گی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد بلال احمد، جموں وکشمیر

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ نماز جنازہ کی صحت کے لیے بھی دیگر نمازوں کی طرح طہارت شرط ہے، لہٰذا اس شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے امام کی نماز فاسد ہوجائے گی اور جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی لہٰذا یہ نماز جنازہ کافی نہیں ہوگی؛ بلکہ اعادہ ضروری ہوگا۔ اگر تدفین کے بعد معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ ادانہیں ہوئی تو اس صورت میں نمازِ جنازہ کا اعادہ کرنا ضروری ہے، البتہ قبر پر اس وقت تک نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے جب تک غالب گمان ہو کہ میت ابھی پھٹی نہیں ہوگی، لیکن اگر معلوم ہو کہ میت پھٹ چکی ہوگی اس کے بعد جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، بعض فقہاء نے اس کی حد تین دن متعین کی ہے۔

”وفي القنية: الطهارة من النجاسة في ثوب وبدن ومكان وستر العورة شرط في حق الميت والإمام جميعاً، فلو أم بلا طهارة والقوم بها أعيدت“(۱)

”وإذا ظهر حدث إمامه وكذا كل مفسد في رأي مقتدا بطلت فيلزم إعادتها، لتضمنها صلاة الموتم صحة وفساداً“(۲)

”(وإن دفن) وأهيل عليه التراب (بغير صلاة) أو بها بلا غسل أو ممن لا

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في صلاة الجنازة“: ج۳، ص: ۱۰۳، ۱۰۴.

(۲) أيضاً: ”باب الإمامة، مطلب في دفع المبلغ صوته زيادة على الحاجة“: ج۲، ص: ۳۳۹، ۳۰۴.

ولاية له (صلى على قبره) استحسانا (ما لم يغلب على الظن تفسخه) من غير تقدير هو الأصح. وظاهره أنه لو شك في تفسخه صلى عليه، لكن في النهر عن محمد لا كأنه تقديما للمانع''(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۴ھ، ۱۱/۷/۲۰۲۳ء)

میت کو ناپاک جگہ پر رکھ کر نمازِ جنازہ کا حکم:

(۸۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص میت کو ناپاک جگہ پر رکھ دے لیکن امام اور مقتدی پاک جگہ پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرلے تو ایسی صورت میں نماز جنازہ ادا ہو جائے گی یا لوٹانا واجب ہوگا؟ نیز اگر میت چارپائی پر ہو اور اس کے نیچے نجاست ہو تو نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد امداد اللہ، دربھنگہ، بہار

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ میت کو ناپاک جگہ میں رکھنے کی وجہ سے اگر میت کا کفن یا بدن اس ناپاک جگہ سے مس ہو رہا ہو تو اس صورت میں نمازِ جنازہ درست نہیں ہوگی، نماز کا اعادہ کرنا واجب ہوگا کیوں کہ طہارتِ مکان شرط ہے۔ لیکن علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر میت ناپاک جگہ میں رکھی گئی ہو، البتہ امام اور مقتدی پاک جگہ پر جنازہ کی نماز ادا کیا ہو تو نمازِ جنازہ درست ہو جائے گی، یہی قول فتاویٰ ہندیہ میں بھی مذکور ہے اور یہی اصح بھی معلوم ہوتا ہے، نیز میت کی چارپائی کے نیچے نجاست میت کے نجس جگہ پر رکھ کر نماز ادا کرنے سے خارج ہے، لہٰذا یہ بالاتفاق نمازِ جنازہ درست ہے۔

''وفي القنية: الطهارة من النجاسة في ثوب وبدن ومكان وستر العورة شرط

(۱) أيضاً: ''باب صلاة الجنازة، مطلب تعظيم أولي الأمر واجب''، ج۳، ص:۱۲۵۔

في حق الميت والإمام جميعاً: لكن في التاتارخانية: سئل قاضيخان عن طهارة مكان الميت هل تشترط لجواز الصلوة عليه؟ قال: إن كان الميت على الجنازة لا شك أنه يجوز، وإلا فلا رواية لهذا، وينبغي الجواز، وهكذا أجاب القاضي بدر الدين"(۱)

"وطهارة مكان الميت ليست بشرط، هكذا في المضمرات"(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی **کتبہ:** محمد حسنین ارشد قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند (۱۴۴۴/۱۲/۲۲ھ، ۲۰۲۳/۷/۱۱ء)

اگر نمازِ جنازہ فاسد ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۸۳) **سوال:** حضرت مفتی صاحب! سلام مسنون، عرض ہے کہ میرے ایک رشتہ دار کا انتقال ہو گیا ہے کسی وجہ سے ان کی نمازِ جنازہ فاسد ہو گئی تو معلوم کرنا ہے کہ دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کا اعلان کیا جائے گا یا نہیں؟ نیز کیا قبر پر دو چار آدمی نماز جنازہ پڑھ لیں یہ کافی ہو جائے گا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل کر کے رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اسجد علی، شموگہ، کرناٹک

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اس لیے چند اشخاص کا ادا کر لینا کافی ہوگا ہر ایک شخص کو دوبارہ بلانے کی ضرورت نہیں چند افراد کا قبر پر ادا کر لینا کافی ہے، کیوں کہ دوبارہ اعلان کر کے سب کو لانے میں حرجِ کثیر لاحق ہوگا اس لیے چند افراد کی ادائیگی سے نمازِ جنازہ ادا ہو جائے گی؟

(۱) الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في صلاة الجنازة": ج۳، ص:۱۰۳۔

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت": ج۱، ص:۲۲۴۔

”والصلاة عليه صفتها فرض كفاية بالإجماع فيكفر منكرها لأنه أنكر الإجماع قنية“(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۲/۲۲/ ۱۴۴۴ھ، ۷/۱۱/ ۲۰۲۳ء)

❁❁❁

(۱) ابن عابدين، الدر المحتار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب في صلاة الجنازة“: ج ۳، ص: ۱۰۲۔

فصل خامس

ایصالِ ثواب کا بیان

میت کے لئے ایصال اثواب

(۸۴) **سوال:** ایک رسم ہمارے یہاں راجستھان میں ہمیشہ سے جاری ہے، وہ یہ کہ میت کے نام سے ایصال ثواب کے طور پر تین دن کے بعد معصوم بچوں کے نام سے ایک کھانا تیار کیا جاتا ہے اس کے بعد رشتہ دار، گھر والے دوست احباب پڑوسی سب مل کر کھاتے ہیں اور نیت یہ رہتی ہے کہ یہ ایصال ثواب کا کھانا ہے تو کہاں تک اس کی گنجائش ہے مسئلے کو مبرہن فرمائیں گے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حاجی محمد یونس

الجواب وباللہ التوفیق: ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن متعین کرنا اور دعوت کا اہتمام کرنا بدعت ہے، جس کا ثبوت خیر القرون میں نہیں ملتا، بلکہ احادیث میں اس قسم کی محفلوں کو نوحہ میں شمار کیا گیا ہے، جیسا کہ سنن ابنِ ماجہ میں بروایت حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ منقول ہے: ہم میت کے گھر والوں کے یہاں اجتماع اور کھانے کے اہتمام کو نوحہ شمار کرتے تھے۔ یعنی اس اجتماع اور کھانے کا گناہ ویسا ہی شمار کرتے جیسے نوحہ کا گناہ ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں تیسرے دن دعوت کا اہتمام کرنا بدعت ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔ ایصالِ ثواب اپنے طور پر جتنا ہو سکے کرتے رہیں۔

’’عن جرير بن عبد الله البجلي قال: كنا نرى الاجتماع إلى أهل الميت و صنعة الطعام من النياحة‘‘(۱)

فتاوی شامی میں ہے:

(۱) أخرجه ابن ماجه، في سننه، ’’أبواب ما جاء في الجنائز: باب ما جاء في النهي عن الاجتماع إلى أهل الميت و صنعة الطعام‘‘: ج۱، ص: ۱۱۶۔

''قال:ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع في السرور لا في الشرور ،وهي بدعة مستقبحة، روي الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحیح عن جریر بن عبد الله قال:''کنا نعد الاجتماع إلی أهل المیت ،وصنعهم الطعام من النیاحة ''. قوله :(وباتخاذ طعام لهم)......ویستحب لجیران أهل المیت والأقرباء الأباعد تهیئة طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم؛لقوله صلی الله علیه وسلم:''اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاءهم ما یشغلهم''،حسنه الترمذي وصححه الحاکم''(۱)

''قوله: (ومشي قدامها)......ولا بأس بالجلوس إلیها ثلاثا من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والأطعمة من أهل البیت''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۱/۱۱/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

نماز جنازہ کے بعد سورۂ فاتحہ واخلاص پڑھنے کا التزام

(۸۵)**سوال:** بعض جگہوں پر نماز جنازہ کے بعد متصلاً سورۂ فاتحہ، تین یا گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعاء کی جاتی ہے، یہ کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ محمد یٰسین، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: جنازہ کی نماز میت کے لیے ہے نماز کے بعد کہ سب کو روک کر دعاء کا اہتمام والتزام کرنا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں ہے؛ لہٰذا مذکورہ طریقہ کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔

(۱)الحصکفي، رد المحتار علی الدر المختار ،''کتاب الصلاة:باب صلاة الجنازة، مطلب: في کراهة الضیافة من أهل المیت'':ج۳،ص:۱۴۸۔

(۲)ابن نجیم،البحر الرائق،''کتاب الجنائز : فصل: السلطان أحق بصلاته'':ج۲،ص:۳۳۷۔

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فهو رد" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "کل عبادة لم یتعبدها أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فلا تعبدوها"(۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۲/۱؍۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کیا قرآن کا ثواب میت کو پہونچتا ہے؟

(۸۶) **سوال:** میری چچی کا ابھی انتقال ہو گیا۔ اللہ ان کو جنت نصیب کرے۔ میرا سوال ہے کہ ہم قرآن اور تسبیح خاص عدد میں پڑھ رہے تھے، جو کہ ہماری مسجد کے امام صاحب نے بتایا تھا جو دیوبند کے فارغ ہیں، لیکن ہمارے ایک چچا جو سعودی میں رہتے ہیں انھوں نے کہا کہ صرف تین چیزیں ہی مردے تک پہونچتی ہیں صدقہ، حج عمرہ کرنا قربانی کرنا۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کے متعلق اطلاع نہیں دی ہے۔ اگر ان میں سے کچھ نہیں کر سکتے، تو بس دعا مغفرت کرو، لیکن قرآن، تسبیح اور نوافل مردے کو نہیں پہونچتے، کیا یہ صحیح ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ریحان

---

(۱) أبو إسحاق الشاطبي، الاعتصام، "فصل ما جاء من اللہ حادیث في ذم البدع وأهلها": ج۲، ص: ۳۱۰.

من تعبد اللّٰہ تعالیٰ بشيء من هذه العبادات الواقعة في غیر أزمانها فقد تعبد ببدعة حقیقة لا إضافیة فلا حبة لها إلی المشروع بل غلبت علیها حبة الابتداع فلا ثواب فیها. (أیضاً)

وشر الأمور محدثاتها، وکل بدعة ضلالة، وفي روایة وشر الأمور محدثاتها، وکل محدثة بدعة. (أخرجه أحمد في مسنده: ج ۲۳، ص: ۲۴۱، رقم: ۱۴۹۸۳)

ویکره عند القبر ما لم یعهد من السنة، والمعهود منها: لیس إلا زیارته والدعاء عنده قائما، کذا في البحر الرائق. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، "کتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون، في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من مکانٍ إلی آخر": ج۱، ص: ۲۲۸)

الجواب وباللہ التوفیق: یہ بات درست نہیں ہے۔ تسبیحات ونوافل کا ثواب پہونچنا بھی ثابت ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۳۶:۱۲/۳۰ھ)

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

لوگوں کو جمع کر کے ختم قرآن کرانا

(۸۷) **سوال:** لوگوں کو جمع کر کے قرآن یا احادیث یعنی ختم بخاری بنیت ثواب پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: نور محمد، کٹیہار

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئول عنہا میں بنیت تقرب کرنا جائز ہے۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۰۸:۴/۱۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) ويستحب إذا دفن الميت أن يجلسوا ساعةً عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها، يتلون القرآن ويدعون للميت، كذا في الجوهرة النيرة، قراءة القرآن عند القبور، عند محمد رحمه الله تعالىٰ: لاتكره ومشائخنا رحمهم الله تعالىٰ أخذوا بقوله وهل ينتفع؟ (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون: في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من إلى آخر'': ج۱،ص:۲۲۷)

و قول علمائنا له أن يجعل ثواب عمله لغيره. (ابن عابدين، الدر المحتار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في إهداء ثواب القراءة للنبي صلى الله عليه وسلم'': ج۳،ص:۱۵۳)

(۲) زيارة القبور وقراءة القرآن عليها والتكفين والصدقات والصوم والصلاة وجعل ثوابها للأموات ولا امتناع في العقل أيضاً لأن أعطاء الثواب من الله تعالىٰ أفضال منه لا استحقاق عليه. (الكاساني، بدائع الصنائع، ''كتاب الجنائز: فصل فإن قيل فهل تشترطون في أصول الثواب'': ج۲،ص:۲۵۴)

أما قراءة القرآن وإهدائها له تطوعا بغير أجرة فهذا يصل إليه كما يصل ثواب الصوم والحج. (ابن القيم، ''كتاب الروح: فصل فإن قيل مخصل تشترطون في وصول الثواب'': ص:۲۱۱)

میت کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا

(۸۸) سوال: بعض جگہ میت کے پاس بیٹھ کر لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں یہ عمل کہاں تک درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ظفر احمد کشمیری

الجواب وبالله التوفيق: سانس نکلنے سے پہلے میت کے پاس قرآن پڑھنا خاص طور پر سورہ یٰسین شریف پڑھنا امر مستحسن ہے۔(۱) سانس نکلنے کے بعد غسل دینے سے پہلے میت کے پاس سے کچھ دور ہٹ کر قرآن شریف پڑھنا چاہیے، قریب بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں اس میں کراہت ہے اور غسل کے بعد قریب پڑھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۵/۶: ۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

میت کے گھر والوں کا چوتھے یا چالیسویں پر کھانا تقسیم کرنا

(۸۹) سوال: کسی کے مرنے کے بعد دوسرے رشتہ دار وغیرہ تین دن تک ان کے گھر والوں کو مسلسل کھانا وغیرہ کھلاتے ہیں اور پھر چوتھے روز میت کے گھر والے قرآن خوانی کرا کر پورے محلّہ والوں کو کھانا دیتے ہیں اور اسی طرح چالیسویں روز بھی ہوتا ہے۔ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ظفر احمد شاہ، کشمیری

---

(۱) ويستحب قراءة سورة يس عنده، كذا في شرح منية المصلي لابن أمير الحاج. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الأول في المختصر": ج۱،ص: ۲۱۸)

(۲) وكره قراءة القرآن عنده إلى تمام غسله. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: الحاصل في القراءة عند الميت": ج۳،ص: ۸۵)

(۳) ويكره قراءة القرآن عنده حتى يغسل. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "أيضاً": ج۱،ص: ۲۱۸)

الجواب وباللہ التوفیق: میت کے گھر والوں کو تین روز تک کھانا کھلانا درست ہے میت کے گھر والے کسی خاص دن یا تاریخ میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلائیں اور اس کو رواج دے کر لازم سمجھیں یہ شرعاً جائز نہیں، اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔ ہاں! تاریخ و دن کے تعین کے بغیر کبھی بھی غریبوں کو کھانا کھلانا اور ایصال ثواب میت کو کرنا درست ہے، بشرطیکہ اس کو رواج و لازم نہ سمجھا جائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸:۲/۲۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مروجہ قرآن خوانی کا حکم

(۹۰) **سوال:** آج کل قرآن خوانی کا بہت رواج چل رہا ہے جس میں پڑھنے والے بچوں کا حرج ہوتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد حشمت اللہ، میرٹھ

الجواب وباللہ التوفیق: ایصال ثواب یا حصول برکت کے لیے قرآن خوانی جائز ہے، بشرطیکہ اس میں چند امور کا لحاظ رکھا جائے:

اول: یہ کہ جو لوگ بھی قرآن خوانی میں شریک ہوں ان کا مطمح نظر محض رضائے الٰہی ہو، اہل میت کی شرم یا دکھاوے کی وجہ سے مجبور نہ ہوں۔

---

(۱) ولا بأس بأن يتخذ لأهل الميت طعام، كذا في التبيين ولا يباح اتخاذ الضيافة عند ثلاثة أيام، كذا في التتار خانية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من مكانٍ إلى آخر": ج۱،ص:۲۲۹)

من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (خطيب تبريزی، مشكاة المصابيح، "باب الاعتصام بالكتاب والسنة الفصل الأول": ص:۲۷، رقم:۱۴۰)

دوم: قرآن کریم کی صحیح تلاوت کی جائے غلط نہ پڑھا جائے۔

سوم: قرآن خوانی بلا معاوضہ ہو ورنہ قرآن پڑھنے والوں ہی کو ثواب نہیں ملے گا میت کو کیا ثواب پہونچائیں گے۔

چہارم: قرآن خوانی کے لیے کوئی دن خاص کر کے التزام نہ کیا جائے اگر مذکورہ شرائط کی رعایت کی جائے تو قرآن خوانی درست ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۵/۱۲: ۱۴۱۳ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

(۹۱) **سوال:** کسی کا انتقال ہو گیا ہو اس کی قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کر سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: اکرام، سہارنپور

الجواب وبالله التوفيق: قبر کے پاس جب دعاء کریں تو ہاتھ اٹھائے بغیر دعاء کی جائے ہاتھ اٹھانا درست نہیں ہے، اگر ہاتھ اٹھائے تو دعاء کرنے والے کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۰/۶: ۱۴۰۸ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) فمن جملة كلامه: قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارئ، وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القاري للدنيا، والآخذ والمعطي آثمان، فالحاصل: أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز؛ لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال؛ فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر! ولو لا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسباً..... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

والدین کے ایصال ثواب کے لیے مسجد تعمیر کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۹۲)**سوال:** ایک شخص والدین کے ایصال ثواب کی نیت سے مسجد بنا سکتا ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: سید ظہیر الدین

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ شخص کا والدین کے ایصال ثواب کے لیے مسجد کا تعمیر کرنا صحیح درست ہے اور باعثِ اجر وثواب ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۳/۶/۱۴۱۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

❁❁❁

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... ووسيلة إلى جمع الدنيا. إنا لله وإنا إليه راجعون. اهـ. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الإجارة: باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل“: ج۹،ص:۷۷)

(۲) ثم يدعوا قائماً طويلاً. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في زيارة القبور“: ج۳،ص:۱۵۱)

وفي حديث ابن مسعود رضي الله عنه رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في قبر عبد الله ذي النجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه. (ابن حجر العسقلاني، فتح الباري، ”كتاب الجنائز“: ج۱۱،ص:۱۴۴)

(۱) تنبيه: صرح علمائنا في باب الحج عن الغير بأن للانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو غيرها، كذا في الهداية، بل في زكاة التاتار خانية عن المحيط: الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب صلاة الجنازة، مطلب: في القراءة للميت وإهداء ثوابها له“: ج۳،ص:۱۵۱)

إحياء تراث السلف
مجمع حجة الإسلام
للبحث والتحقيق

Ḥujjat al-Islām Academy
Al-jamia al-Islamia Darululoom Waqf, Deoband
Eidgah Road, P.O. Deoband-247554, Distt: Saharanpur U.P. India
Tel : + 91-1336-222352, Mob: + 91-9897076726
Website: www.dud.edu.in
Email: hujjatulislamacademy@dud.edu.in, hujjatulislamacademy2013@gmail.com